المبنيُّ:

ماناسَبَ مبنيَّ الأصل، أو وقع غيرَ مركبٍ.

وألقابه: ضَمٌّ، وفتحٌ، وكسر، ووقفٌ.

وحكمه: أن لا يختلف آخِرُه لاختلاف العوامل.

وهي: المضمرات، وأسماء الإشارة، والموصولاتُ، والمركباتُ، والكناياتُ، وأسماءُ الأفعال، والأصواتُ، وبعضُ الظروف.

مبنیات کا بیان

اسمائے معربہ کا بیان پورا ہوا۔اب مبنیات کا بیان شروع کرتے ہیں۔اسم مبنی: وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو یا غیر مرکب واقع ہو۔مبنی الاصل: تین ہیں: جملہ حروف، فعل ماضی اور امر حاضر معروف (جبکہ ان کے ساتھ ضمائر مرفوع متصل نہ لگی ہوں) ـــــ مبنی کا حکم: مبنی کا آخر عامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا۔جیسے جاء هؤلاء، رأيتُ هؤلاء، مررتُ بهؤلاء ـــــ اسم مبنی کو اسم غیر متمکن بھی کہتے ہیں اور اسم مبنی کے اعراب کے نام: ضمہ، فتحہ، کسرہ اور وقف ہیں۔کل اسمائے مبنیہ آٹھ ہیں: ضمیریں، اسمائے اشارہ، اسمائے موصولہ، مرکب بنائی، اسمائے کنایہ، اسمائے افعال، اسمائے اصوات اور بعض اسمائے ظروف۔

ترجمہ: مبنی: وہ اسم ہے جو مبنی الاصل سے مناسبت رکھتا ہو یا غیر مرکب واقع ہوا ہو۔اور مبنی کی حرکتوں کے نام: ضمہ، فتحہ، کسرہ اور وقف ہیں۔اور مبنی کا حکم: یہ ہے کہ اس کا آخر عاملوں کے اختلاف سے نہیں بدلتا اور مبنیات: ضمیریں، اسمائے اشارہ الخ ہیں۔

[١-] المُضمر

ما وُضِعَ لمتكلم، أو مخاطَب، أو غائب تقدَّم ذكره: لفظاً، أو معنىً، أو حكماً.

وهو: متصل ومنفصلٌ؛فالمنفصلُ: المستقِلُّ بنفسه؛ والمتصل: غيرُ المستقِلِّ بنفسه.

وهو:مرفوع، ومنصوب، ومجرور: فالأولانِ: متصلٌ، ومنفصلٌ، والثالث: متصلٌ:

فذلك: خمسةُ أنواع:

الأول: ضَرَبْتُ وَضُرِبْتُ ـــ إلى ـــ ضَرَبْنَ وضُرِبْنَ.

والثاني: أنا ـــ إلى ـــ هُنَّ.

والثالث: ضَرَبَنِيْ ـــ إلى ـــ ضَرَبَهُنَّ؛ و: إِنَّنِيْ ـــ إلى ـــ إِنَّهُنَّ.

والرابع: إيَّایَ ـــ إلى ـــ إيَّاهُنَّ.

والخامس: غُلاَمِيْ ولِيْ ـــ إلى ـــ غلامِهِنَّ، ولَهُنَّ.

(۱)ضمیروں کا بیان

ضمیر: وہ اسم ہے جو متکلم یا حاضر پر یا ایسے غائب پر دلالت کرے جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہو، خواہ لفظاً تذکرہ آیا ہو، خواہ معنیً، خواہ حکماً یعنی رتبۃً، جیسے زید ضربتُه (لفظی تقدم ذکری کی مثال) ﴿اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لَلتَّقْوٰی﴾ ھو کا مرجع عدل ہے جو معنیً پہلے مذکور ہے کیونکہ اعدلو اتضمناً اس پر دلالت کرتا ہے ﴿وَلِأَبَوَيْهِ (مورث کے والدین کے لئے) لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ (مورث کا تذکرہ پہلے التزاماً آگیا ہے کیونکہ میراث کا تذکرہ مورث کے تذکرہ کو مستلزم ہے یہ دونوں معنوی تقدم

ذکری کی مثالیں ہیں) ـــــ اور تقدم حکمی: ضمیر شان ضمیر قصہ اور رتبۃً مقدم میں ہوتا ہے۔

ضمیر کی دو قسمیں ہیں: متصل اور منفصل۔ متصل: وہ ضمیر ہے جو مستقل بالذات نہ ہو یعنی اس کا تلفظ عامل کو ملائے بغیر ممکن نہ ہو، جیسے ضربتُ کی تاء اور منفصل: وہ ضمیر ہے جو مستقل بالذات ہو، جیسے ھو۔

پھر ہر ایک کی عقلاً تین قسمیں ہیں: مرفوع، منصوب اور مجرور۔ مگر اول دو متصل اور منفصل ہوتی ہیں، اور مجرور: صرف متصل ہوتی ہے، مجرور منفصل کوئی ضمیر نہیں۔ پس ضمیروں کی مستعمل قسمیں پانچ ہیں:

۱۔ ضمیر مرفوع متصل: وہ ضمیریں ہیں جو فاعل بنتی ہیں اور فعل سے ملی ہوئی آتی ہیں (یہ ضمیریں فعل سے علحدہ نہیں لکھی جاسکتیں) یہ ضمیریں چودہ ہیں: ضرب (میں ھو پوشیدہ) ضَرَبَا (میں الف تثنیہ) ضَرَبُوْا (میں واو جمع، الف ضمیر نہیں ہے) ضَرَبَتْ (میں ھی پوشیدہ اور تاء ساکن علامت تانیث ہے) ضربتا (میں الف تثنیہ یہ مذکر ومؤنث میں مشترک صیغہ ہے اور تاء علامتِ تانیث ہے) ضَرَبْنَ (میں نون) ضربتَ (میں تاء مفتوح) ضربتما (میں تما) ضربتم (میں تُم) ضربتِ (میں تاء مکسور) ضربتما (میں تما، یہ مذکر ومؤنث میں مشترک صیغہ ہے) ضربتم (میں تم) ضربتِ (میں تاء مکسور) ضربتما (میں تما یہ مذکر ومؤنث میں مشترک صیغہ ہے، اور علامتِ تانیث کوئی نہیں) ضربتن (میں تُنَّ) ضربتُ (میں تاء مضموم) ضَرَبْنَا (میں نا) ـــــ یہ ضمیریں فعل معروف اور فعل مجہول دونوں کے ساتھ لگتی ہیں۔ اسی طرح فعل مضارع اور امر حاضر معروف میں بھی لگتی ہیں۔

نوٹ: عربی کتابوں میں پہلے متکلم کے صیغے لکھتے ہیں، پھر حاضر کے، پھر غائب کے، کیونکہ ضمیروں کے مرتبے اسی طرح ہیں۔ متکلم کی ضمیریں اعرف المعارف ہیں، پھر حاضر کی، پھر غائب کی۔ اور اردو کتابوں میں بچوں کی سہولت کے لئے اس کے

برعکس ترتیب ہے۔

۲-ضمیر مرفوع منفصل: وہ ضمیریں ہیں جو مبتدا یا فاعل بنتی ہیں اور علحدہ آتی ہیں جیسے هو قائم اور قائم هو یہ بھی چودہ ہیں: هو سے نحن تک۔

۳-ضمیر منصوب متصل: وہ ضمیریں ہیں جو مفعول بہ یا کوئی اور منصوب بنتی ہیں اور فعل سے یا ناصب سے ملی ہوئی آتی ہیں۔ یہ بھی چودہ ہیں: ضربه سے ضَرَبَنَا تک۔

۴-ضمیر منصوب منفصل: وہ ضمیریں ہیں جو مفعول بہ یا کوئی اور منصوب بنتی ہیں، یہ بھی چودہ ہیں: إياه سے إيانا تک۔

۵-ضمیر مجرور متصل: وہ ضمیریں ہیں جو مضاف الیہ یا مجرور بحرف جر بنتی ہیں۔ اور حرف جر یا مضاف سے ملی ہوئی آتی ہیں۔ یہ بھی چودہ ہیں: له سے لنا تک اور كتابه سے كتابنا تک۔

ترجمہ: ۱-ضمیر: وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو متکلم یا حاضر یا ایسے غائب کے لئے جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہو خواہ لفظوں میں آیا ہو یا معنًی یا حکماً ـــــ اور ضمیر: متصل اور منفصل ہے۔ پس منفصل: وہ ہے جو اپنی ذات کے ساتھ مستقل ہو۔ اور متصل: وہ ہے جو اپنی ذات کے ساتھ مستقل نہ ہو ـــــ اور ضمیر: مرفوع اور منصوب اور مجرور ہے۔ پس پہلی دو: متصل اور منفصل ہیں۔ اور تیسری متصل ہے ـــــ پس وہ پانچ قسمیں ہیں: پہلی ضَرَبْتُ سے ضَرَبْنَ تک اور ضُرِبْتُ سے ضُرِبْنَ تک ـــــ اور دوسری: أنا سے هُنَّ تک ـــــ اور تیسری: ضَرَبَنِيْ سے ضَرَبَهُنَّ تک اور إِنَّنِيْ سے إِنَّهُنَّ تک ـــــ اور چوتھی إياى سے إياهن تک ـــــ اور پانچویں غلامى سے غلامهن تک اور لى سے لهن تک۔

[قاعدة] فالمرفوع المتصلُ خاصةً يَسْتَتِرُ:[۱]

[الف] في الماضي: للغائب والغائبة.

[ب] وفي المضارع: للمتكلم: مطلقاً، والمخاطَب، والغائب،

والغائبة.

[ج] وفي الصفة: مطلقاً.

[قاعدة] ولا يَسُوْغُ المنفصلُ إلا لتعذُّر المتصل.(۲)

وذلك:

[۱-] بالتقديم على عامله.

[۲-] أو بالفصل لغرض.

[۳-] أو بالحذف.

[٤-] أو بكون العامل معنويا.

[٥-] أو حرفاً، والضميرُ مرفوع.

[٦-] أو بكونه مُسْنَدًا إليه صفةٌ جرت على غير من هي له.

مثل: إياك ضربتُ، وما ضَرَبَكَ إلا أنا، وإياكَ والشَّرَّ، وأنا زيدٌ، وما أنت قائما، وهندٌ زيدٌ ضَارِبَتُهُ هي.

(۱) قاعدہ: ماضی کے دوصیغوں میں (واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب میں) اور مضارع کے پانچ صیغوں میں (واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر اور متکلم کے دونوں صیغوں میں) اور امر حاضر کے ایک صیغہ میں (واحد مذکر حاضر میں) اور صفتِ مشبہ کے تمام صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے اور باقی صیغوں میں بارز ہوتی ہے۔

(۲) قاعدہ: ضمیر منفصل کا استعمال اس وقت جائز ہے جب ضمیر متصل لانا دشوار ہو، اور اس کی چھ جگہیں ہیں: (۱) جب حصر کے ارادے سے ضمیر کو عامل پر مقدم کرنا ہو، جیسے إياك ضربتُ: تجھی کو میں نے مارا (۲) جب کسی مقصد سے (مثلاً حصر کرنا) عامل اور ضمیر میں فصل کیا جائے، جیسے ما ضربك إلا أنا: میں نے ہی تجھ کو مارا (۳) جب عامل محذوف ہو، جیسے إِيَّاكَ والشَّرَّ: برائی سے بچ، اس کی اصل اتَّقِ نفسَك

والشرَّ ہے، پہلے فعل کو حذف کیا، پھر ضمیر کو منفصل لائے (۴) جب عامل معنوی ہو جیسے أنا زید: أنا کا عامل معنوی یعنی ابتداء ہے (۵) جب عامل حرف ہو، اور ضمیر مرفوع ہو تو وہ حرف کے ساتھ نہیں جڑ سکتی، جیسے ما أنت قائما: تو کھڑا نہیں (۶) جب ضمیر کی طرف کوئی ایسی صفت منسوب کی گئی ہو جو موصوف کے علاوہ پر جاری ہو جیسے ہندہ نے زید کو مارا اور کہنے والے نے کہا: هندٌ زیدٌ ضارِبَته هی: ہندہ: زید: اس کو مارنے والی وہ ہے۔ اس میں هند: پہلا مبتدا ہے، زید: دوسرا، ضاربةٌ: زید کی خبر ہے۔ پس وہ اس کی صفت ہے (خبر درحقیقت مبتدا کی صفت ہوتی ہے) حالانکہ حقیقت میں یہ ہندہ کی صفت ہے، هٗ: ضاربة کا مفعول بہ ہے، اور هی اس کا فاعل ہے۔ پس اگر هی کو ضمیر منفصل نہیں لائیں گے تو اشتباہ پیدا ہوگا کہ مارنے والی ہندہ ہے یا زید؟ کیونکہ زید اقرب ہے۔

نوٹ: یہ مثال صحیح نہیں، کیونکہ ضاربة کی تانیث قرینہ ہے کہ مارنے والی ہندہ ہے۔ صحیح مثال یہ ہے: زیدٌ عمرٌو ضاربه هو ہے۔ اس میں زید: مبتدا اول، عمرو مبتدا ثانی، ضارب اپنے فاعل هو اور مفعول بہ هٗ کے ساتھ مل کر عمرو کی خبر ہے پس وہ اس کی صفت ہوگی حالانکہ وہ زید کے ساتھ قائم ہے یعنی مارنے والا زید ہے، پس جب صرف زید عمرو ضاربه کہیں گے تو اشتباہ ہوگا کہ مارنے والا زید ہے یا عمرو؟ بلکہ متبادر یہ ہوگا کہ مارنے والا عمرو ہے کیونکہ وہ ضارب کی ضمیر مستتر سے اقرب ہے، اور جب هو بڑھایا تو التباس ختم ہوگیا، کیونکہ ضمیر میں اصل اتصال ہے، انفصال خلاف اصل ہے، پس جب ضمیر منفصل لائیں گے تو سامع سمجھ جائے گا کہ مرجع بھی خلاف ظاہر ہوگا اور وہ زید ہے، اگر مرجع خلاف ظاہر نہ ہوتا تو انفصال کی ضرورت نہ تھی، غرض اس انفصال ہی سے التباس مرتفع ہوگا اس لئے یہاں ضمیر متصل لانا متعذر رہے۔

ترجمہ: (قاعدہ) پس مرفوع متصل خاص طور پر پوشیدہ ہوتی ہے: (الف) ماضی

میں: واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے لئے (ب) مضارع میں: متکلم کے لئے ہر حال میں یعنی متکلم کے دونوں صیغوں میں اور واحد مذکر حاضر اور واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے لئے (ج) اور صفت (اسم فاعل، اسم مفعول، صفتِ مشبہ اور اسم تفضیل) میں ہر حال میں یعنی خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث اور خواہ وہ واحد کا صیغہ ہو یا زائد کا ـــــ (قاعدہ) اور جائز نہیں منفصل مگر متصل کے دشوار ہونے کے وقت ـــــ اور وہ دشواری: (۱) اس کے عامل پر مقدم کرنے سے ہے (۲) یا کسی مقصد سے عامل سے جدا کرنے کی وجہ سے ہے (۳) یا عامل کے حذف کرنے کی وجہ سے ہے (۴) یا عامل کے معنوی ہونے کی وجہ سے ہے (۵) یا عامل کے حرف ہونے کی وجہ سے ہے درانحالیکہ ضمیر مرفوع ہو (۶) یا اس ضمیر کے ہونے کی وجہ سے منسوب کی گئی اس کی طرف کوئی ایسی صفت جو جاری ہوئی ہے اس شخص کے علاوہ پر جس کے لئے وہ صفت ہے (پھر ترتیب وار مثالیں ہیں) (وصفةٌ: مُسْنَدًا کا نائب فاعل ہے)

[قاعدة] وإذا اجتمع ضميرانِ، وليس أحدُهما مرفوعاً:

فإن كان أحدُهما أعرفَ، وقَدَّمْتَه، فلك الخيارُ في الثاني، نحوُ: أَعْطَيْتُكَهُ وأَعْطَيْتُكَ إياه، وضَرْبِيْكَ، وضربي إياك.(۱)

[قاعدة] والمختار في خبر بابِ كان: الانفصالُ.(۲)

[قاعدة] والأكثرُ: لولا أنت إلى آخرها، وعَسَيْتَ إلى آخرها؛ وجاء: لولاك وعَسَاكَ إلى آخرهما.(۳)

[قاعدة] ونونُ الوقاية مع الياء لازمة في الماضي، وفي المضارع: عَرِيًّا عن نون الإعراب.(٤)

[قاعدة] وأنت مع النون فيه، ولَدُنْ، وإِنَّ وأخَوَاتها مُخَيَّرٌ.(٥)

[قاعدة] ويُخْتَارُ في: ليتَ، ومِنْ، وعَنْ، وقَدْ، وقَطْ؛ وعكسُها لعلَّ.(٦)

(۱) قاعدہ: جب دو ضمیریں جمع ہوں، اور ان میں سے کوئی مرفوع متصل نہ ہوتو دو حال سے خالی نہیں: یا تو ایک ضمیر دوسری ضمیر سے اعرف ہوگی یا نہیں؟ پھر اعرف کو آپ پہلے لائے ہونگے یا نہیں؟ اگر کوئی اعرف ہے اور اس کو مقدم لائے ہیں تو دوسری ضمیر میں اختیار ہے خواہ اس کو متصل لائیں یا منفصل، جیسے **أعطیتُکه**: میں نے آپ کو وہ چیز دی، کاف اور ہا دو ضمیریں جمع ہوئیں اور حاضر کی ضمیر اعرف ہے اس لئے اس کو پہلے لائے اور غائب کی ضمیر کو بھی اس کے ساتھ متصل لائے، اور اگر آپ چاہیں تو کہیں: **أعطیتُك إیاہ** یعنی غائب کی ضمیر کو منفصل لائیں۔ دوسری مثال: **ضَرْبِیْك**: میرا تجھے مارنا، اس میں یاء ضمیر متکلم اعرف ہے اس کو متصل لائے اور کاف ضمیر خطاب اس سے کم درجہ کی ہے اس کو بھی متصل لائے اور اگر چاہیں تو کہیں **ضَرْبِیْ إیاك**: دوسری ضمیر کو منفصل لائیں ـــــــ اور اگر دونوں میں سے کوئی ضمیر اعرف نہ ہو بلکہ مساوی درجہ کی ہوں یا ایک ضمیر اعرف ہو مگر اس کو پہلے نہ لائے ہوں تو پھر دوسری ضمیر کو منفصل ہی لائیں گے۔ جیسے **أعطیتُه إیاہ** (ہ اور إیاہ دونوں مساوی ضمیریں ہیں) اور **أعطیتُه إیاك** (إیاك اعرف ہے مگر مقدم نہیں لائے اس لئے دوسری ضمیر کو منفصل لائیں گے)

(۲) قاعدہ: افعال ناقصہ کی خبر اگر ضمیر ہو تو اس کو منفصل لانا بہتر ہے، جیسے **کان زید قائما و کنتُ إیاہ**: زید کھڑا تھا اور میں بھی وہی تھا یعنی کھڑا تھا۔ کنت کی خبر **إیاہ** ضمیر منفصل لائی گئی ہے، کیونکہ کان وغیرہ کی خبر درحقیقت مبتدا کی خبر ہے، اور اس میں اصل انفصال ہے، اس لئے یہاں بھی انفصال مختار ہے۔

(۳) قاعدہ: اکثر **لولا** کے بعد ضمیر مرفوع منفصل آتی ہے، کیونکہ **لولا** کے بعد مبتدا آتا ہے جس کی خبر محذوف ہوتی ہے، جیسے **لولا أنت، لولا أنتما، لولا أنتم** (پوری گردان کریں) اور **عسی** کے بعد ضمیر مرفوع متصل آتی ہے کیونکہ **عسی** اکثر کے نزدیک فعل ہے اور اس کے بعد ضمیر: فاعل ہے اور ضمیر فاعل فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ جیسے **عَسَیْتَ، عَسَیْتُمَا** (پوری گردان کریں) اور **لولا** کے ساتھ ضمیر مجرور:

متصل آتی ہے، جیسے لولاكَ لولاكما (پوری گردان کریں) اسی طرح عسی کے ساتھ ضمیر منصوب متصل آتی ہے، جیسے عَسَاكَ، عَسَاكُما (پوری گردان کریں)

(۴) قاعدہ: جب فعل ماضی کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو ماضی کے تمام صیغوں میں نون وقایہ لانا ضروری ہے تاکہ ماضی کا آخر کسرہ سے محفوظ رہے، جیسے أکرمنی ـــــ اور مضارع کے جن صیغوں میں نون اعرابی نہیں ہے جب ان کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو بھی نون وقایہ لانا واجب ہے، جیسے یضربُنی، تضربنی۔

(۵) قاعدہ: مضارع کے ان صیغوں میں جن میں نونِ اعرابی ہے اگر یاء متکلم لاحق ہو تو نونِ وقایہ کے لانے نہ لانے میں اختیار ہے، جیسے یضرِبَانی (بغیر نونِ وقایہ) یَضْرِبَانِنِیْ (نون وقایہ کے ساتھ) اسی طرح لَدُن اور إنَّ وغیرہ حروف مشبہ بالفعل میں اختیار ہے، نونِ وقایہ لائیں یا نہ لائیں۔ کہیں: لَدُنِیْ اور لَدُنِّیْ، اور إِنِّیْ اور إِنَّنِیْ۔

(۶) قاعدہ: لیت، مِن، عن، قد اور قطّ کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو نونِ وقایہ لانا مختار ہے، کہیں گے: لیتَنِیْ، مِنِّی، عَنِّی، قَدْنِیْ اور قَطْنِیْ ـــــ اور لَعَلَّ میں نون وقایہ کا نہ لانا بہتر ہے، لعلّی کہیں گے لعلّنی ٹھیک نہیں۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور جب دو ضمیریں اکٹھا ہوں اور ان میں سے کوئی مرفوع نہ ہو ـــــ پس اگر ان میں سے کوئی اعرف ہو اور آپ اس کو مقدم کریں تو آپ کو دوسری میں اختیار ہے (خواہ اس کو متصل لائیں خواہ منفصل) ـــــ (قاعدہ) اور کان کے باب میں یعنی افعالِ ناقصہ کی خبر میں پسندیدہ: انفصال ہے ـــــ (قاعدہ) اور عام طور پر لولا أنت إلخ اور عسیتَ الخ آتا ہے اور آیا ہے: لولاك الخ اور عساك الخ ـــــ (قاعدہ) اور نونِ وقایہ ماضی میں یاء کے ساتھ ضروری ہے، اور مضارع میں: درانحالیکہ وہ نونِ اعرابی سے خالی ہو ـــــ (قاعدہ) اور آپ نون اعرابی کے ساتھ مضارع میں اور لَدُن اور حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ اختیار دیئے ہوئے ہیں یعنی خواہ

نونِ وقایہ لائیں یا نہ لائیں ـــــ (قاعدہ) اور نونِ وقایہ کا لانا پسند کیا گیا ہے لیت تا قط میں اور لعلَّ ان کلمات کے برعکس ہے یعنی اس میں نونِ وقایہ نہ لانا بہتر ہے۔

[قاعدة] ويُتَوَسَّطُ بين المبتدأ والخبر، قبلَ العوامل وبعدَها: صيغةُ مرفوعٍ منفصلٍ: مطابقٍ للمبتدأ؛ ويُسَمَّى: " فصلاً" لِيَفْصِلَ بين كونه نعْتاً وخبرًا.
وشرطه: أن يكون الخبرُ معرفةً، أو: أفعلَ من كذا، مثلُ: كان زيدٌ هو أفضلَ من عَمْرٍو؛ ولا موضِعَ له عند الخليل، وبعضُ العرب يجعله مبتدأً، وما بعدَه خَبَرُهُ.

ضمیر فصل کا قاعدہ: کبھی مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لاتے ہیں، جو واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، متکلم، مخاطب اور غائب ہونے میں مبتدا کے مطابق ہوتی ہے، اس کا نام ''ضمیر فصل'' ہے تاکہ خبر اور صفت کے درمیان فرق ہوجائے، یہ عامل کے داخل ہونے سے پہلے بھی لائی جاسکتی ہے اور بعد میں بھی، جیسے زید هو القائم: القائم کا عامل: معنوی ہے وہ جب القائم آئے گا تب کام کرے گا اور كنتَ أنت الرقيب عليهم میں الرقیب کا عامل کان ہے جو آگیا ہے پھر ضمیر فصل أنت لائے ہیں ـــــ اور ضمیر فصل لانے کے لئے شرط یہ ہے کہ خبر یا تو معرفہ ہو یا اسم تفضیل مستعمل بِمِنْ ہو، کیونکہ خبر اگر نکرہ ہوگی تو صفت سے اشتباہ ہوگا اور مِنْ کے ساتھ اسم تفضیل بحکم معرفہ ہوتا ہے ـــــ جیسے كان زيد هو أفضل من عمرو: هو کی وجہ سے أفضل من عمرو کے صفت ہونے کا شبہ زائل ہوگیا ـــــ اور خلیل نحوی ضمیر فصل کو ترکیب میں شامل نہیں کرتے پس مذکورہ مثال میں أفضل مفتوح ہوگا کیونکہ وہ کان کی خبر ہے اور كنت أنت الرقيب میں الرقیب مفتوح ہوگا اس لئے کہ وہ بھی کان کی خبر ہے اور بعض عرب ضمیر فصل کو مبتدا بناتے ہیں پس اس کا مابعد مرفوع

ہوگا پھر جملہ کا ماقبل سے ترکیبی تعلق ہوگا۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور مبتدا اور خبر کے درمیان لائی جاتی ہے، عوامل سے پہلے اور ان کے بعد: ایسی ضمیر مرفوع منفصل جو مبتدا کے موافق ہوتی ہے۔ اور کہلاتی ہے وہ ''ضمیر فصل'' تاکہ جدائی کرے وہ خبر کے صفت اور خبر ہونے کے درمیان —— اور اس کے لئے شرط یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل مِن کے ساتھ ہو، ....اور کوئی محلِ اعراب نہیں اس کے لئے خلیل کے نزدیک، اور بعض عرب اس کو مبتدا بناتے ہیں اور اس کے مابعد کو اس کی خبر بناتے ہیں۔

[قاعدة] ويتقدَّم قبلَ الجملة ضميرُ غائبٍ، يُسَمَّى ضميرَ الشان والقصةِ، يُفَسَّرُ بالجملة بعدَه.

ويكون متصلاً ومنفصلاً، مُسْتَتِرًا وبارزاً، على حَسْب العوامل، مثلُ: هو زيد قائم، وكان زيد قائم، وإنه زيد قائم.

وحذفه: منصوباً: ضعيفٌ، إلا مع " أَنَّ" إذا خُفِّفَتْ، فإنه لازم.

ضمیر شان کا بیان: جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ سے پہلے ضمیر غائب آتی ہے جو ضمیر شان اور ضمیر قصہ کہلاتی ہے، یہ ضمیر اگر مفرد مذکر ہو تو ضمیر شان کہلاتی ہے، جیسے هو زيد قائم اور ﴿هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ أى الأمر والشأن كذا اور اگر مفرد مؤنث ہو تو ضمیر قصہ کہلاتی ہے، جیسے هى هند مَلِيْحَة (ہندہ خوبصورت ہے) اور اس ضمیر غائب کی تفسیر بعد والا جملہ کرتا ہے —— اور ضمیر شان اور ضمیر قصہ متصل بھی آتی ہے اور منفصل بھی اور مستتر بھی ہوتی ہے اور بارز بھی۔ عامل کے تقاضے کے مطابق آئے گی یعنی اگر عامل انفصال کو چاہتا ہے تو منفصل آئے گی، اور عامل اتصال کو چاہتا ہے تو متصل آئے گی۔ اسی طرح اگر عامل میں ضمیر مستتر کی صلاحیت ہوگی تو مستتر ہوگی، ورنہ بارز آئے گی، جیسے هو زيد قائم (ضمیر منفصل کی مثال) كان زيد قائم (ضمیر

متصل مستتر کی مثال)إنه زید قائم (ضمیر متصل بارز کی مثال) ـــــ ضمیر شان اگر مرفوع ہوتو اس کا حذف جائز نہیں، کیونکہ عمدہ کا حذف جائز نہیں، لیکن اگر منصوب ہوتو اس کا حذف جائز ہے البتہ ٹھیک نہیں ـــــ مگر أنَّ مخففہ کے ساتھ اس کا حذف لازم ہے، جیسے﴿وَ آخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ للّٰهِ ربِّ الْعَالَمِيْنَ﴾:اوران کی آخری بات یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔

ترجمہ:(قاعدہ)اور جملے سے پہلے آتی ہے ضمیر غائب۔کہلاتی ہے وہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ، وضاحت کی جاتی ہے اس جملہ کے ذریعہ جو اس کے بعد آتا ہے ـــــ اور ہوتی ہے وہ متصل اور منفصل، مستتر اور بارز، عاملوں کے موافق............اور اس کا حذف کرنا منصوب ہونے کی حالت میں ضعیف ہے، مگر أنَّ کے ساتھ جبکہ وہ مخفف کردیا جائے، پس حذف لازم ہے۔

[٢-] أسماءُ الإشارة:

ما وُضع لمُشَارٍ إليه.

وهى: ذَا: للمذكر؛ ولِمُثَنَّاهُ: ذَانِ، وذَيْنِ؛ وللمؤنث: تَا، وذِیْ، وتِیْ، وتِهْ، وَذِهْ، وتِهِیْ، وذِهِیْ؛ ولمثناه: تَانِ، وتين؛ ولجمعهما: أولاء: مَدًّا وقَصْرًا.

[قاعدة] ويَلْحَقُها حرفُ التنبيه، ويَتَّصِلُ بها حرفُ الخطاب.[1]

وهى: خمسةٌ فى خمسةٍ، فيكون خمسةً وعشرين؛ وهى: ذَاكَ ـــ إلى ـــ ذَاكُنَّ؛ وذَانِكَ ـــ إلى ـــ ذَانِكُنَّ؛ وكذا البواقى.

[قاعدة] ويقال: ذَا: للقريب، وذلك: للبعيد، وذَاكَ: للمتوسطِ.

وتلك، وتَانِّكَ، وذَانِّكَ ـــ مشدَّدتين ـــ وأولائك: مثلُ: ذلك.

وأما: ثَمَّ، وهُنَا، وهَنَّا: فللمكان خاصة.

اسم اشارہ کا بیان

دوسرا مبنی: اسم اشارہ ہے۔ اسم اشارہ: وہ اسم ہے جو مشار الیہ کے لئے وضع کیا گیا ہے یعنی جس لفظ سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے وہ اسم اشارہ ہے۔ اور جس چیز کی طرف اشارہ کیا جائے اس کو مشار الیہ کہتے ہیں۔

اسمائے اشارہ یہ ہیں: ذَا (واحد مذکر کے لئے) ذَانِ ذَيْنِ (تثنیہ مذکر کے لئے: ذان: حالت رفعی کے لئے اور ذَيْن: حالتِ نصبی وجری کے لئے) تَا، ذِيْ، تِيْ، تِهْ، ذِهْ، تِهِيْ اور ذِهِيْ (واحد مؤنث کے لئے) تَانِ تَيْن (تثنیہ مؤنث کے لئے: تانِ: حالتِ رفعی کے لئے اور تَين: حالت نصبی وجری کے لئے) اور دونوں کی جمع کے لئے أُوْلَاءِ اور أُوْلٰى (مدّ اور قصر کے ساتھ جمع مذکر ومؤنث کے لئے)

(۱) قاعدہ: اسمائے اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ لاحق ہوتی ہے اور آخر میں کافِ خطاب، جیسے هذا اور ذاك۔ اور حروف خطاب پانچ ہیں: كَ (مفرد مذکر کے لئے) كُمَا (تثنیہ مذکر ومؤنث کے لئے) كُم (جمع مذکر کے لئے) كِ (واحد مؤنث کے لئے) اور كُنَّ (جمع مؤنث کے لئے) اور اسمائے اشارہ بھی پانچ ہیں (جمع مذکر ومؤنث کے لئے ایک لفظ ہے) پس پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس ہونگے۔ اس طرح:

(۱)	ذاكَ	ذاكما	ذاكم	ذاكِ	ذاكنَّ
(۲)	ذانِك	ذانكما	ذانكم	ذانكِ	ذانكنَّ
(۳)	تاكَ	تاكما	تاكم	تاكِ	تاكنَّ
(۴)	تانِك	تانكما	تانِكم	تانِكِ	تانكنَّ
(۵)	أولائك	أولائكما	أولائكم	أولئكِ	أولائكنَّ

(۲) قاعدہ: ذا: مشار الیہ قریب کے لئے ہے، ذلك: مشار الیہ بعید کے لئے ہے،

اور ذاكَ: مشار الیہ متوسط کے لئے ہے۔ اور تلك، تَانِّكَ، ذَانِّكَ اور أولائك: ذلك کی طرح مشار الیہ بعید کے لئے ہیں ـــــ اور ثَمَّ، هُنَا اور هَنَّا: خاص طور پر مکان (جگہ) کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

ترجمہ: (۲) اسمائے اشارہ: وہ اسم ہے جو مشارٌ الیہ کے لئے وضع کیا گیا ہو ـــــ اور اسمائے اشارہ: ذَا ہے واحد مذکر کے لئے اور اس کے تثنیہ کے لئے ذَانِ اور ذَین ہے، اور واحد مؤنث کے لئے تا اور ذی الخ ہے اور اس کے تثنیہ کے لئے تان اور تین ہے، اور دونوں کی جمع کے لئے أولاء ہے: مد کے ساتھ یعنی أولاء اور قصر کے ساتھ یعنی أولیٰ (قاعدہ) اور ملتا ہے یعنی شروع میں آتا ہے اسم اشارہ کے ساتھ حرف تنبیہ اور ملتا ہے یعنی آخر میں لگتا ہے ان کے ساتھ کاف خطاب اور اسمائے اشارہ پانچ ہیں ضرب دیئے ہوئے پانچ میں، پس ہونگے پچیس، اور وہ ذَاك سے ذاكن تک اور ذانك سے ذانكن تک ہیں اور اسی طرح باقی ـــــ (قاعدہ) اور ذَا: قریب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور ذلك: دور کے لئے، اور ذاك: درمیان کے لئے ـــــ اور تلك اور تانّك (تشدید کے ساتھ) اور ذانّك (تشدید کے ساتھ) اور أولائك: ذلك کی طرف (مشار الیہ بعید کے لئے) ہیں۔ اور رہاثَمَّ، اور هُنا اور هَنَّا تو وہ خاص طور پر جگہ کے لئے ہیں۔

[-۳] الموصول:

مالا يَتِمُّ جَزْءً إلا بصِلَةٍ وعائدٍ.

وصلتُه: جملة خبرية، والعائد ضمير له؛ وصلةُ الألف واللام: اسمُ فاعل، أو مفعولٍ.

وهي: الذی، والتی، واللذان، واللتان: بالألف والياء؛ والأولی، واللذِين، واللا ئی، واللاء، واللائِ، واللا تی، واللواتی، ومَنْ، وما،

وأيٌّ، وأيَّةٌ، وذُو الطَّائيةُ ، وذا بعدَ: ما للاستفهام، والألفُ واللام.
[قاعدة] والعائد المفعولُ يجوز حذفُه.

اسم موصول کا بیان

تیسرا مبنی: اسمائے موصولہ ہیں۔اسم موصول: وہ اسم ہے جو صلہ اور عائد کے ساتھ ملے بغیر جملہ کا جز نہ بن سکے ـــــ اور اس کا صلہ: جملہ خبریہ ہوتا ہے (جملہ انشائیہ صلہ نہیں ہوسکتا) اور عائد: صلہ میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے ـــــ اور الف لام بمعنی الذی کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے، جیسے الضارب: أی الذی ضرب اور المضروب: أی الذی ضُرِبَ۔

اسمائے موصولہ یہ ہیں: الذی (واحد مذکر کے لئے) التی (واحد مؤنث کے لئے) اللذان (تثنیہ مذکر کے لئے حالت رفعی میں) اللذَین (تثنیہ مذکر کے لئے حالت نصبی وجری میں) اللتان (تثنیہ مؤنث کے لئے حالت رفعی میں) اللتَین (تثنیہ مؤنث کے لئے حالت نصبی وجری میں) الأُولٰی (جمع مذکر ومؤنث کے لئے) اللذِیْن (جمع مذکر کے لئے) اللائِیْ (ہمزہ اور یاء کے ساتھ) اللاء (بغیر یاء کے ہمزہ کے ساتھ) اور اللايِ (بغیر ہمزہ کے یاء کے ساتھ) یہ تینوں جمع مذکر ومؤنث کے لئے ہیں۔مگر زیادہ تر ان کا استعمال جمع مؤنث کے لئے ہوتا ہے۔اور اللاتی اور اللواتی: صرف جمع مؤنث کے لئے ہیں۔ما بمعنی الذی (غیر ذوی العقول کے لئے) مَن بمعنی الذی (ذوی العقول کے لئے) أیٌّ بمعنی الذی (مذکر کے لئے) أَیة بمعنی الذی (مؤنث کے لئے) ذُو: قبیلۂ بنوطی کی لغت میں بمعنی الذی ہے۔اور ما استفہامیہ کے بعد ذا بمعنی الذی ہوتا ہے جیسے ماذا صنعتَ؟ أی ما الذی صنعتَ؟ اور وہ الف لام جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر آتے ہیں وہ بمعنی الذی ہوتے ہیں۔

قاعدہ: وہ ضمیر جو صلہ میں موصول کی طرف لوٹتی ہے اگر مفعول واقع ہو تو اس کو

حذف کرنا جائز ہے، اس لئے کہ مفعول فُضلہ ہے، جیسے﴿ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ أي يشاؤه۔

ترجمہ: اسم موصول: وہ اسم ہے جو جملہ کا پوری طرح جزء نہیں بنتا مگر صلہ اور لوٹنے والی ضمیر کے ساتھ۔ اور اس کا صلہ: جملہ خبریہ ہوتا ہے۔ اور اس میں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوتی ہے۔ اور الف لام بمعنی الذی کا صلہ خود اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتے ہیں۔ اور اسمائے موصولہ یہ ہیں: الذی اورالتی الخ ——— (قاعدہ) اور عائد مفعول کا حذف کرنا جائز ہے۔

[أحكامها]

[۱-] وإذا أخبرتَ بالذی: صَدَّرْتَهَا، وجعلتَ موضِعَ المُخْبَرِ عنه ضميراً لها، وأَخَّرْتَه خبراً عنه: فإذا أخبرتَ عن زيد من: "ضربتُ زيداً" قلتَ: "الذی ضربتُه زيدٌ"

[۲-] وكذلك الألف واللام فی الجملة الفعلية خاصةً، لِيَصِحَّ بناءُ اسم الفاعلِ أو المفعولِ.

فإن تعذَّر أمرٌ منها: تعذَّر الإخبارُ.

ومن ثَمَّ: امْتَنَعَ فی ضمير الشانِ، والموصوفِ، والصفةِ، والمصدرِ العاملِ، والحالِ، وفی الضمير المستحق لغيرها، والاسمِ المشتمل عليه.

اسمائے موصولہ کے احکام

(۱) کبھی متکلم کوئی بات کہتا ہے، اس کا کچھ حصہ سمجھ میں نہیں آتا چنانچہ جملہ کے اس جزء کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے پس اس کا جواب الذی کے ذریعہ دیا جاتا ہے،

اس جواب کے لئے تین شرطیں ہیں۔ مثلاً کہا: ضربتُ زیداً: سامع کی سمجھ میں پوری بات نہ آئی تو اس نے سوال کیا مَن ضربتَ؟ اب متکلم اپنے جملہ کے اس جز کے بارے میں الذی سے اطلاع دیتا ہے تو کہے گا: الذی ضربتُه زیدٌ: جس کو میں نے مارا وہ زید ہے۔ اس اخبار کے لئے تین شرطیں ہیں: ایک: التصدیر بالموصول: اسم موصول کو جوابی جملہ کے شروع میں لانا۔ دوسری: اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو مخبر عنہ یعنی اس جملہ کی جگہ میں رکھنا جس کے بارے میں خبر دی جارہی ہے یعنی زید کی جگہ میں رکھنا۔ تیسری: پھر اس کے بعد مخبر عنہ یعنی زید کو خبر بنا کر لانا اور کہنا: الذی ضربتُه زید۔

دوسری مثال: متکلم نے کہا: زید قائم/ قام سامع پوری بات نہ سمجھا۔ اس نے سوال کیا: من قام؟ اب متکلم اپنے بولے ہوئے جملہ کے جز: قائم/ قام کے بارے میں خبر دیتا ہے تو کہے گا: الذی قام هو زیدٌ: غرض تینوں شرطیں پائی جائیں گی تبھی الذی کے ذریعہ خبر دینا درست ہوگا، ورنہ نہیں۔

(۲) اور اگر الف لام بمعنی الذی کے ذریعہ اس جز جملہ کے بارے میں خبر دی جائے تو شرط یہ ہے کہ وہ جزء: جملہ فعلیہ کا جز ہو، اس لئے کہ اس الف لام کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے جو فعل ہی سے بنایا جاتا ہے، جیسے کسی نے کہا: قام زید سامع نے پوچھا: من قام ؟ تو جواب دیں گے: القائم زیدٌ۔ یہاں بھی مذکورہ تینوں باتیں شرط ہیں۔ الف لام کو جوابی جملہ کے شروع میں لانا، پھر مخبر عنہ کی جگہ ضمیر کو رکھنا (القائم میں جو ضمیر پوشیدہ ہے وہ زید کی طرف لوٹتی ہے) پھر مخبر عنہ کو خبر بنا کر لانا۔ اگر یہ تینوں شرطیں نہیں پائی جائیں گی تو الف لام بمعنی الذی سے خبر دینا صحیح نہ ہوگا۔ چنانچہ سات چیزوں کے بارے میں الذی یا الف لام بمعنی الذی کے ذریعہ خبر نہیں دے سکتے:

(۱) ضمیر شان کے بارے میں۔ کیونکہ ضمیر شان کلام کے شروع میں آتی ہے، پس اگر اس کو خبر بنا کر الذی کے بعد لائیں گے تو ضمیر شان کی شان یعنی کلام کے شروع

میں آنا باقی نہ رہے گی۔ جیسے کہا: إنه زيد قائم: بیشک شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہے۔ اس میں ضمیر شان إِنّ کا اسم ہے اور زيد قائم جملہ اسمیہ: إن کی خبر ہے۔ اب اگر کوئی اس جزِ جملہ یعنی ضمیر شان کے بارے میں دریافت کرے جو إن کا اسم ہے تو اس کا جواب الذی سے نہیں دیا جاسکتا۔

(۲) صرف موصوف کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی۔

(۳) اسی طرح صرف صفت کے بارے میں بھی الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی، کیونکہ ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے نہ صفت، پس اگر موصوف کے بارے میں بغیر صفت کے الذی کے ذریعہ خبر دیں گے تو ضمیر کا موصوف ہونا لازم آئے گا، اور صفت کے بارے میں بغیر موصوف کے الذی سے خبر دیں گے تو ضمیر کا صفت ہونا لازم آئے گا، اور یہ باطل ہے۔ جیسے کسی نے کہا: ضربتُ زيداً العاقلَ: اس جملہ میں نہ زید کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر دی جاسکتی ہے نہ العاقل کے بارے میں۔

(۴) مصدرِ عامل کے بارے میں بغیر اس کے معمول کے الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی۔ جیسے کسی نے کہا: عَجِبْتُ من دَقِّ القَصَّارِ الثوبَ: مجھے حیرت ہوئی دھوبی کے کپڑے کوٹنے سے۔ اب اگر دَقُّ القصار کے بارے میں بغیر اس کے معمول الثوب کے سوال ہو تو اس کا جواب الذی کے ذریعہ نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ مصدر عامل اپنے معمول سے مقدم ہوتا ہے پس اگر اس کو آخر میں لائیں گے وہ عمل نہیں کرے گا۔

(۵) اسی طرح حال کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر دینا ممتنع ہے، کیونکہ حال نکرہ ہوتا ہے اور ضمیر معرفہ، پس حال کی جگہ ضمیر نہیں آسکتی۔ جیسے کسی نے کہا: جاء زيد راكبا: اس میں راکباً حال ہے اور جز جملہ ہے، مگر اس کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی۔

(۶) اسی طرح جو ضمیر الذی کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہے اس کے بارے میں بھی الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی، جیسے کسی نے کہا: زيد ضربتُه: یہ ضمیر زید کی طرف

لوٹتی ہے، اب اگر اس ضمیر کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر دی جائے گی تو یہ بات ممکن نہیں، کیونکہ جوابی جملہ میں ضمیر الذی کی طرف لوٹے گی حالانکہ وہ زید کی ضمیر ہے۔

(۷) اسی طرح جملہ کا وہ جز جو اسم ہو اور کسی ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جو الذی کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہے تو بھی اس جز کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی۔ جیسے ضربتُ غلامه اس میں غلامه جملہ کا جز ہے اور اس میں جو ضمیر ہے وہ زید کی طرف لوٹتی ہے، پس اس جزء کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی (اسمائے موصولہ کے بقیہ احکام آگے آرہے ہیں)

ترجمہ: اسمائے موصولہ کے احکام: (۱) اور جب آپ الذی کے ذریعہ خبر دیں تو اس کو پہلے لائیں اور مخبر عنہ کی جگہ میں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر رکھیں اور اس مخبر عنہ کو پیچھے لائیں اسم موصول کی خبر بناتے ہوئے۔ مثلاً جب آپ ضربتُ زیداً کے زید کے بارے میں خبر دیں تو کہیں: الذی ضربتُه زید ـــــ (۲) اور اسی طرح الف لام ہے جملہ فعلیہ میں خاص طور پر تا کہ اسم فاعل یا اسم مفعول کی بناء صحیح ہو یعنی وہ صلہ بن سکیں ـــــ (۳) پس اگر دشوار ہو کوئی بات ان میں سے تو خبر دینا دشوار ہوگا ـــــ اور اسی جگہ سے ضمیر شان میں، موصوف اور صفت میں، مصدر عامل اور حال میں اور اس ضمیر میں جس کا مستحق کلمہ الذی کے علاوہ ہے یعنی وہ الذی کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہے اور اس اسم کے بارے میں جو الذی کے علاوہ کی ضمیر پر مشتمل ہو: الذی کے ذریعہ خبر دینا ممتنع ہے۔

[۳-] وما الاسمية: موصولةٌ، واستفهامية، وشرطيةٌ، وموصوفةٌ، وتامَّةٌ بمعنى شيءٍ، وصفةٌ.

[٤-] ومَنْ: كذلك، إلا في التامَّة، والصفة.

[٥-] وأَيٌّ وأَيَّةٌ: كَمَنْ.

[قاعدة] وهى معربةٌ وحدُها، إلا إذا حُذِفَ صدرُ صلتها.[۱]
[فائدة] وفى: "ماذا صنعتَ؟" وجهان: أحدهما: ماالذى؟ وجوابُه: رفعٌ؛ والآخر: أىُّ شيءٍ؟ وجوابُه: نصبٌ.[۲]

(۳) (اسمائے موصولہ کے باقی احکام) ما کی دو قسمیں ہیں: حرفیہ اور اسمیہ۔ ما حرفیہ: کافّہ یا نافیہ یا مصدریہ ہوتا ہے۔ اور ما اسمیہ چند معانی کے لئے آتا ہے: (۱) موصولہ بمعنی الذی، جیسے عرفتُ ما اشتريتَه: آپ نے جو خریدا اس کو میں نے جانا (۲) استفہامیہ جیسے ما عندك؟ آپ کے پاس کیا ہے؟ (۳) شرطیہ، جیسے ما تصنعْ أصنعْ: تم جو کروگے میں کرونگا (۴) موصوفہ (صفت لایا ہوا) اور اس کی صفت مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی، جیسے مررتُ بما مُعْجِبٍ لك: میں ایسی چیز کے پاس سے گذرا جس پر آپ کو حیرت ہوگی اور ربما تكره النفوس كذا: کبھی لوگ اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں (۵) تامّہ بمعنی شیئ جیسے ﴿فَنِعِمَّاهِيَ﴾ أی فنعما شيئًا هی: پس وہ چیز کیسی اچھی ہے! (۶) ماصفت واقع ہوتا ہے، جیسے أضربْه ضرباً مًّا أی ضرباً أىَّ ضربٍ كان: مار خواہ کوئی سا مارنا ہو۔

(۴) مَنْ بھی انہیں معانی کے لئے آتا ہے، مگر وہ تامہ اور صفت نہیں ہوتا، جیسے أكرمتُ من جاء ك أى الذى جاء ك (من موصولہ کی مثال) من عندك؟ (استفہامیہ کی مثال) من تضربْ أضربْ (شرطیہ کی مثال)

كفى بنا فضلاً على مَن غيرِنا ❁ حُبُّ النبىِّ محمدٍ إيَّانا
(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو محبوب جاننا بہت کافی دلیل ہے کہ ہم سب سے افضل ہیں)

على مَنْ غيرِنا: أى على شخصٍ غيرِنا (من موصوفہ کی مثال جس کی صفت مفرد ہے) من جاء ك قد أكرمته (من موصوفہ کی مثال جس کی صفت جملہ ہے)

(۵) أىٌّ اور أَيَّةٌ: مَن کی طرح ہیں یعنی وہ موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ اور موصوفہ

ہوتے ہیں اور تامّہ اور صفت نہیں ہوتے۔

(۱) قاعدہ: تمام اسمائے موصولہ مبنی ہیں، صرف أیٌّ اور أَیَّۃٌ معرب ہیں، مگر جب ان کے صلہ کا شروع حصہ حذف کیا جائے (اور یہ مضاف ہوں) تو یہ بھی مبنی ہوتے ہیں۔ جیسے ﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾ أی أیُّهم هو أشد: یہ رفع پر مبنی ہے۔

فائدہ: ماذا صنعتَ؟ میں دو احتمال ہیں: (۱) ما استفہامیہ ہو اور ذا بمعنی الذی ہو، پس ما مبتدا اور اس کا مابعد خبر یا اس کے برعکس ہوگا۔ پس اس کا جواب مرفوع ہوگا، چنانچہ ماذا صنعتَ؟ کا جواب ہوگا: خیرٌ وغیرہ أی الذی صنعتُه خیر (۲) ما استفہامیہ ہو بمعنی أیُّ شیئٍ اور ذا زائد ہو، پس اس کا جواب خیراً منصوب ہوگا۔

ترجمہ: (۳) اور ما اسمیہ: موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ، موصوفہ، تامہ بمعنی شیئ اور صفت ہوتا ہے ــــــ (۴) اور مَن اسی طرح ہے، مگر تامہ اور صفت ہونے میں ــــــ (۵) اور أیّ اور أیة: مَن کی طرح ہیں ــــــ (قاعدہ) اور أیّ اور أیة تنہا معرب ہیں، مگر جبکہ آپ اس کے صلہ کا شروع حصہ حذف کردیں (تو یہ بھی مبنی ہونگے) ــــــ (فائدہ) اور ماذا صنعتَ؟ کی دو صورتیں ہیں: ان میں سے ایک: ما الذی؟ ہے اور اس کا جواب: رفع ہے۔ اور دوسری: أیُّ شیئ؟ ہے اور اس کا جواب: نصب ہے۔

[٤-] أسماء الأفعال

ما كان بمعنى الأمر، أو الماضى، نحوُ: "رُوَيْدَ زيدًا" أى أَمْهِلْهُ، و"هيهاتَ ذلك" أى بَعُدَ.

[زِنَةُ فَعَالِ]

[١-] وفَعَالِ: بمعنى الأمر، من الثلاثى: قياسٌ، كَنَزَالِ بمعنى انْزِلْ.

[۲-] وَفَعَالِ: مصدراً: معرفةً كَفَجَارِ؛ وصفةً، مثلُ: يَا فَسَاقِ: مبنيٌّ لمشابهته له عَدْلاً وزِنَةً.

[۳-] وفَعَالِ: علماً للأعيان: مؤنثاً، كَقَطَامِ، وغَلَابِ: مبنيٌّ في الحجاز، ومعربٌ في تميم، إلا ما كان في آخره راءٌ، نحوُ: حَضَارِ.

اسمائے افعال کا بیان

چوتھا اسم مبنی: اسمائے افعال ہیں۔ اسم فعل: وہ اسم ہے جو فعل کے معنی دے۔ یہ اسماء دو طرح کے ہیں: (۱) وہ جو امر حاضر کے معنی دیتے ہیں، جیسے رُوَيْدَ زيداً: زید کو چھوڑ یعنی مہلت دے (۲) وہ جو فعل ماضی کے معنی دیتے ہیں، جیسے هيهاتَ ذلك: یہ دور کی کوڑی ہے۔ اور چونکہ امر حاضر اور فعل ماضی مبنی ہیں اس لئے ان کے معنی دینے والے یہ اسماء بھی مبنی ہیں۔

چند اسمائے افعال بمعنی امر: (۱) دُونك اللبنَ: دودھ لے (۲) عليك الرفْقَ: نرمی لازم پکڑ (۳) هَا زيداً: زید کو پکڑ (یہ تینوں رُوَيْد کی طرح اسم کو نصب دیتے ہیں) (۴) هَلُمَّ (آ) (۵) مَهْ (رُک) (٦) صَهْ (چپ) ان تینوں میں فاعل کی ضمیر أنت مستتر ہے۔

چند اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی: (۱) شَتَّانَ زيدٌ وعمرٌو: زید اور عمرو مختلف ہیں (۲) سَرْعَانَ زيدٌ: زید نے جلدی کی۔ یہ دونوں هيهات کی طرح اسم کو رفع دیتے ہیں۔

وزن فعال کا حکم

مذکورہ اسمائے افعال جو امر حاضر اور فعل ماضی کے معنی دیتے ہیں: سماعی ہیں۔ ان کے علاوہ اسم فعل کا ایک وزن فَعَال بھی ہے۔

(۱) ثلاثی مجرد سے اس وزن پر جو بھی لفظ بنایا جائے گا: اسم فعل ہوگا۔ جیسے نزل سے نَزَالِ بمعنی انْزِلْ، تَرَكَ سے تَرَاكِ بمعنی اتْرُكْ، مَنَعَ سے مَنَاعِ بمعنی امْنَعْ اور وہ امر کی مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوگا (رباعی سے اس وزن پر شاذ و نادر ہی الفاظ آتے ہیں)

(۲) اور فَعَالِ کے وزن پر آنے والا جو لفظ مصدر معرفہ سے یا صفتِ مؤنث سے معدول ہو وہ بھی مبنی ہوتا ہے جیسے فَجَارِ: الفجور سے معدول ہے، جس کے معنی ہیں: بدکاری کرنا اور فَسَاقِ: الفاسقة سے معدول ہے، جس کے معنی ہیں: گنہ گار عورت۔ اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن فعل میں مشابہت رکھتے ہیں۔

(۳) اور فَعَالِ کے وزن پر آنے والے جو الفاظ مؤنث کے نام ہیں، جیسے قَطَامِ (ایک عورت کا نام) اور غَلَابِ (یہ بھی ایک عورت کا نام ہے) یہ الفاظ اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہیں، کیونکہ یہ بھی فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن فعل میں مشابہ ہیں، اور بنوتمیم کے نزدیک یہ معرب ہیں، لیکن اگر ان کے آخر میں راء ہو جیسے حَضَارِ (ایک ستارے کا نام) تو وہ بنوتمیم کے نزدیک بھی مبنی ہے۔

ترجمہ: (۴) اسمائے افعال کا بیان: جو اسم فعل بمعنی امر یا بمعنی ماضی ہوتے ہیں، جیسے روید اور ھیہات (وزن فَعَالِ کا بیان) (۱) اور فَعَالِ کا وزن بمعنی امر ثلاثی مجرد سے قیاس ہے جیسے نَزَالِ: اتر (۲) اور فَعَالِ کے وزن پر مصدر معرفہ ہونے کی حالت میں جیسے فَجَارِ اور صفت ہونے کی حالت میں جیسے فَسَاقِ: مبنی ہوتے ہیں، اس کے مشابہ ہونے کی وجہ سے امر کے ساتھ عدل اور وزنِ فعل میں ——— (۳) اور فَعَالِ: مؤنث اشخاص کا نام ہونے کی حالت میں جیسے قطام اور غلاب: مبنی ہوتے ہیں اہل حجاز کے نزدیک اور معرب ہوتے ہیں بنوتمیم کے نزدیک، مگر وہ لفظ جس کے آخر میں راء ہو جیسے حَضَارِ (وہ بنوتمیم کے نزدیک بھی مبنی ہے)

[٥-] الأصوات

كلُّ لفظٍ حُكي به صوتٌ، أو صُوِّتَ به البهائمُ، فالأول: كَغَاقِ، والثاني: كَنَخَّ.

[٦-] المركبات

كلُّ اسمٍ من كلمتين، ليس بينهما نسبة.

[قاعدة] فإن تَضَمَّنَ الثاني حرفاً: بُنِيَا، كخمسةَ عَشَرَ، وحَادِيَ عشر وأَخَواتِها، إلا اثْنَيْ عَشَرَ؛ وإلا أُعْرِبَ الثاني، كبعلَبكَّ، وبُنِيَ الأول في الأفصح.

اسمائے اصوات کا بیان

پانچواں مبنی: اسم صوت ہے۔اسم صوت: وہ اسم ہے جس کے ذریعہ کسی جانور کی، یا کسی بے جان چیز کی آواز کی نقل کی جائے یا اس کے ذریعہ کسی جانور کو بلایا جائے، جیسے غَاقِ غَاقِ(کوے کی آواز کی نقل)أُحْ أُحْ(کھانسنے کی آواز) نَخَّ نَخِّ (اونٹ کو بٹھانے کے لئے بولتے ہیں)

مرکبات کا بیان

چھٹا مبنی: مرکب لفظ ہے۔اسم مرکب: ہر وہ اسم ہے دوکلموں سے بنا ہوا وران کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو یعنی ترکیب اسنادی،اضافی اور توصیفی نہ ہو۔

قاعدہ: اگر مرکب کا جز ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو دونوں جزء مبنی ہو نگے، جز اول اس لئے مبنی ہوگا کہ وہ دوسرے جز کا محتاج ہے، پس احتیاج میں وہ حرف کے مشابہ ہوگیا۔اور دوسرا جزء اس لئے مبنی ہوگا کہ وہ حرف کو جو مبنی الاصل ہے متضمن

ہے۔ جیسے حادی عشر سے تسعة عشر تک کے اعداد: واو کو متضمن ہیں، مگر اثنا عشر (اثنتا عشر) کا صرف جزء ثانی مبنی ہے، پہلا جزء معرب ہے، کیونکہ نون ساقط ہونے کی وجہ سے وہ مضاف کے مشابہ ہوگیا ہے ـــــ اور اگر جز ثانی حرف کو متضمن نہ ہوتو وہ معرب (غیر منصرف) ہوگا اور جزء اول فصیح ترین قول کے مطابق مبنی ہوگا، جیسے بَعْلَبَكَّ۔

ترجمہ: (۵) اسمائے اصوات کا بیان: اسم صوت: ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ کسی آواز کی نقل کی جائے یا اس کے ذریعہ جانوروں کو بلایا جائے۔ پس اول جیسے غَاقِ اور ثانی جیسے نخ ـــــ (۶) مرکبات بنائی کا بیان: مرکب: ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے مل کر بنا ہو (اور) ان دونوں کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو ـــــ (قاعدہ) پس اگر دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن ہوتو دونوں اسم مبنی ہونگے، جیسے خمسة عشر اور حادی عشر اور ان کی بہنیں، مگر اثنی عشر ـــــ ورنہ تو دوسرا اسم اعراب دیا جائے گا، جیسے بعلبك اور پہلا اسم مبنی ہوگا فصیح ترین استعمال میں۔

[۷-] الكنايات

كَمْ وكَذَا: للعدد؛ وكَيْتَ وذَيْتَ: للحديث.

[قاعدة] فكَمِ الاستفهامية: مُمَيِّزُها منصوبٌ مفردٌ؛ والخبرية: مجرورٌ: مفردٌ ومجموعٌ.(۱)

[قاعدة] وتدخلُ: "مِنْ" فيهما؛ ولهما صدرُ الكلام.(۲)

[قاعدة] وكلاهما يقع مرفوعاً، ومنصوباً، ومجروراً:(۳)

فكلُّ ما بعدَه فعلٌ، غيرُ مُشْتَغِلٍ عنه بضميره: كان منصوباً معمولاً على حَسَبِه؛ وكلُّ ما قبلَه حرفُ جر، أو مضاف: فمجرور؛ وإلا: فمرفوع: مبتدأٌ إن لم يكن ظرفاً، وخبرٌ إن كان ظرفاً.

[قاعدة] وكذلك أسماءُ الاستفهام، والشرط.[٤]

[قاعدة] وفى مثل: ع:" كَمْ عَمَّةٍ لكَ يا جَرِيْرُ وخالةٍ": ثلاثة أَوْجُهٍ.[٥]

[قاعدة] وقد يُحذف فى مثل:" كم مَالُكَ؟" و"كم ضربتَ؟".[٦]

اسم کنایہ کا بیان

ساتواں مبنی: اسم کنایہ ہے۔اسم کنایہ: وہ اسم ہے جس سے کسی مبہم چیز کو تعبیر کیا جائے۔ یہ چار لفظ ہیں:(۱) کَمْ(کتنا)(۲) کذا(اتنا)(۳)کیتَ(ایسا) (۴)ذَیْت(ایسا)۔اول دو مبہم عدد کے لئے ہیں اور آخری دو مبہم بات کے لئے ہیں، جیسے کم درهماً عندك؟ قبضتُ كذا وكذا درهما، قال فلان كيتَ وكيت/ ذيتَ وذيتَ۔

(۱) قاعدہ: کم کی دو قسمیں ہیں: استفہامیہ اور خبریہ:

(۱) کم استفہامیہ کے ذریعہ عدد دریافت کیا جاتا ہے، اور اس کے معنی ہیں: ’’کتنے‘‘ جیسے کم درهماً عندك؟ اور اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے۔

(۲) کم خبریہ عدد کی خبر دیتا ہے، اور اس کے معنی ہیں: ’’بہت‘‘ جیسے کم رجلٍ /رجالٍ عندی: میرے پاس بہت آدمی ہیں۔اور اس کی تمیز مجرور ہوتی ہے مفرد بھی ہوتی ہے اور جمع بھی۔مثالیں گذر چکیں۔

(۲) قاعدہ: کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں کی تمیز کے شروع میں من (بیانیہ) آتا ہے(اور اس وقت ان کی تمیز مجرور ہوگی) اور دونوں کو شروع کلام میں لانا ضروری ہے۔

(۳) قاعدہ: کم: خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ ہر ایک کی اعرابی حالتیں تین ہیں: وہ کبھی محلاً مرفوع ہوتا ہے، کبھی منصوب، کبھی مجرور۔

(۱) اگر دونوں کے بعد ایسا فعل آئے جو کم کی ضمیر میں مشغول نہ ہو تو کم منصوب ہوگا: کبھی مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے، جیسے کم یوماً سِرْتَ؟ اور کبھی مفعول بہ ہونے کی وجہ سے، جیسے کم رجلاً أکرمتَ؟ غرض جس طرح فعل کا اقتضاء ہوگا اس طرح منصوب ہوگا۔

(۲) اور اگر کم سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو تو محلاً مجرور ہوگا، جیسے بکم درهما اشتريتَ هذا العبد؟ اور غلامَ کم رجلاً اشتريت؟ (اور کم اگرچہ صدارتِ کلام کو چاہتا ہے مگر حرف جر کا عمل ضعیف ہے اس کا مجرور مقدم نہیں ہوسکتا اس لئے حرف جر پہلے آتا ہے پھر جار کے حکم میں مضاف کو بھی رکھا اور دونوں کی تقدیم نحویوں نے جائز رکھی)

(۳) اور اگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو کم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا، بشرطیکہ اس کی تمیز ظرف نہ ہو، جیسے کم رجلاً إخوتُك؟ اور اگر ظرف ہو تو کم خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا، جیسے کم یوماً سفَرُك؟

(۴) قاعدہ: کم کی طرح تمام اسمائے استفہام واسمائے شرط ہیں۔ سب میں چاروجوہ اعراب جاری ہوتی ہیں یعنی نصب وجر اور رفع بر بنائے ابتداء ورفع بر بنائے خبر (مجموعہ اسمائے استفہام وشرط میں یہ چاروں وجوہ جاری ہوتی ہیں نہ کہ ہر ایک کلمہ میں) اور جو شرطیں کم میں مذکور ہوئیں وہی شرطیں اسمائے استفہام وشرط میں بھی ملحوظ ہوتی ہیں۔

(۵) قاعدہ: اگر کم محتمل استفہام وخبر ہو اور اس کی تمیز محتمل ذکر وحذف ہو تو وہاں تین وجوہ جائز ہیں: (۱) تمیز کا رفع: مبتدا ہونے کی بنا پر (۲) نصب: کم استفہامیہ ہونے کی تقدیر پر (۳) جر: کم خبریہ ہونے کی تقدیر پر۔ جریر: فرزدق کی ہجو میں کہتا ہے:

کم عمةٍ لك يا جريرُ وخالةٍ ۞ فَدْعاً قد حَلَبَتْ عليَّ عِشَارِی

(تیری کتنی ہی پھوپھیاں اور خالائیں کج دست جنھوں نے میری دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں دوہی ہیں!) اس میں عمة میں تینوں وجوہ جائز ہیں۔

(۶) قاعدہ: اگر قرینہ موجود ہو تو تمیز کو حذف کر سکتے ہیں، جیسے کم مالكُ؟ أی کم درهماً مالك؟ اور قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا اور کم ضربت؟ أی کم مرةً ضربتَ؟ اور قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا۔

ترجمہ: (۷) اسمائے کنایہ کا بیان: کم اور کذا: گنتی کے لئے ہیں۔ اور کیت اور ذیت: بات کے لئے ہیں —— (قاعدہ) پس کم استفہامیہ کا ممیّز منصوب مفرد ہوتا ہے۔ اور کم خبریہ کا ممیّز مفرد اور جمع ہوتا ہے —— (قاعدہ) اور دونوں میں مِن داخل ہوتا ہے، اور دونوں کے لئے صدارتِ کلام ہے —— (قاعدہ) اور دونوں مرفوع، منصوب اور مجرور واقع ہوتے ہیں: پس ہر وہ کم جس کے بعد فعل ہو، جو اس سے اس کی ضمیر میں مشغول ہونے والا نہ ہو: منصوب ہوگا، اپنے عامل کے موافق معمول ہونے کے طور پر —— اور ہر وہ کم جس سے پہلے حرف یا مضاف ہو: پس وہ مجرور ہے —— ورنہ: پس وہ مرفوع ہے: مبتدا ہے اگر وہ ظرف نہ ہو، اور خبر ہے اگر وہ ظرف ہو —— (قاعدہ) اور اسی طرح اسمائے استفہام وشرط ہیں —— (قاعدہ) اور کم عمةٍ جیسی مثال میں تین صورتیں ہیں —— (قاعدہ) اور کبھی کم مالك؟ اور کم ضربتَ؟ جیسی مثالوں سے تمیز حذف کی جاتی ہے۔

[۸-] الظروف

منها: ما قُطِعَ عن الإضافة، كَقَبْلُ، وبعدُ؛ وأُجْرِيَ مَجْرَاهُ: "لاغَيْرُ" و"ليس غيرُ" و"حَسْبُ" [۱]

ومنها: حيثُ؛ ولا يُضاف إلا إلى الجملة في الأكثر. [۲]

ومنها: إذا؛ وهي للمستقبل؛ وفيها معنى الشرط؛ ولذلك: اخْتِيْرَ

بعَدها الفعل؛ وقد تكون للمُفَاجَأَةِ، فيلزَم المبتدأُ بعدها.[٣]
ومنها: إذ: للماضى؛ ويقع بعدها الجملتان.[٤]

اسمائے ظروف کا بیان

آٹھواں مبنی: اسمائے ظروف ہیں۔ اسم ظرف: وہ اسم ہے جو کام کے زمانہ پر یا جگہ پر دلالت کرے۔ ظرف کی دو قسمیں ہیں: ظرف زمان و ظرف مکان۔ چند ظرف زمان: إذ (جب) إذا (جب) متی (جب) أیان (کب) أمسِ (گذشتہ کل) حیث (جہاں) أین (کہاں) عند (پاس) لدیٰ (پاس) لَدُن (پاس) قدَّام (آگے) خَلْف (پیچھے) تحتَ (نیچے) فوقَ (اوپر)

اسمائے ظروف کے احکام

(۱) جو اسمائے ظروف اضافت سے قطع کئے گئے ہیں وہ مبنی ہیں۔ جیسے قبل اور بعد: لازم الاضافت ہیں۔ ان کا مضاف الیہ کبھی مذکور ہوتا ہے اس وقت دونوں معرب ہوتے ہیں اور کبھی محذوف ہوتا ہے، پھر کبھی نسیاً منسیاً ہوتا ہے اس وقت بھی یہ معرب ہوتے ہیں اور کبھی مضاف الیہ مَنوی ہوتا ہے اس وقت یہ مبنی ہوتے ہیں، کیونکہ اس حالت میں مضاف الیہ کی طرف احتیاج کی وجہ سے وہ حرف کے مشابہ ہوجاتے ہیں۔ (یہی حکم تحتَ، فوقَ، قدامَ، خلفَ اور وراءَ کا ہے) ـــــ اور دوسرے تین لفظ اگرچہ ظرف نہیں ہیں مگر حذف مضاف الیہ اور ضمہ پر مبنی ہونے میں ظروف مقطوع الاضافت کی طرح ہیں۔ وہ یہ ہیں (۱) لاغیر بمعنی صرف جیسے افعل هذا لاغیرُ (۲) لیس غیرُ، جیسے جاء نی زید لیس غیرُ (۳) حَسْبُ (فقط) جیسے فعلتُ هذا حسبُ: میں نے فقط یہ کام کیا۔ یہ تینوں زیادت ابہام میں مشابہت کی وجہ سے ظروف مقطوع الاضافت کے قائم مقام کئے گئے ہیں۔

(۲) ظروف مبنیہ میں سے حیث ہے، اور وہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے اجلسْ حیثُ زیدٌ جالس: جہاں زید بیٹھا ہے وہاں بیٹھ۔ اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ نہ مضاف ہوتا ہے نہ مضاف الیہ، اور جہاں ایسا ہو وہاں مصدر کی تاویل کی جاتی ہے اور وہی مصدر محذوف مضاف الیہ ہوتا ہے، پس یہ بھی مقطوع الاضافہ ہوا۔

(۳) ظروف مبنیہ میں سے إذا ہے، اور وہ زمانۂ مستقبل کے لئے ہے اگرچہ وہ ماضی پر داخل ہو جیسے إذا طلعتِ الشمس ـــــ اور إذا میں شرط کے معنی ہوتے ہیں، چنانچہ اس کے بعد فعل کا لانا پسندیدہ ہے، کیونکہ فعل کو شرط کے ساتھ مناسبت ہے ـــــ اور کبھی إذا مفاجات کے لئے ہوتا ہے، پس اس کے بعد مبتدا آنا ضروری ہے جیسے خرجتُ فإذا السبع۔

(۴) ظروف مبنیہ میں سے إذ ہے، اور وہ زمانہ ماضی کے لئے ہے، اگرچہ وہ مستقبل پر داخل ہو۔ اور اس کے بعد کبھی جملہ اسمیہ آتا ہے، جیسے کان ذلك إذ زید قائم: ہوا یہ جبکہ زید کھڑا تھا، اور کبھی جملہ فعلیہ آتا ہے۔ جیسے ﴿نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ مدد کی حضور کی اللہ نے جب ان کو نکال دیا کافروں نے۔

ترجمہ: (۹) اسمائے ظروف کا بیان: ان میں وہ ظروف ہیں جو اضافت سے کاٹے گئے ہیں، جیسے قبل اور بعد۔ اور اس کی جگہ میں جاری کئے گئے ہیں: لا غیر، لیس غیر اور حسب ـــــ اور ان میں سے حیث ہے اور اکثری احوال میں وہ جملہ ہی کی طرف مضاف کیا جاتا ہے ـــــ اور ان میں سے إذا ہے اور وہ مستقبل کے لئے ہے اور اس میں شرط کے معنی ہیں، اور اسی وجہ سے اس کے بعد فعل پسند کیا گیا ہے اور کبھی وہ مفاجات کے لئے ہوتا ہے پس اس کے بعد مبتدا لازم ہے ـــــ اور ان میں سے إذ ہے جو ماضی کے لئے اور اس کے بعد دو جملے آتے ہیں۔

ومنها:

[١-] أينَ، وأنّٰى: للمكان: استفهاماً، وشرطاً.(١)

[٢-] ومَتٰى: للزمان: فيهما.(٢)

[٣-] وأيَّانَ: للزمان: استفهاماً.(٣)

[٤-] وكيفَ: للحال: استفهاماً.(٤)

[٥-] ومُذْ، ومُنْذ: بمعنى أولِ المدة، فَيَلِيْهِمَا المفرد المعرفة؛ وبمعنى جميع المدة، فيليهما المقصودُ بالعدد؛ وقد يقع المصدر، أو الفعلُ، أو أَنَّ، أو أَنْ: فيقدَّر زمانٌ مضافٌ؛ وهو مبتدأٌ، وخبرُه ما بعدَه، خلافاً للزجاج.(٥)

ومنها: لَدىٰ، ولَدُنْ؛ وقد جاء لَدْنِ، ولَدَنْ، ولُدْنِ، ولَدْ، ولُدْ، ولَدُ.(٦)

ومنها:

[١-] قَطُّ: للماضى المنفيِّ.(٧)

[٢-] وعَوْضُ: للمستقبل المنفى.

[قاعدة] والظروف المضافة إلى الجملة، و" إذ" يجوز بناؤها على الفتح.(٨)

[قاعدة] وكذلك مِثْلُ، وغيرُ: مع ما ، وأنْ، وأَنَّ.(٩)

(١)ظروف مبنیہ میں سے أين اور أنّٰی ہیں جو مکان(جگہ) کے لئے ہیں یہ کبھی استفہام کے لئے آتے ہیں، جیسے أين زيد؟: زید کہاں ہے؟ اور أنى زيد؟: زید کہاں ہے؟ اور کبھی شرط کے لئے ہوتے ہیں، جیسے أين تكنْ أكنْ: جہاں تم ہوگے میں ہوؤنگا اور أنى تجلسْ أجلسْ: جہاں تم بیٹھوگے میں بیٹھونگا۔

(۲) اور متی زمانے کے لئے ہے استفہام اور شرط دونوں کے لئے آتا ہے، جیسے متی الساعة؟ قیامت کب آئے گی؟ اور متی تخرجْ أخرجْ: جب تم نکلوگے میں نکلونگا۔

(۳) اور أَیَّانَ: بھی زمانے کے لئے ہے صرف استفہام کے لئے آتا ہے شرط کے لئے نہیں آتا، جیسے أَیَّانَ یومُ الدین؟ جزاء کا دن کب ہے؟

نوٹ: أیان: ان امور عظام میں استعمال کیا جاتا ہے جن کا وجود آئندہ زمانہ میں ہونے والا ہے اور متی عام ہے، پس أیَّانَ یومُ زید: زید کا دن کب ہے؟ کہنا صحیح نہیں اور متی یوم زید کہنا صحیح ہے۔

(۴) کیف: حالت دریافت کرنے کے لئے ہے، جیسے کیف زید؟ زید کا کیا حال ہے؟

(۵) مُذْ اور مُنْذُ:

(۱) کبھی ابتدائے مدت بتانے کے لئے آتے ہیں، اس وقت ان کے بعد مفرد معرفہ بلافصل آتا ہے، جیسے ما رأیتُه مذ/ منذ یوم الجمعة۔

(۲) اور کبھی یہ پوری مدت بتانے کے لئے آتے ہیں، اس وقت ان کے بعد وہ عدد آتا ہے جو مقصود ہوتا ہے خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع، جیسے ما رأیتُه مذ/ منذ یوم/ یومین/ ثلاثة أیام۔

(۳) اور کبھی ان کے بعد مصدر یا فعل یا أَنَّ (مثقّلہ) یا أنْ (مخففہ) آتا ہے اور ان صورتوں میں مذ اور منذ کے بعد لفظ زمان مقدر ہوتا ہے جو ان چار کی طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے ما خرجتُ مذ أَنْ ذهبتَ أی مذ زمانِ ذهابك۔

اور مذ اور منذ میں سے ہر ایک مبتدا ہوتا ہے اور ان کا مابعد خبر ہوتا ہے۔ اور زجاج نحوی اس کے برعکس کہتے ہیں ان کے نزدیک مذ اور منذ خبر مقدم ہوتے ہیں اور ان کا مابعد مبتدا مؤخر ہوتا ہے۔

(۶) اور ظروف مبنیہ میں سے لدی اور لَدُنْ ہیں، جو عند کے معنی میں ہوتے ہیں اوران میں چندلغات اور بھی ہیں: لَدْنِ، لَدَنْ، لُدْنِ، لَدْ، لُدْ اور لَدُ۔

(۷) اور ظروف مبنیہ میں سے (۱) قَطّ ہے، اور وہ ماضی منفی میں استغراق کے لئے آتا ہے، جیسے ما ضربتُه قطّ: میں نے اس کو کبھی نہیں مارا (اور کبھی مخفف ہوتا ہے یعنی قَطْ) (۲) اور عَوْضُ ہے۔ اور وہ مستقبل منفی میں استغراقِ نفی کے لئے آتا ہے، جیسے لا آكلُه عَوْضُ: میں اس کو کبھی نہیں کھاؤنگا۔

(۸) قاعدہ: وہ ظروف جو جملہ یا کلمہ إذ کی طرف مضاف ہوتے ہیں ان کا فتح پر مبنی ہونا جائز ہے، جیسے ﴿يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ اس میں یوم: جملہ کی طرف مضاف ہے اور مبنی بر فتح ہے۔ دوسری مثال ﴿من خزی يَوْمَئِذٍ﴾ اس میں یوم: إذ کی طرف مضاف ہے اور مبنی بر فتح ہے۔

(۹) قاعدہ: مثل اور غیر جبکہ ما، أنْ اور أنَّ کے ساتھ آئیں تو جواز اعراب وبناء میں مذکورہ ظروف کی طرح ہیں یعنی جملہ کی طرف مضاف ہونے میں ظروف مذکورہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اس لئے دونوں کا مبنی بر فتح ہونا جائز ہے اور معرب ہونا بھی۔ جیسے قیامی مثلَ ماقام زید: میرا کھڑا ہونا زید کے کھڑے ہونے کی طرح ہے۔

ترجمہ: (۱) أين اور أنّٰى: جگہ کے لئے ہیں: بطور استفہام اور بطور شرط ——— (۲) اور متی: زمانہ کے لئے ہے دونوں میں یعنی استفہام وشرط میں ——— (۳) اور أيان: زمانہ کے لئے ہے: استفہام کے طور پر ——— (۴) اور کیف: حالت کے لئے استفہام کے طور پر ——— (۵) اور مذ اور منذ: اولِ مدت کے معنی میں، پس ان دونوں سے متصل آئے گا مفرد معرفہ اور جمیع مدت کے معنی میں، پس ان دونوں سے متصل آئے گا وہ جو عدد سے مقصود ہے ——— اور کبھی ان کے بعد مصدر، یا فعل، یا أنَّ یا أنْ آتا ہے پس لفظ زمان مضاف مقدر مانا جاتا ہے اور وہ مبتدا ہوتا ہے اور اس کا

مابعد اس کی خبر ہوتا ہے، برخلاف زجاج کے ـــــــ اور ان میں سے: لدی الخ ہیں ـــــــ اور ان میں سے: (۱) قطّ ہے ماضی منفی کے لئے (۲) اور عَوْض ہے مستقبل منفی کے لئے ـــــــ (قاعدہ) اور وہ اسمائے ظروف جو جملہ کی طرف اور إذ کی طرف مضاف ہوتے ہیں ان کو فتح پر مبنی کرنا جائز ہے ـــــــ (قاعدہ) اور اسی طرح مثلُ اور غیرُ: ما، أنْ اور أنَّ کے ساتھ ہیں۔

مشقی سوالات

(۱) مبنی کی تعریف کرو، اس کی حرکتوں کے نام بتاؤ اور اس کا حکم بیان کرو اور آٹھ مبنیات شمار کرو

(۲) ضمیر کی تعریف کرو، ضمیر غائب کا مرجع تین طرح سے مذکور ہوتا ہے، اس کی مع امثلہ وضاحت کرو

(۳) ضمیر متصل اور منفصل کی تعریف کرو۔ ضمیریں کتنی ہیں؟ مرفوع کا کیا مطلب ہے؟ منصوب کا کیا؟ اور مجرور کا کیا؟

(۴) ضمیروں کی پانچوں انواع کی گردانیں سناؤ

(۵) ضمیر مرفوع متصل: ماضی، مضارع اور صفت کے کن صیغوں میں مستتر ہوتی ہے؟ اور صفت سے کیا مراد ہے؟

(٦) ضمیر منفصل کب استعمال کی جائے گی؟ وہ چھ مقامات مع امثلہ بیان کرو جہاں ضمیر متصل نہیں لائی جاسکتی۔ چھٹی جگہ خاص طور پر واضح طور پر بیان کرو۔

(۷) جب دو ضمیریں جمع ہوں اور ان میں سے کوئی ضمیر مرفوع نہ ہو اور ان میں سے ایک اعرف ہو، اور اس کو پہلے لایا جائے تو دوسری کیسی لائی جائے گی؟

(۸) افعال ناقصہ کی خبر ضمیر ہو تو اس کو کیسی ضمیر لانی چاہئے؟ مثال دیں

(۹) لولا اور عسی کے بعد کیسی ضمیر آتی ہے؟

(۱۰) نونِ وقایہ ماضی اور مضارع کے کن صیغوں میں لانا ضروری ہے؟ اور نونِ وقایہ کیا ہے؟

(۱۱) مضارع میں نون اعرابی کے ساتھ نونِ وقایہ لانے کا کیا حکم ہے؟ لدن اور حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ کیا حکم ہے؟

(۱۲) لیت وغیرہ پانچ حروف میں نونِ وقایہ لانا کیسا ہے؟ اور لعل میں کیسا ہے؟

(۱۳) ضمیر فصل کا قاعدہ بیان کریں۔ وہ کہاں لائی جاتی ہے؟ کونسی لائی جاتی ہے؟ کیوں لائی جاتی ہے؟ اور اس کے لئے شرط کیا ہے؟ اور کیا وہ ترکیب میں شامل ہوتی ہے؟

(۱۴) ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا قاعدہ بیان کریں۔ اور اس کا حذف کرنا کب ضعیف ہے؟ اور کب لازم ہے؟

(۱۵) اسم اشارہ کی تعریف کریں۔ اسمائے اشارہ کیا ہیں؟

(۱۶) اسمائے اشارہ کے شروع اور آخر میں کیا حروف ملتے ہیں؟ کافِ خطاب ملنے سے کل اسمائے اشارہ کتنے ہوتے ہیں؟

(۱۷) قریب کے لئے، دور کے لئے اور درمیان کے لئے کونسے اسمائے اشارہ ہیں؟ ثم اور ھنا کس لئے ہیں؟

(۱۸) اسم موصول کی تعریف کریں۔ صلہ کیسا جملہ ہوتا ہے اور اس میں کیا چیز ضروری ہے؟ اور الف لام بمعنی الذی کا صلہ کیا آتا ہے؟

(۱۹) تمام اسمائے موصولہ شمار کراؤ۔ ذو الطائیۃ کیا ہے؟

(۲۰) عائد کا حذف کب جائز ہے؟ مثال بھی دو

(۲۱) الذی کے ذریعہ جز جملہ کے بارے میں خبر دی جائے تو اس کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۲) الف لام بمعنی الذی کے ذریعہ جز جملہ کے بارے میں خبر دی جائے تو کیا

شرطیں ہیں؟اور کیوں ہیں؟

(۲۳) وہ سات چیزیں کیا ہیں جن کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جا سکتی؟ اور کیوں نہیں دی جا سکتی؟ تفصیل کے ساتھ مع امثلہ بیان کرو

(۲۴) ما اسمیہ کتنے معانی کے لئے آتا ہے۔مع امثلہ بیان کرو

(۲۵) مَن کتنے معانی کے لئے آتا ہے مع امثلہ بیان کرو

(۲۶) أیّ اور أیة کے معانی بیان کرو اور بتاؤ یہ دونوں کب معرب ہوتے ہیں اور کب مبنی ہوتے ہیں؟

(۲۷) ماذا صنعتَ؟ میں دو احتمال کیا ہیں اور دونوں صورتوں میں جواب کیسا ہوگا؟

(۲۸) چند اسمائے افعال بمعنی امر اور بمعنی ماضی مع امثلہ بیان کرو۔اور فعالِ کے وزن پر آنے والے اسماء کے احکام بیان کرو

(۲۹) اسمائے اصوات کی تعریف کرو اور مثالیں دو

(۳۰) مرکبات کی کیا تعریف ہے؟ ان کے اعراب و بناء کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۳۱) اسماء کنایہ کیا ہیں؟ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کیسی ہوتی ہے؟ مع امثلہ بیان کرو۔دونوں کی تمیز پر مِنْ آ سکتا ہے؟ مثال دو،صدارتِ کلام کس کے لئے ضروری ہے؟

(۳۲) کم استفہامیہ اور کم خبریہ کب مرفوع،کب منصوب اور کب مجرور ہوتے ہیں،مع امثلہ و ترکیب بیان کرو

(۳۳) اسمائے استفہام و شرط میں کیا کیا وجوہ اعراب جاری ہوتے ہیں؟

(۳۴) کم عمةٍ جیسی مثال سے کیا مراد ہے؟اوران میں تین وجوہ کیا ہیں؟

(۳۵) کم مالك؟ اور کم ضربتَ میں کیا چیز محذوف ہے؟ اور اس کا قرینہ کیا ہے؟

(۳۶) وہ کونسے اسمائے ظروف ہیں جو اضافت سے علحدہ کئے گئے ہیں؟ اور ان کے حکم میں کونسے الفاظ ہیں؟

(۳۷) حیث کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۳۸) إذا کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۳۹) إذ کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۴۰) أین اور أنی کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۱) متی کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۲) أیان کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۳) کیف کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۴) مذ اور منذ کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۴۵) لدی اور لدن میں اور کیا کیا تلفظ ہیں؟

(۴۶) قط کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۷) عَوْضُ کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۸) جملہ اور إذ کی طرف مضاف اسمائے ظروف کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۴۹) مثل اور غیر کا ما، أنْ اور أَنَّ کے ساتھ کیا حکم ہے؟
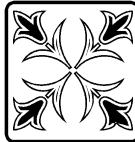
المعرفة والنكرة

المعرفة: ما وُضع لشيئ بعينه؛ وهى: المضمرات، والأعلام، والمبهمات، وما عُرِّفَ باللام، أو النداءِ، والمضافُ إلى أحدها معنى.

والعَلَم: ما وُضع لشيئ بعينه، غيرَ متناول غيرَه بوضعٍ واحدٍ.

[قاعدة] وأَعْرَفُها: المُضمر المتكلمُ، ثم المخاطَب.

النكرة: ما وُضع لشيئ لابعينه.

معرفہ اور نکرہ کا بیان

معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔
معرفہ: سات ہیں: (۱) تمام ضمیریں (ضمیروں میں اعرف المعارف متکلم کی ضمیریں ہیں، ان میں التباس سب سے کم ہے، ان کے بعد حاضر کی ضمیریں ہیں اور آخر میں غائب کی ضمیریں ہیں) (۲) اَعلام (نام) عَلم: وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، اور وہ ایک وضع سے اس کے علاوہ کو شامل نہ ہو، جیسے ایک شخص کا اس کے باپ نے ''زید'' نام رکھا اب اس وضع (مقرر کرنے) سے کوئی دوسرا انسان زید نہیں ہوسکتا (۳) اسمائے اشارہ (۴) اسمائے موصولہ (ان دونوں کو مبہمات کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی مشار الیہ اور صلہ پر دلالت واضح نہیں ہوتی) (۵) معرف باللام، جیسے الرجل (۶) معرف بحرفِ ندا، جیسے یا رجلُ (۷) اور وہ اسم جو معرفہ کی مذکورہ پانچوں قسموں (معرف بہ ندا کے علاوہ) کی طرف مضاف ہو، جیسے

غلامك (ضمیر کی طرف مضاف)غلام زید(علم کی طرف مضاف)غلام هذا (اسم اشارہ کی طرف مضاف)غلام الذی عندی (اسم موصول کی طرف مضاف) اورغلام الرجل(معرف باللام کی طرف مضاف)اور اضافت سے مراد: اضافت معنوی ہے، کیونکہ اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔اور معرف بحرفِ ندا کو اس لئے مستثنیٰ کیا کہ اس کی طرف اضافت نہیں ہوسکتی ـــــ اور نکرہ: وہ اسم ہے جس کو کسی غیر معین چیز پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔معرفہ کی سات قسموں کے علاوہ تمام اسماء نکرہ ہیں۔

ترجمہ: معرفہ اور نکرہ کا بیان: معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ اور معارف: ضمیریں، اعلام(نام) مبہمات یعنی اسمائے موصولہ اور اسمائے اشارہ ہیں اور وہ اسم ہے جو لام کے یا حرفِ ندا کے ذریعہ متعین کیا گیا ہو۔اور وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنوی کیا گیا ہو ـــــ اور عَلَم: وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، درانحالیکہ نہ شامل ہونے والا ہو اس کے علاوہ کو ایک وضع سے ـــــ (قاعدہ) اور ضمیروں میں سب سے زیادہ متعین متکلم کی ضمیریں ہیں پھر حاضر کی ـــــ نکرہ: وہ اسم ہے جو کسی غیر متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

أسماء العدد:

ما وُضع لكمِّيَّةِ آحادِ الأشياء.وأصولُها اثنتا عَشْرَةَ كلمةً: واحدٌ إلى عشرة، ومائة وألف تقول: واحدٌ، اثنان ...... واحدة، اثنتان، وثنتان ...... وثلاثةٌ ــــ إلى ــــ عشرة، وثلاث ــــ إلى ــــ عَشَرٍ ...... أحد عشر، اثنا عشر...... إحدىٰ عَشْرة، اثنتا عَشْرَة...... وثلاثة عشر ــــ إلى ــــ تسعة عشرة ...... ثلاث عَشْرَة ــــ إلى ــــ تِسْعَ

عَشْرَةَ ـــ وتميمٌ تُكْسِرُ الشين في المؤنث ـــ وعشرون، وأَخَوَاتها: فيهما ...... أحد وعشرون، إحدى وعشرون ـــ ثم بالعطف بلفظ ما تقدم ـــ إلى تسعة وتسعين ...... مائةٌ وألفٌ، مائتان وألفان: فيهما؛ ثم بالعطف على ما تقدم.

[فائدة] وفي ثَمَانِيَ عَشْرَةَ: فتح الياء، وجاز إسكانُها، وشَذَّ حذفُها بفتح النون.[1]

اسمائے اعداد کا بیان

اسمائے عدد: وہ الفاظ ہیں جن کو چیزوں کی مقدار (تعداد) بیان کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جیسے ایک، دو وغیرہ۔ اور بنیادی اعداد بارہ ہیں: واحدٌ، اثنانِ، ثلاثةٌ، أربعةٌ، خمسةٌ، ستةٌ، سبعةٌ، ثمانيةٌ، تسعةٌ، عشرةٌ، مائةٌ، ألفٌ، باقی تمام اعداد ان سے مرکب ہیں۔

اعداد کے استعمال کا طریقہ: واحد (مفرد مذکر کے لئے ہے) واحدة (مفرد مؤنث کے لئے ہے) اثنان (تثنیہ مذکر کے لئے ہے) ثنتان اور اثنتان (تثنیہ مؤنث کے لئے ہے) پھر ثلاثة سے عشرة تک کے اعداد خلاف قیاس مستعمل ہیں یعنی مذکر کے لئے علامتِ تانیث کے ساتھ اور مؤنث کے لئے بغیر علامتِ تانیث کے۔ کہیں گے: ثلاثةُ رجالٍ اور ثلاثُ نسوةٍ (اور اعتبار معدود کے مفرد کا ہے وہ مذکر ہو تو عدد مؤنث ہوگا اور وہ مؤنث ہو تو عدد مذکر آئے گا) پھر گیارہ، بارہ قاعدہ کے موافق آئیں گے۔ أحدعشر /اثنا عشر رجلاً (مذکر کے لئے دونوں جزء مذکر ہونگے) اور إحدى عشرة اور اثنتا عشرة یا ثنتا عشرة امرأةً (مؤنث کے لئے دونوں جزء مؤنث آئیں گے) پھر تیرہ تا انیس میں پہلا جزء خلاف قیاس اور دوسرا جزء موافق قیاس آئے گا مذکر میں کہیں گے: ثلاثةَ عشر رجلاً تا تسعةَ عشر رجلاً اور مؤنث کے

لئے کہیں گے: ثلاث عشرة امرأة تا تسع عشرة امرأة ـــــ اورقبیلۂ بنوتمیم تیرہ تا انیس میں عشرۃ کی شین کو کسرہ دیتے ہیں اور عَشِرَۃٌ کہتے ہیں تا کہ مسلسل چار زبر جمع نہ ہو جائیں۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ ۃ علحدہ کلمہ ہے اس لئے چار زبروں کا تسلسل لازم نہیں آتا ـــــ پھر عشرون سے تسعون تک آٹھ دہائیوں میں مذکر ومؤنث یکساں ہیں۔ کہا جاتا ہے: خمسون رجلاً اور خمسون امرأةً ـــــ اور عشرون کے بعد ہر دہائی کے پہلے دو عددوں (مثلاً اکیس، بائیس) میں پہلا عدد معدود کے موافق آئے گا اور دوسرا یکساں رہے گا۔ کہا جائے گا: واحد وعشرون رجلاً، اثنان وعشرون رجلا اور إحدى وعشرون امرأة، ثنتان/ اثنتان وعشرون امرأة ـــــ پھر ۲۳-۲۹ سات اعداد میں پہلا جزء خلاف قیاس ہوگا، اور دوسرا یکساں رہے گا ـــــ اور مائة، ألف اور ان کا تثنیہ یکساں ہوتا ہے۔ کہا جائے گا: مائة/ الف/ مائتان/ ألفان رجلٍ/ امرأةٍ ـــــ اس کے بعد جب مائة پر کوئی عدد زائد ہو تو عطف کے ساتھ مذکورہ بالا قاعدہ کے موافق لائیں گے، جیسے مائة وثلاثة رجال، مائة وثلاث نسوة۔

(۱) فائدہ: ثَمَانِيَ عشرة میں اصل یاء کا فتحہ ہے، اس لئے کہ اعداد مرکبہ فتح پر مبنی ہیں، مگر یاء کو ساکن کرنا بھی جائز ہے، کہیں گے ثَمَانِيْ عشرة، لیکن یاء کو حذف کر کے نون کو فتحہ دینا شاذ ہے۔

ترجمہ: اسم عدد: وہ اسم ہے جو چیزوں کے افراد کی مقدار بیان کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے ـــــ اور بنیادی اعداد بارہ لفظ ہیں: ایک سے دس تک اور سو اور ہزار۔ کہے گا تو (مذکر کے لئے) واحد، اثنان الخ ـــــ اور بنوتمیم مؤنث میں عَشِرَةٌ کی شین کو کسرہ دیتے ہیں ـــــ عشرون اور اس کی بہنیں: دونوں میں یعنی مذکر ومؤنث دونوں میں ـــــ پھر عطف کے ذریعہ اس لفظ سے جو پہلے گذرا یعنی مذکورہ اسماء اعداد بعینہٖ بغیر کسی تبدیلی کے ـــــ (فائدہ) اور ثمانیَ عشرة میں یاء کا فتحہ ہے،

اوراس کوساکن کرنا جائز ہے اورنادر ہے اس کا حذف کرنا نون کے فتح کے ساتھ۔

[قاعدة] ومميِّزُ الثلاثةِ ـــ إلى ـــ العشرةِ: مخفوضٌ ومجموعٌ: لفظاً أو معنىً؛ إلا في ثلاث مائة ـــ إلى ـــ تسع مائة، وكان القياس: مِئَاتٍ أو مِئِيْنَ.(۱)

[قاعدة] ومميِّزُ أحد عشر ـــ إلى ـــ تسعة وتسعين: منصوب مفرد.(۲)

[قاعدة] ومميِّزُ مائةٍ وألفٍ، وتثنيتِهما وجمعِه: مخفوضٌ مفردٌ.(۳)

[قاعدة] وإذا كان المعدودُ مؤنثاً، واللفظُ مذكراً، أو بالعكس: فوجهان.(٤)

[قاعدة] ولا يُمَيَّزُ واحدٌ، واثنان: استغناءً بلفظ التمييز عنهما، مثلُ: رجل، ورجلان، لإفادة النصِّ المقصودَ بالعدد.(٥)

(۱) **قاعدہ:** ثلاثة سے عشرة تک کی تمیز مجرور ہوتی ہے اور جمع آتی ہے، خواہ لفظاً جمع ہو یا معنیً، جیسے رجال اور رهط، لیکن جب ان اعداد کی تمیز لفظ مائة آئے تو مفرد مجرور ہوگی، جیسے ثلاث مائةٍ سے تسعُ مائةٍ تک۔ اور مائة: مفرد اس لئے آتا ہے (قاعدہ سے جمع آنا چاہئے) کہ مائة کی دو جمعیں ہیں: ایک: جمع مذکر سالم مئون/ مئين دوسری جمع مؤنث سالم مآتٌ: اور دونوں ثلاثة اور اس کی اخوات کی تمیز نہیں ہوسکتیں، اول اس لئے نہیں ہوسکتی کہ عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف جائز نہیں، اور ثانی میں چند تاؤں کا جمع ہونا لازم آئے گا، اس مجبوری میں مفرد مائة کو تمیز لاتے ہیں۔

(۲) **قاعدہ:** أحد عشر تا تسعة وتسعين (۱۱-۹۹) کی تمیز مفرد اور منصوب آتی ہے، جیسے أحد عشر كوكباً۔

(۳) قاعدہ: مائۃ اور ألف کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے، اسی طرح دونوں کے تثنیہ کی تمیز اور صرف ألف کی جمع کی تمیز بھی مفرد مجرور ہوتی ہے، جیسے مائة/ ألف/ مائتا/ ألفا/ آلاف رجل/ امرأة (اور مائۃ کی جمع تمیز کے ساتھ استعمال نہیں کی جاتی ثلاث مآتِ رجل نہیں کہتے، جبکہ ثلاثۃ آلاف رجل کہتے ہیں)

(۴) قاعدہ: جب معدود معنی کے اعتبار سے مؤنث اور لفظ کے اعتبار سے مذکر ہو، جیسے لفظ شَخْصٌ سے مؤنث اشخاص مراد لیں تو وہ معنیً مؤنث ہوگا اور لفظاً مذکر یا اس کے برعکس ہو جیسے نفس (مؤنث سماعی) سے کوئی مرد مراد لیں تو وہ معنی مذکر اور لفظاً مؤنث ہوگا: ایسی صورت میں دو وجہیں جائز ہیں۔ لفظ کی رعایت کرنا اور معنی کی رعایت کرنا۔ پس بصورتِ اولیٰ ثلاثۃ أشخاصٍ بھی کہہ سکتے ہیں (معنی کی رعایت کرکے) اور ثلاث أشخاص بھی (لفظ کی رعایت کرکے) اور بصورتِ ثانی ثلاثۃ أنفس بھی کہہ سکتے ہیں، اور ثلاث أنفس بھی۔

(۵) قاعدہ: واحدٌ اور اثنان کی تمیز نہیں آتی، واحد رجل اور اثنا رجل نہیں کہتے، کیونکہ جب خود رجل اور رجلان باعتبار مادہ کے جنس پر دلالت کرتے ہیں اور باعتبار صیغہ کے وحدت و تثنیہ پر تو پھر تمیز کی کیا ضرورت ہے؟

ترجمہ: اور ثلاثۃ سے عشرۃ تک کی تمیز مجرور اور جمع ہے لفظاً یا معنیً، مگر ثلاث مائةٍ سے تسع مائة تک۔ اور قیاس مئات یا مئین تھا ـــــ (قاعدہ) گیارہ سے ننانوے تک کی تمیز منصوب مفرد ہے ـــــ (قاعدہ) مائة اور ألف اور دونوں کے تثنیہ اور ألف کے جمع کی تمیز مجرور مفرد ہے ـــــ (قاعدہ) اور جب معدود مؤنث ہو اور لفظ مذکر ہو یا برعکس ہو تو دو صورتیں ہیں ـــــ (قاعدہ) واحد اور اثنان کی تمیز نہیں لائی جاتی، تمیز کے لفظ سے استغناء ہو جانے کی وجہ سے ان دونوں عددوں سے، جیسے رجل رجلان: نص کے فائدہ دینے کی وجہ سے عدد سے مقصود کا۔ یعنی خود رجل اور رجلان عدد پر دلالت کرتے ہیں۔

[قاعدة] وتقول في المفرد من المتعدد، باعتبارِ تصييره: الثانِيَ والثانيةَ ــــ إلى ــــ العاشر والعاشرة، لاغيرُ.

وباعتبار حاله: الأولَ والثاني، والأولى والثانية ــــ إلى ــــ العاشر والعاشرة، والحادي عشر والحادية عَشَرَةَ، والثاني عَشَرَ والثانيةَ عشَرَ ــــ إلى ــــ التاسع عَشَرَ والتاسِعَةَ عَشْرَةَ.

ومن ثَمَّ قيل:[۱]

في الأول: ثالثُ اثنين، أي مُصَيِّرُهُمَا ثلاثةً: من ثَلَثْتُهُمَا.

وفي الثاني: ثالثُ ثلاثةٍ، أي أحدُها.

وتقول: حادِيَ عَشَرَ أَحَدَ عَشَرَ: على الثاني خاصةً.[۲]

وإن شئتَ قلت: حادِيْ أحدَ عَشَرَ ــــ إلى تاسعِ تسعةَ عَشَرَ: فَتُعْرِبُ الأول.

عدد (گنتی) کی دو قسمیں ہیں: عدد ذاتی اور عددِ وصفی: عددِ ذاتی: صرف گنتی کا نام ہے۔ اس میں عدد کے مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اور عدد وصفی میں عدد کے مرتبہ کا بھی لحاظ ہوتا ہے، جیسے دو: عدد ذاتی ہے اور دوسرا عدد وصفی ہے۔ پھر عدد وصفی کی دو صورتیں ہیں: ایک: عدد کے مرتبہ کا اعتبار کرنا اس کو مصنف رحمہ اللہ نے ''حال'' کا نام دیا ہے یعنی عدد کی ذاتی حالت کا اعتبار کرنا۔ دوسری: عدد میں ماتحت عدد کا اعتبار کرنا۔ اس کو مصنف رحمہ اللہ نے تصییر کا نام دیا ہے۔ تصییر کے معنی ہیں: بنانا۔ کسی بھی عدد میں ایک شامل کیا جائے تو اوپر کا عدد وجود میں آتا ہے یہی تصییر ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ عدد حال (مرتبہ ظاہر کرنے والی گنتی) ایک سے غیر متناہی تک جاتی ہے اور اس گنتی کے لئے فاعِلٌ کا وزن استعمال کیا جاتا ہے، جیسے ثالثٌ، رابعٌ وغیرہ۔ اور اس گنتی میں مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث

صیغے استعمال کئے جاتے ہیں: مذکر کے لئے کہیں گے (السَّطرُ) الأول، الثاني، الثالث: العاشر تک پھر الحادي عشر، الثاني عشر، الثالث عشر إلخ (دونوں جز مذکر) پھر العشرون، الواحد والعشرون، الثاني والعشرون إلخ (پہلا جز مذکراور دہائی یکساں) المائة، الألف۔ اور مؤنث کے لئے کہیں گے (الصَّفْحَةُ) الأولى، الثانية، الثالثة إلخ الحادية عشرة، الثانية عشرة، الثالثة عشرة إلخ (دونوں جزءمؤنث) العشرون، إحدى وعشرون، الثانية وعشرون إلخ (پہلا جزءمؤنث اور دہائیاں یکساں) المائة، الألف۔

اور ماتحت عدد کو مافوق عدد بنانے کے لئے یعنی تصییر کے لئے بھی فاعِلٌ کا وزن استعمال کرتے ہیں، مگر یہ گنتی دو سے دس تک ہی آتی ہے۔ چونکہ ایک سے نیچے کوئی عدد نہیں اس لئے ایک کا عدد تصییر نہیں آتا۔ اس گنتی کے لئے بھی کہیں گے: الثاني، الثالث، العاشر تک (مذکر کے لئے) اور الثانية، الثالثة: العاشرة تک (مؤنث کے لئے)

(۱) قاعدہ: تصییر کی صورت میں عدد کی ماتحت عدد کی طرف اضافت کریں گے، کہیں گے: ثالث اثنين: دو کو تین کرنے والا عدد۔ اور حال کی صورت میں برابر کے عدد کی طرف یا مافوق کی طرف اضافت کریں گے۔ کہیں گے: ثالثُ ثلاثةٍ: تین میں کا تیسرا، یا کہیں گے ثالث خمسة: پانچ میں کا تیسرا۔

(۲) قاعدہ: مرکب عدد کی مرکب عدد کی طرف اضافت باعتبار تصییر کے نہیں ہوسکتی کیونکہ عدد اس اعتبار سے دس سے تجاوز نہیں کرتا۔ البتہ باعتبار حال کے اضافت ہوسکتی ہے۔ پس کہیں گے: حادي عشر أحد عشر: یعنی گیارہواں۔ اور اگر چاہیں تو پہلے عدد کا دوسرا جز حذف کردیں اور کہیں حادي أحد عشر، مگر اس صورت میں پہلے عدد کا جز اول معرب ہوگا، اس لئے کہ اس کا مبنی ہونا وسط کلمہ میں واقع ہونے کی وجہ سے تھا، پس جب مرکب اول کا جز ثانی ساقط ہوگیا تو جز اول وسط کلمہ میں نہ رہا

اس لئے معرب ہوگا۔

ترجمہ: اور کہے تو متعدد سے مفرد میں: اس مفرد کے بنانے کے اعتبار سے: الثانی اور الثانیة: العاشر اور العاشرة تک فقط ـــــ اور مفرد کی حالت کے اعتبار سے الأول اور الثانی الخ ـــــ اور اسی جگہ سے کہا گیا اول میں یعنی تصییر میں ثالث اثنین یعنی دو کو تین بنانے والا، ثَلَثْتُهما سے ثالث ماخوذ ہے ـــــ اور کہے تو دوسری صورت میں یعنی حالت کے اعتبار سے ثالث ثلاثة یعنی تین میں سے ایک اور کہے تو گیارہ کا گیارہ دوسری صورت میں خاص طور پر ـــــ اور اگر چاہے تو کہے: حادی أحد عشر سے تاسع تسعة عشر تک، پس پہلے جز کو اعراب دیں۔

المذكر والمؤنث

المؤنث: ما فيه علامةُ التأنيث: لفظاً أو تقديراً؛ والمذكر: بخلافه.

وعلامته: التاء، والألفُ: مقصورةً أو ممدودةً.

وهو: حقيقي ولفظي:

فالحقيقي: ما بإزائه ذَكَرٌ من الحيوان، كَامْرَأَةٍ، وناقةٍ؛ واللفظي: بخلافه، كظلمة، وعينٍ.

[قاعدة] وإذا أُسْنِدَ الفعلُ إليه: فبالتاء؛ وأنت في ظاهِرِ غيرِ الحقيقي بالخيار.(۱)

[قاعدة] وحكمُ ظاهِرِ الجمع ـــ غيرِ المذكر السالم ـــ مطلقاً: حكمُ ظاهِرِ غيرِ الحقيقي.(۲)

[قاعدة] وضميرُ العاقلين ـــ غيرَ المذكر السالم ـــ فعلتْ وفعلوا؛ والنساءِ والأيامِ: فعلتْ وفَعَلْنَ.(۳)

مذکر ومؤنث کا بیان

جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں: مذکر اور مؤنث۔ مؤنث: وہ اسم ہے جس میں تانیث کی کوئی علامت پائی جائے، خواہ لفظوں میں پائی جائے یا مان لی گئی ہو، جیسے فاطمة (تانیث لفظی کی مثال) أرض (تانیث معنوی کی مثال) أرض کی اصل أرضة ہے، کیونکہ اس کی تصغیر أُریضة آتی ہے —— اور مذکر: وہ اسم ہے جس میں تانیث کی کوئی علامت نہ پائی جائے، جیسے رجل، فرس، کتاب —— اور تانیث کی علامتیں تین ہیں: (۱) گول ة جیسے فاطمة (۲) الف مقصورہ جیسے صغری (۳) الف ممدودہ جیسے حمراء —— پھر مؤنث کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور لفظی۔ مؤنث حقیقی: وہ ہے جس کے مقابل نَر جاندار ہو، جیسے امرأة اور ناقة۔ اور مؤنث لفظی: وہ ہے جس کے مقابل نر جاندار نہ ہو، جیسے ظلمة (تاریکی) عَيْنٌ (آنکھ، چشمہ)

(۱) قاعدہ: جب فعل: مؤنث حقیقی کی طرف مسند ہو تو فعل میں تائے تانیث لازم ہے، جیسے ضربتْ هند عمراً اور اگر فعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرف مسند ہو تو فعل مذکر ومؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں۔ جیسے طلعت/ طلع الشمس۔

(۲) قاعدہ: جمع مذکر سالم کے علاوہ کوئی بھی اسم ظاہر جمع: فاعل ہو تو وہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کے حکم میں ہے، یعنی فعل علامت تانیث کے ساتھ بھی لا سکتے ہیں اور بغیر علامتِ تانیث کے بھی۔ اور یہ حکم مطلقاً ہے یعنی خواہ اس جمع کا واحد: مؤنث ہو۔ جیسے مؤمنات یا اس کا واحد: مؤنث نہ ہو، جیسے رجال جیسے إذا جاء ك المؤمنات اور جاء ت الرجال بھی صحیح ہے۔ (اور جمع مذکر سالم کو اس حکم سے خارج اس لئے کیا کہ اس کے فعل میں علامتِ تانیث لانا بالکل جائز نہیں، جیسے جاء الزيدون ہی کہنا ضروری ہے، جاء ت الزيدون نہیں کہہ سکتے)

(۳) قاعدہ: جب فاعل جمع مذکر سالم کے علاوہ جمع مذکر عاقل (وہ جمع مکسر جو

انسانوں کے لئے ہو) کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو تو فعل کو واحد مؤنث اور جمع مذکر دونوں طرح لا سکتے ہیں، جیسے الرجال جاء ت / جاء وا ـــــ اور اگر فاعل جمع مؤنث ہو خواہ ذوی العقول ہو جیسے نساء یا غیر ذوی العقول ہو جیسے عیون یا جمع مذکر غیر عاقل ہو، جیسے أیام تو فعل واحد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں، جیسے النساءُ قالت/ قلن، الأیام مرَّتْ/ مَرَرْن۔

ترجمہ: مذکر و مؤنث کا بیان: مؤنث: وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت ہو، خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً۔ اور مذکر: اس کے برخلاف ہے ـــــ اور تانیث کی علامت: تاء اور الف ہے، خواہ مقصورہ ہو یا ممدوہ ـــــ اور تانیث: حقیقی اور لفظی ہے۔ پس حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں نر جاندار ہو، جیسے عورت اور اونٹنی۔ اور لفظی: اس کے برخلاف ہے۔ جیسے ظلمة (تاریکی) اور عین (چیز، آنکھ وغیرہ) ـــــ (قاعدہ) اور جب فعل کی اسناد کی جائے مؤنث حقیقی کی طرف تو تاء کے ساتھ ہوگی۔ اور آپ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں مختار ہیں ـــــ (قاعدہ) اور ہر طرح کی جمع اسم ظاہر میں علاوہ جمع مذکر سالم کے: اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے یعنی اختیار ہے کہ علامتِ تانیث لائیں یا نہ لائیں ـــــ (قاعدہ) اور جمع مذکر عاقل کی طرف لوٹنے والی ضمیر، علاوہ جمع مذکر سالم کے: فعلتْ اور فعلوا ہے یعنی خواہ واحد مؤنث کی ضمیر لائیں خواہ جمع مذکر کی ـــــ اور عورتوں اور ایام کی طرف لوٹنی والی ضمیر: فعلتْ اور فَعَلْنَ ہے یعنی خواہ واحد مؤنث غائب کی ضمیر لائیں خواہ جمع مؤنث غائب کی (والنساءِ کا عطف العاقلین پر ہے)

المثنّٰی:

مالَحِقَ آخِرَه ألفٌ أو یاءٌ: مفتوحٌ ما قبلَها، ونونٌ مسکورةٌ، لِیَدُلَّ علی أن معه مثلَه من جنسه.

[قاعدة] فالمقصور: إن كانت أَلِفُه عن واو، وهو ثلاثي: قُلِبَتْ واواً، وإلا فبالياء.(١)

[قاعدة] والمدود: إن كانت هَمْزَتُه أصليةً: ثَبُتَتْ، وإن كانت للتأنيث: قُلِبَتْ واواً؛ وإلا: فالوجهان.(٢)

[قاعدة] وتُحْذَفُ نونُه للإضافة.(٣)

[فائدة] وحُذفت تاء التأنيث في:" خُصْيَانِ" و" أَلْيَانِ"(٤)

تثنیہ کا بیان

تثنیہ: وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے۔ واحد کے آخر میں حالتِ رفعی میں الف ماقبل مفتوح اور حالتِ نصبی وجری میں یاء ماقبل مفتوح اور دونوں کے بعد نون مکسور بڑھانے سے تثنیہ بنتا ہے۔ جیسے جاء الرجلان، رأیت الرجلین، مررت بالرجلین ۔

(۱) قاعدہ: ہر اسم مقصور جس کا الف: واو سے بدلا ہوا ہو، اور وہ ثلاثی کلمہ ہو، تو تثنیہ بناتے وقت اس الف کو واو سے بدل دیں گے، جیسے عصی سے عَصَوَان، ورنہ یعنی اس کے علاوہ تمام صورتوں میں یاء سے بدلیں گے، جیسے رَحٰی سے رَحَیَانِ (دو چکیاں) فتی سے فتیان (دو جوان) وغیرہ۔

(۲) قاعدہ: ہر وہ اسم جس کے آخر میں الف ممدودہ ہو: (۱) اگر وہ ہمزہ اصلی ہو تو تثنیہ بناتے وقت ثابت رہے گا، جیسے قُرَّاء سے قُرَّاءَ انِ (۲) اور اگر ہمزہ تانیث کا ہو تو واو سے بدل جائے گا، جیسے حمراء سے حمراوان (دو سرخ عورتیں) (۳) ورنہ یعنی اگر ہمزہ نہ اصلی ہو نہ تانیث کا تو اس کو ثابت رکھنا بھی جائز ہے اور واو سے بدلنا بھی جائز ہے، جیسے کِسَاء سے کساء ان اور کساوان (دو چادریں) اور داء سے داءان اور داوان (دو بیماریاں)

(۳) قاعدہ: تثنیہ کا نون اضافت کے وقت گر جاتا ہے، جیسے مسلمان سے

مسلمًا مصرٍ۔

(۴) فائدہ: خُصْيَةٌ (فوطہ) اور أَلْيَةٌ (سرین) کے تثنیہ میں تائے تانیث کو گرادیتے ہیں، کہتے ہیں: خُصْيانِ، أَلْيَانِ۔ کیونکہ یہ الفاظ لازم التثنیہ ہیں، فوطے دو ہیں اور سرین بھی دو ہیں اس لئے تثنیہ بمنزلۂ کلمہ واحدہ کے ہے۔ اور علامتِ تانیث وسط کلمہ میں نہیں آتی۔ ورنہ اصل قاعدہ سے تاء باقی رہتی جیسے شجرۃ سے شجرتان۔

ترجمہ: تثنیہ: وہ اسم ہے جس کے آخر سے الف یا یاء ملے، جن کا ماقبل مفتوح ہو اور نونِ مکسورہ ملے، تاکہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اس کے مانند ہے اس کی جنس سے ——— (قاعدہ) پس اسم مقصور: اگر اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہو اور وہ تین حرفی کلمہ ہو تو الف کو واو سے بدل دیا جائے گا، ورنہ پس یاء سے بدل دیا جائے گا ——— (قاعدہ) اور الف ممدودہ: اگر اس کا ہمزہ اصلی ہو تو ثابت رہے گا اور اگر ہمزہ تانیث کے لئے ہو تو واو سے پلٹ دیا جائے گا، ورنہ تو دو صورتیں ہیں ——— (قاعدہ) اور تثنیہ کا نون حذف کیا جاتا ہے اضافت کی وجہ سے ——— (قاعدہ) اور خصیان اور ألیان میں تانیث کی تاء حذف کی جاتی ہے۔

المجموع:

مادَلَّ على آحادٍ مقصودةٍ، بحروف مفردة، بتغيُّرٍ مَّا.

فنحوُ تَمْرٍ ورَكْبٍ: ليس بجمع؛ ونحوُ: "فُلْكٍ": جمعٌ.

وهو: صحيحٌ ومُكَسَّرٌ:[1]

فالصحيحُ: لمذكر ولمؤنث.

المذكر: ما لَحِقَ آخِرَه واوٌ مضمومٌ ما قبلَها، أو ياءٌ مسكورٌ ما قبلها، ونونٌ مفتوحةٌ، لِيَدُلَّ على أن معه أكثرَ منه.

[قاعدة] فإن كان آخِرُه ياءً قبلَها كسرة: حُذِفَتْ، مثل: قاضُوْنَ.[2]

[قاعدة] وإن كان آخِرُهُ مقصوراً: حُذِفَتِ الألف، وبَقِيَ ما قبلَها مفتوحاً، مثلُ: مُصْطَفَوْنَ.

جمع کا بیان

جمع: وہ اسم ہے جو حروفِ مفردہ (علحدہ سے) حروف ملانے اور کسی طرح کی تبدیلی کرنے کے ذریعہ افرادِ مقصودہ پر دلالت کرے، جیسے مسلم سے مسلمون اور رجل سے رجال ـــــ پس تَمْر جیسے الفاظ یعنی ہر وہ اسم جنس جس کا مفرد اس میں ۃ بڑھانے سے بن جائے: ایسے الفاظ جمع نہیں ہیں، بلکہ اسم جنس ہیں، کیونکہ ان میں افرادِ مقصودہ نہیں ہوتے، اسی طرح رَکْب: راکب کی جمع نہیں ہے، بلکہ اسم جمع ہے، اس لئے کہ فاعِلٌ کی جمع بروزن فَعْلٌ نہیں سنی گئی ـــــ اور فُلْكٌ: جمع ہے جبکہ اس کا مفرد بھی یہی ہے، کیونکہ اس کے افرادِ مقصودہ ہیں اور تغیر کی شرط اس طرح متحقق ہے کہ اس میں تغیر حکمی ہے مفرد فُلك بروزن قُفْل ہے اور جمع فُلْكٌ بروزن أُسْد ہے۔

(۱) جمع: صیغۂ واحد میں کچھ تبدیلی کرنے سے بنتی ہے۔ اور تبدیلی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں: جمع صحیح (سالم) اور جمع مکسّر۔ پھر جمع صحیح (سالم) کی دو قسمیں ہیں: جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم ـــــ جمع مذکر سالم: وہ جمع ہے جو مذکر پر دلالت کرے، اور اس میں واحد کا وزن بحالہ باقی رہے۔ یہ جمع: صیغۂ واحد کے آخر میں حالتِ رفعی میں واو ماقبل مضموم اور حالتِ نصبی وجری میں یاء ماقبل مکسور، اور دونوں کے بعد نون مفتوح بڑھانے سے بنتی ہے، جیسے جاء مسلمون، رأيت مسلِمين، مررت بمسلمين ـــــ اور جمع مؤنث سالم: وہ جمع ہے جو مؤنث پر دلالت کرے، اور اس میں واحد کا وزن بحالہ باقی رہے۔ یہ جمع: صیغۂ واحد کے آخر میں الف اور لمبی ت بڑھانے سے بنتی ہے، جیسے مسلمة کی جمع مسلمات (اور واحد کے آخر میں گول ۃ ہو تو جمع بناتے وقت اس کو حذف کر دیتے ہیں)

اور جمع مکسر: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن بحالہ باقی نہ رہے، جیسے کتاب کی جمع کتب اور رجل کی جمع رجال (جمع مکسر کو جمع تکسیر بھی کہتے ہیں)

(۲) قاعدہ: اگر جمع مذکر سالم کے مفرد کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو تو جمع بناتے وقت وہ یاء گر جاتی ہے۔ جیسے قاضی کی جمع قاضون/ قاضین۔ مفتی کی جمع مفتون/ مفتین۔

(۳) قاعدہ: اگر جمع مذکر سالم کے مفرد کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو جمع بناتے وقت الف گر جاتا ہے اور اس کا ماقبل مفتوح رہتا ہے جیسے مصطَفٰی سے مصطَفَوْن/ مصطفَيْن۔

ترجمہ: جمع: وہ اسم ہے جو افراد مقصودہ پر دلالت کرے، حروفِ مفردہ کے ذریعہ یعنی اس میں علحدہ سے حروف بڑھائے جائیں، کسی طرح کی تبدیلی کے ذریعہ (یہ جمع بنانے کے دو طریقوں کو جمع کیا ہے) پس تَمْر اور رَکْب جیسے الفاظ جمع نہیں ہیں ـــــ اور فُلْك جیسے الفاظ جمع ہیں اور جمع: صحیح اور مکسر ہے۔ پس صحیح: مذکر اور مؤنث کے لئے ہے مذکر: وہ جمع ہے جس کے آخر میں ایسا واو ملے جس کا ماقبل مضموم ہو یا ایسی یاء ملے جس کا ماقبل مکسور ہو اور نون مفتوحہ ملے، تاکہ اس پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اس سے زیادہ ہیں (قاعدہ) پس اگر اس کے (مفرد کے) آخر میں یاء ہو جس سے پہلے کسرہ ہو تو وہ یاء حذف کی جائے گی، جیسے قاضون ـــــ (قاعدہ) اور اگر اس کا (مفرد کا) آخر مقصور ہو تو الف حذف کیا جائے گا اور اس کا ماقبل مفتوح باقی رہے گا، جیسے مُصْطَفَوْنَ۔

وشرطُه:

[الف] **إن كان اسْمًا: فمذكرٌ عَلَمٌ يَّعْقِلُ.**

[ب] **وإن كان صفةً:**

[۱-] فمذكرٌ يَعْقِلُ.
[۲-] وأن لايكون: أَفْعَلَ فَعْلَاءَ، مثلُ: أَحْمَرَ حَمْرَاءَ.
[۳-] ولا فَعْلَانَ فَعْلَىٰ، مثلُ: سَكْرَانَ سَكْرَىٰ.
[٤-] ولا مُسْتَوِيًا فيه مع المؤنث، مثلُ: جَرِيْحٍ وصَبُوْرٍ.
[٥-] ولا بتاء التأنيث، مثلُ: علامَّة.
[قاعدة] وتُحذف نونُه بالإضافة.(۱)
[قاعدة] وقد شَذَّ نحوُ: سِنِيْنَ، وأَرْضِيْنِ.(۲)

جمع مذکر سالم بنانے کے لئے شرائط: جس اسم کی جمع مذکر سالم بنانا چاہیں: اس کو دیکھیں اسم ذات ہے یا اسم صفت؟ اسم ذات: وہ ہے جس میں وصفیت کے معنی نہ ہوں۔ اور اسم صفت: وہ ہے جو مشتق (جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول) ہو اور اس میں وصفیت کے معنی ہوں:

(الف) اگر وہ اسم ذات ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ مذکر عاقل (ذوی العقول) کا نام ہو (اور اس کے آخر میں تائے تانیث زائدہ نہ ہو) تو اس لفظ کی جمع مذکر سالم بن سکتی ہے۔ اور اگر وہ علم ہی نہ ہو تو اس کی یہ جمع نہیں بن سکتی جیسے رجل اور غلام کی جمع رجلون اور غلامون نہیں آتی۔ اور نام ہو مگر مؤنث کا نام ہو تو بھی یہ جمع نہیں بن سکتی۔ جیسے زینب کی جمع زینبون نہیں آتی، اور اگر غیر ذوی العقول کا نام ہو تو بھی یہ جمع نہیں بن سکتی، جیسے ھلال: ایک گھوڑے کا نام تھا اس کی جمع مذکر سالم ھلالون نہیں آئے گی۔

(ب) اور اگر اسم صفت ہو تو اس کے لئے پانچ شرطیں ہیں:

۱- مذکر عاقل کی صفت ہو۔ اگر مؤنث کی صفت ہو، جیسے مُرْضِع: دودھ پلانے والی، یا مذکر لایعقل کی صفت ہو جیسے صاھل: (ہنہنانے والا) تو ان کی یہ جمع نہیں بن

سکتی۔مرضعون اور صاهلون نہیں کہیں گے۔

۲-وہ اسم صفت اس أفعل کے وزن پر نہ ہو جس کا مؤنث فَعلاءآتا ہے، جیسے أحمر کا مؤنث حمراءآتا ہے، پس أخضر اور أبیض کی یہ جمع نہیں بنے گی، کیونکہ ان کا مؤنث خضراء، بیضاء آتا ہے۔

۳-وہ اسم صفت اس فَعلان کے وزن پر بھی نہ ہو جس کا مؤنث فَعْلی آتا ہے، جیسے سَکران کا مؤنث سَکری آتا ہے۔اس کی بھی یہ جمع نہیں بن سکتی۔

۴-وہ اسم صفت مذکرومؤنث کے لئے یکساں نہ ہو، جیسے صبور: صبر کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت اور شکور: شکرگزار خواہ مرد ہو یا عورت، ان الفاظ کی بھی یہ جمع نہیں بن سکتی۔

۵-اس اسم کے آخر میں تائے تانیث نہ ہو، جیسے علامۃ کی جمع مذکر سالم علامتون نہیں بن سکتی۔

(۱) قاعدہ: جب جمع مذکر سالم کی اضافت کی جائے تو نونِ جمع حذف کردی جاتی ہے، جیسے مسلمون سے مسلمو مصرٍ۔

(۲) فائدہ: سِنَة (سال) کی جمع سِنُون/ سنین اور أرض کی جمع أرضون/ أرضین شاذ (خلاف قیاس) ہے، کیونکہ یہ اسم غیر صفتی ہیں اور ان میں عقل، تذکیر اور علمیت کی شرطیں نہیں پائی جاتیں، مگر پھر بھی خلاف قیاس ان کی جمع مذکر سالم بناتے ہیں۔

ترجمہ: اور اس کی یعنی جمع مذکر سالم کی شرط: (الف) اگر وہ اسم ہو تو مذکر ذوی العقول کا نام ہونا ہے ـــــ (ب) اور اگر وہ اسم صفت ہو (جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ) (۱) تو مذکر عاقل ہونا ہے (۲) اور یہ کہ نہ ہو وہ أفعل – فعلاء جیسے أحمر – حمراء (۳) اور نہ ہو وہ فعلانَ – فَعلی، جیسے سکران۔ سکری (۴) اور نہ یکساں ہو مذکر اس اسم میں مؤنث کے ساتھ یعنی وہ لفظ مذکر ومؤنث دونوں میں

مستعمل نہ ہو، جیسے جریح اور صبور(۵) اور نہ ہو وہ تائے تانیث کے ساتھ، جیسے علامة ـــــ (قاعدہ) اور جمع کا نون حذف کیا جاتا ہے اضافت کی وجہ سے ـــــ (قاعدہ) اور نادر ہیں سِنِیْنَ اور أرضین جیسے الفاظ۔

المؤنث: مالحق آخِرَه ألف وتاء.

وشرطُه:

[۱-] إن كان صفةً:

[الف] وله مذكرٌ: فأن يكون مذكَّرُه: بالواو والنون.

[ب] وإن لم يكن له مذكَّرٌ: فأن لايكون مجرداً كحائضٍ.

[۲-] وإلا جُمِعَ مطلقاً.

جمعُ التكسير:

ماتَغَيَّرَ بناءُ واحِدِه، كرجال، وأفراس.(۱)

جمع القِلَّة (۲)

أَفْعَلٌ، وَأَفْعَالٌ، وأَفْعِلَةٌ، وفِعْلَةٌ، والصحيح؛ وما عدا ذلك: جمعُ كثرةٍ.

جمع مؤنث سالم بنانے کا طریقہ: یہ ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں الف اور لمبی ت لاحق کردی جائے اور یہ جمع بنانے کے لئے شرط یہ ہے کہ اگر اس کا مفرد اسم صفت ہو اور اس اسم مفرد کا مذکر بھی ہو تو ضروری ہے کہ اس مفرد کی جمع واو نون سے آتی ہو، جیسے مسلمون کی جمع مؤنث سالم مسلمات آتی ہے، کیونکہ اس کے مفرد مسلمة کا مذکر مسلم ہے اور اس کی جمع مسلمون آتی ہے ـــــ اور اگر اس کا

مذکر نہ ہوتو اس کی جمع مؤنث سالم بنانے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ لفظ: تائے تانیث سے خالی نہ ہو، پس حائض کی جمع حائضات نہیں آتی، بلکہ حائضة کی جمع حائضات آتی ہے۔حائض: بالغ عورت، اور حائضة: وہ عورت جسے فی الحال حیض آرہا ہے ـــــ اور اگر وہ اسم صفتی نہ ہو، بلکہ اسم محض (اسم ذات) ہوتو اس وقت مطلقاً (یعنی بلا اعتبار کسی شرط کے) اس کی جمع مؤنث سالم بنتی ہے۔

(۱) جمع مکسر (جمع تکسیر) وہ ہے جس میں واحد کا وزن باقی نہ رہے، جیسے رجل سے رجال اور فرس سے أفراس۔

(۲) جمع قلت: وہ جمع ہے جو تین سے دس تک بولی جائے، اور اس کے چار وزن ہیں: (۱) أفعال جیسے أقوال: باتیں (۲) أفعلُ جیسے أَنْهَرٌ: نہریں (۳) أَفْعِلَة جیسے أَرْغِفَة: روٹیاں (۴) فِعْلَة جیسے فِتْيَة: جوان۔ علاوہ ازیں صحیح کا وزن یعنی جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم پر جب الف لام نہ ہوتو وہ بھی جمع قلت کے حکم میں ہیں۔ اور جب وہ معرف باللام ہوں تو جمع کثرت کے حکم میں ہیں (الصحیح سے مراد: جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم ہیں)

اور جمع کثرت: وہ جمع ہے جو تین سے غیر متعین تعداد تک بولی جائے۔ جمع قلت کے اوزان کے علاوہ سب اوزان جمع کثرت کے ہیں۔

ترجمہ: مؤنث: وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف اور تاء لاحق ہو، اور اس کے لئے شرط: (۱) اگر وہ اسم صفت ہو (الف) اور اس کے لئے مذکر ہو: تو یہ بات شرط ہے کہ اس کا مذکر واونون کے ساتھ ہو ـــــ (ب) اور اگر اس کے لئے مذکر نہ ہوتو یہ شرط ہے کہ وہ تاء سے خالی نہ ہو، جیسے حائض ـــــ (۲) ورنہ جمع بنایا جائے گا ہر حال میں ـــــ جمع مکسر: وہ جمع ہے جس کے مفرد کا وزن بدل گیا ہو، جیسے رجال اور أفراس ـــــ جمع قلت: أفعل، أفعال، أفعلة، فِعلة اور جمع مذکر و مؤنث سالم ہیں ـــــ اور وہ اوزان جوان کے علاوہ ہیں: جمع کثرت کے اوزان ہیں۔

المصدر:

اسمُ الحدثِ الجارى على الفعل.

وهو: من الثلاثي المجرد: سَمَاعٌ؛ ومن غيره: قياسٌ.

[قاعدة] ويعملُ عَمَلَ فِعْلِه ماضياً وغيرَه، إذا لم يكن مفعولاً مطلقاً.(١)

[قاعدة] ولا يتقدَّم معمولُه عليه، ولا يُضْمَرُ فيه، ولا يَلْزَمُ ذكرُ الفاعل.(٢)

[قاعدة] ويجوز إضافتُه إلى الفاعل، وقد يُضاف إلى المفعول.(٣)

[فائدة] وإعمالُه باللام قليلٌ.(٤)

[قاعدة] فإن كان مطلقاً: فالعمل للفعل، وإن كان بدلاً منه: فوجهانِ.(٥)

مصدر کا بیان

مصدر: معنی حدثی کا نام ہے یعنی اس معنی کا نام ہے جو نئے پیدا ہوئے ہوں اور غیر کے ساتھ قائم ہوں، خواہ اس سے صادر ہوئے ہوں یا صادر نہ ہوے ہوں، جیسے ضَرْبٌ اور مَشْیٌ: غیر کے ساتھ قائم ہیں اور اس سے صادر ہوئے ہیں اور طُوْلٌ اور قِصَرٌ: غیر کے ساتھ قائم ہیں مگر اس سے صادر نہیں ہوئے ـــــ اور مصدر: فعل پر جاری ہوتا ہے یعنی اس سے فعل مشتق ہوتا ہے پھر وہ مفعول مطلق بن کر فعل کی تاکید، وضاحت یا تعداد بیان کرتا ہے ـــــ ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان سماعی ہیں (علم الصیغہ میں استقراء سے چوالیس اوزان بیان کئے ہیں) اور ثلاثی مجرد کے علاوہ تمام ابواب سے قیاسی ہیں یعنی ان کے بنانے کے قاعدے مقرر ہیں۔

(۱) قاعدہ: مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی اگر فعل لازم کا مصدر ہے تو صرف فاعل کو رفع دیتا ہے اور فعل متعدی کا مصدر ہے تو فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے ـــــ اور مصدر کے عمل کے لئے کوئی شرط نہیں، خواہ وہ ماضی کے معنی میں ہو یا حال واستقبال کے معنی میں، ہر حال میں عمل کرتا ہے برخلاف اسم فاعل اور اسم مفعول کے وہ جب ماضی کے معنی میں ہوتے ہیں عمل نہیں کرتے، کیونکہ وہ مضارع کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں، پس جب ماضی کے معنی میں ہونگے تو یہ مشابہت باقی نہ رہے گی اور مصدر بالذات عمل کرتا ہے، اس لئے اس کے عمل کے لئے کسی خاص معنی کی شرط نہیں ـــــ البتہ مصدر کے عمل کے لئے یہ شرط ضرور ہے کہ وہ مفعول مطلق نہ ہو۔

(۲) قاعدہ: مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ مصدر عاملِ ضعیف ہے ـــــ اور مصدر میں فاعل کی ضمیر مستتر نہیں ہوتی ـــــ اور مصدر میں فاعل کا ذکر ضروری نہیں، اس لئے کہ مصدر کا تصور فاعل پر موقوف نہیں۔

(۳) قاعدہ: مصدر اکثر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتا ہے اور کبھی مفعول کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے، اس وقت یہ معمول لفظاً مجرور ہونگے۔ جیسے أَعْجَبَنِيْ قِيَامُ زيدٍ: تعجب میں ڈالا مجھے زید کے کھڑے ہونے نے (مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے) اور نظرتُ إلی ضربِ اللِّصِّ الجلادُ: میں نے جلاد کا چور کو مارنا دیکھا (مصدر مفعول کی طرف مضاف ہے)

(۴) فائدہ: مصدر تین حالتوں میں عمل کرتا ہے: (۱) مضاف ہونے کی حالت میں جیسے عجبتُ من ضَرْبكَ زيداً (۲) اس پر تنوین ہونے کی حالت میں، جیسے عجبتُ من ضربٍ زيداً (۳) اس پر الف لام ہونے کی حالت میں، جیسے عجبتُ من الضربِ زيداً ـــــ مگر اس تیسری صورت میں مصدر بہت کم عمل کرتا ہے۔

(۵) قاعدہ: جب مصدر مفعول مطلق ہو تو صرف اس کا فعل عمل کرتا ہے، مصدر

عمل نہیں کرتا۔ جیسے ضربتُ ضرباً زیداً: زیداً: ضربتُ کا معمول ہے، مصدر ضرباً کا معمول نہیں ہے ــــــ اور اگر فعل محذوف ہو اور مفعول مطلق اس کا بدل (قائم مقام) ہو تو دونوں صورتیں جائز ہیں: فعل کو عامل بنانا اور مصدر کو عامل بنانا۔ جیسے شُکراً له: یہاں شکرتُ فعل محذوف ہے اور مفعول مطلق شُکراً اس کا بدل ہے، پس له: فعل محذوف کا معمول بھی ہو سکتا ہے اور مصدر کا بھی۔

ترجمہ: مصدر: اس نئی چیز کا نام ہے جو فعل پر جاری ہونے والی ہے ــــــ اور وہ ثلاثی مجرد سے سماعی ہے اور اس کے علاوہ سے قیاسی ہے ــــــ (قاعدہ) اور مصدر اپنے فعل کا عمل کرتا ہے خواہ وہ ماضی کے معنی میں ہو یا اس کے علاوہ کے، جبکہ وہ مفعول مطلق نہ ہو ــــــ (قاعدہ) اور مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہوتا اور نہ اس میں ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ مصدر کے فاعل کا تذکرہ ضروری ہے ــــــ (قاعدہ) اور مصدر کی فاعل کی طرف اضافت جائز ہے اور کبھی اس کی مفعول کی طرف اضافت کی جاتی ہے ــــــ (قاعدہ) اور مصدر کا عمل الف لام تعریف کے ساتھ کم ہے ــــــ (قاعدہ) پس اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل فعل کے لئے ہے۔ اور اگر مفعول مطلق مصدر کا بدل ہو تو دو صورتیں ہیں۔

اسم الفاعل:

ما اشتُقَّ من فعلٍ لمن قام به، بمعنى الحدوث.

وصيغتُه:

[الف] من الثلاثي المجرَّدِ على فاعلٍ.

[ب] ومن غيره على صيغة المضارع: بميم مضمومة، وكسرِ ما قبلَ الآخرِ، نحوُ: مُدْخِلٍ، ومُسْتَغْفِرٍ.

[قاعدة] ويعملُ عملَ فعلِه بشرط:[1]

[۱-] معنى الحال أوِ الاستقبال.

[۲-] والاعتمادِ على صاحبِه، أو: الهمزة، أو: ما.

اسم فاعل کا بیان

اسم فاعل: وہ اسم ہے جو فعل سے بنایا گیا ہو، اور اس شخص پر دلالت کرے جس کے ساتھ کوئی فعل نیا قائم ہوا ہو یعنی وہ بات اس شخص میں مستقل طور پر نہ پائی جاتی ہو، جیسے ضارب: وہ شخص ہے جس کے ساتھ مارنا نیا قائم ہوا ہے، ہمیشہ سے اس میں یہ صفت نہیں ہے ـــــ اسم فاعل: ثلاثی مجرد سے فاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے ہر باب کے فعل مضارع سے بنایا جاتا ہے۔ اس طرح کہ علامتِ مضارع کی جگہ میم مضموم لاتے ہیں اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دیتے ہیں، جیسے یُدْخِلُ (باب افعال) سے مُدْخِلٌ اور یستغفر (باب استفعال) سے مُسْتَغْفِرٌ۔

(۱) قاعدہ: اسم فاعل: فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے۔ اگر اس کا فعل لازم ہے تو صرف فاعل کو رفع دے گا، اور متعدی ہے تو فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے گا، جیسے جاء نی القائمُ أبوه اور أضَارِبٌ زيدٌ عمراً ـــــ اور اسم فاعل بھی اکثر اپنے پہلے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ جیسے زيدٌ ضاربُ الغلامِ ـــــ اور اسم فاعل کے عمل کے لئے دو شرطیں ہیں: (۱) اسم فاعل: حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔ اگر ماضی کے معنی میں ہوگا تو عمل نہیں کرے گا (۲) اسم فاعل سے پہلے سات چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو۔ وہ سات چیزیں یہ ہیں: مبتدا، موصوف، ذوالحال، حرفِ ندا، حرف استفہام، حرف نفی یا اسم موصول (صاحب سے مراد: مبتدا، موصوف، موصول اور ذوالحال ہیں)

ترجمہ: اسم فاعل: وہ اسم ہے جو فعل سے نکالا گیا ہو اس شخص کے لئے جس کے ساتھ فعل قائم ہے نیا پیدا ہونے کے معنی کے اعتبار سے یعنی وہ معنی عارضی ہوں،

مستقل اس میں نہ پائے جاتے ہوں ـــــ اور اس کا صیغہ (وزن) (الف) ثلاثی مجرد سے فاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے ـــــ (ب) اور غیر ثلاثی مجرد سے مضارع کے وزن پر میم مضموم کے ساتھ اور آخر کے ماقبل کے کسرہ کے ساتھ ہے، جیسے مُدخِل اور مستغفِر ـــــ (قاعدہ) اور اسم فاعل اپنے فعل کا عمل کرتا ہے: (۱) حال یا استقبال کے معنی کی شرط کے ساتھ (۲) اور اپنے صاحب پر اعتماد کی شرط کے ساتھ یا ہمزہ یا ما پر اعتماد کی شرط کے ساتھ۔

[قاعدة] فإن كان للماضي: وجَبَتِ الإضافةُ معنىً، خلافاً للكسائي؛ فإن كان له معمولٌ آخَرُ: فبفعلٍ مقدَّرٍ، نحوُ:" زيدٌ مُعْطِيْ عَمْرٍو درهماً أمْسِ" فإن دخلتِ اللامُ: استوى الجميع.(۱)

[قاعدة] وما وُضع منه للمبالغة، كضَرَّابٍ، وضَرُوْبٍ، ومِضْرَابٍ، وعَلِيْمٍ، وحَذِرٍ: مثلُه.(۲)

[قاعدة] والمثنّٰى والمجموع: مثلُه.(۳)

[قاعدة] ويجوز حذفُ النون مع العمل، ومع التعريف: تخفيفاً.(٤)

(۱) قاعدہ: اسم فاعل کے عمل کے لئے پہلی شرط یہ تھی کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو، پس اگر وہ ماضی کے معنی میں ہوگا تو اس کی اپنے معمول کی طرف اضافت معنوی (حقیقی) ضروری ہوگی۔ پس هذا ضاربٌ زيداً أمسِ نہیں کہہ سکتے، بلکہ اضافت کے ساتھ هذا ضاربُ زيدٍ أمسِ کہیں گے۔ البتہ کسائی کے نزدیک اسم فاعل بہر صورت عمل کرتا ہے، اگرچہ ماضی کے معنی میں ہو، اور اگر اس کی اضافت کریں گے تو وہ اضافت لفظی ہوگی ـــــ غرض اس اسم فاعل کی جو بمعنی ماضی ہو: پہلے معمول کی طرف تو اضافت ہوگی، لیکن اگر اس کا دوسرا معمول بھی ہو تو؟ فرماتے ہیں: اس کا نصب فعل مقدر کی وجہ سے ہوگا، اسم فاعل کی وجہ سے نہیں ہوگا، جیسے زيدٌ

مُعْطِیْ عمرٍو درھماً أمسِ: اس میں درھماً فعل مقدر أعطی کی وجہ سے منصوب ہے أی أعطی عمراً درھماً۔

اوراسم فاعل کے عمل کے لئے یہ شرط کہ وہ حال یا استقبال کے لئے ہو اس وقت ہے جبکہ اس پر الف لام نہ ہو۔ اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہوجائے تو وہ ہر حال میں عمل کرے گا۔ جیسے مررت بالضاربِ أبوہ زیداً أمسِ۔ اس میں زیداً کو الضارب نے نصب دیا ہے اگرچہ وہ بمعنی ماضی ہے۔

(۲) قاعدہ: کبھی اسم فاعل کے وزن فاعِلٌ سے پانچ وزنوں پر مبالغہ کا صیغہ بنایا جاتا ہے: (۱) بروزن فَعَّالٌ جیسے ضَرَّاب (بہت مارنے والا) (۲) بروزن فَعُوْلٌ جیسے ضَرُوْب (بہت مارنے والا) (۳) بروزن مِفْعَالٌ جیسے مِضْراب (بہت مارنے والا) (۴) بروزن فَعِیْل جیسے عالم سے علیم (۵) بروزن فَعِلٌ جیسے حَاذِرٌ سے حَذِرٌ (بہت چوکنا) اور مَازِقٌ سے مَزِقٌ (بہت پھاڑنے والا) (مبالغہ کے یہی پانچ وزن ہیں) اس صیغۂ مبالغہ کے عمل واشتراط کے وہی احکام ہیں جو اسم فاعل کے ہیں، جیسے زَرَّاعٌ فاکھۃً (بہت پھل بونے والا) ضروبٌ غلامَه (اپنے غلام کو بہت مارنے والا) مِخْوَافٌ أعداءَ ہ أعداءِ ہ (دشمن سے بہت ڈرنے والا) سمیعٌ خیراً (خیر کی بات بہت سننے والا) مَزِقٌ أوراقَه (اپنے ورق بہت پھاڑنے والا)

(۳) قاعدہ: اسم فاعل اور مبالغہ کے تثنیہ وجمع: عمل واشتراط میں اسم فاعل مفرد کی طرح ہیں۔ جیسے الزیدانِ ضاربان/ ضَرَّابانِ عمراً، الزیدون ضاربون/ ضَرَّابون عمراً۔

(۴) قاعدہ: اسم فاعل تثنیہ وجمع کا نون دو شرطوں کے ساتھ حذف کرنا جائز ہے: ایک: یہ کہ وہ عامل ہوں دوسری یہ کہ وہ معرفہ ہوں، جیسے المقیما/ المُقِیْمِی الصلاۃَ (نماز کو قائم کرنے والے) اور نون کا یہ حذف محض تخفیف کے لئے ہے۔ اور اگر اسم فاعل نکرہ ہو تو نون کا حذف ٹھیک نہیں۔

ترجمہ: (قاعدہ) پس اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو اضافتِ معنوی ضروری ہے۔ برخلاف کسائی کے (ان کے نزدیک اضافت معنوی ضروری نہیں) پس اگر اسم فاعل کے لئے (مضاف الیہ کے علاوہ) کوئی اور معمول ہو تو اس کا نصب فعل مقدر کی وجہ سے ہوگا، جیسے زيدٌ مُعْطِيْ عمرٍو درهماً أمس۔ پس اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو تو سب زمانے یکساں ہیں ـــــ (قاعدہ) اور وہ اسم جو اسم فاعل سے مبالغہ کے لئے بنایا گیا ہو جیسے ضَرَّاب إلخ وہ اسم فاعل کی طرح ہے ـــــ (قاعدہ) اور اسم فاعل کا تثنیہ جمع: اسم فاعل (مفرد) کی طرح ہے ـــــ (قاعدہ) اور اسم فاعل (جمع) کے نون کو حذف کرنا جائز ہے عمل اور تعریف کے ساتھ لفظ کو ہلکا کرنے کے لئے۔

اسم المفعول:

ما اشتُقَّ من فعل لمن وقع عليه.

وصيغتُه:

[الف] من الثلاثي على مفعول.

[ب] ومن غيره على صيغة الفاعل، بفتح ما قبلَ الآخِرِ، كَمُسْتَخْرَج.

[قاعدة] وأَمْرُه في العمل والاشتراط: كأمر الفاعل، نحوُ: زيدٌ مُعْطىً غلامُه درهماً.(۱)

اسم مفعول کا بیان

اسم مفعول: وہ اسم مشتق ہے جو اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہو، جیسے مضروب (وہ شخص جس پر مار پڑی ہو) ـــــ اسم مفعول: فعل مجہول جیسا عمل کرتا ہے یعنی نائب فاعل کو رفع دیتا ہے، اور اکثر اپنے پہلے معمول کی طرف

مضاف ہوتا ہے، جیسےهو محمودُ الخصالِ: وہ اچھے اخلاق والا ہے۔ جاء المضروبُ أبوه. ما مضروبُ زيدٍ قائمٌ وغیرہ ـــــ ثلاثی مجرد سے اسم مفعول مفعول کے وزن پر آتا ہے۔ اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے البتہ اس کے آخر کے ماقبل پر فتح ہوتا ہے جیسے مستَخْرَج: نکالا ہوا۔

(۱) قاعدہ: اسم مفعول کا حال عمل و اشتراط میں اسم فاعل جیسا ہے یعنی اس کے عمل کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو، اور مذکورہ سات چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد رکھتا ہو اور جب اسم مفعول معرف باللام ہو تو مطلقاً عمل کرے گا، جیسے زيدٌ مُعْطًى / المُعْطى غلامُه درهماً: زید کا غلام ایک روپیہ دیا گیا۔

ترجمہ: اسم مفعول: وہ اسم ہے جو فعل سے نکالا گیا ہو اس شخص کے لئے جس پر کام واقع ہوا ـــــ اور اس کا صیغہ (وزن): (الف) ثلاثی سے مفعول ہے (ب) اور غیر ثلاثی سے اسم فاعل کے وزن پر ہے آخر کے ماقبل کے زبر کے ساتھ جیسے مستخرَج ـــــ (قاعدہ) اور اسم مفعول کا معاملہ عمل میں اور شرطوں میں اسم فاعل کے معاملہ کی طرح ہے۔

الصفة المُشَبَّهَةُ:

ما اشتُقَّ من فعلٍ لازمٍ لمن قام به على معنى الثبوت.

وصيغتُها: مخالفةٌ لصيغة الفاعل، على حَسْبِ السَّماع، كحَسَنٍ، وصَعْبٍ وشديدٍ.[۱]

وتعملُ عملَ فعلِها مطلقاً.[۲]

وتقسيم مسائلها: أن تكون الصفة باللام، أو مجردةً؛ ومعمولُها: مضافا، أو باللام، أو مجرداً عنهما: فهذه ستةٌ.[۳]

والمعمولُ: في كل واحد منها: مرفوع؛ ومنصوب، ومجرور:

فصارتْ ثمانيةَ عَشَرَ:

فالرفع: على الفاعلية؛ والنَّصَبُ: على التشبيه بالمفعول: في المعرفة، وعلى التمييز: في النكرة؛ والجَرُّ: على الإضافة.[٤]

صفتِ مشبّہ کا بیان

صفت مشبہ: وہ اسم مشتق ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ کوئی فعل مستقل طور پر قائم ہو۔ جیسے حَسَنٌ (خوبصورت) وہ شخص ہے جس میں حُسن ہمیشہ سے پایا جاتا ہو ـــــ صفتِ مشبہ فعلِ لازم سے بنتی ہے اس لئے فعل لازم کی طرح صرف فاعل کو رفع دیتی ہے۔ جیسے جاء رجلٌ حَسَنٌ ثيابُه۔ صفتِ مشبہ بھی اکثر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتی ہے، جیسے رجلٌ حَسَنُ الثيابِ (خوبصورت کپڑوں والا آدمی) ـــــ اور صفتِ مشبہ کے عمل کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے پانچ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہونی چاہئے یعنی مبتدا، ذوالحال، موصوف، ہمزۂ استفہام یا حرف نفی، جیسے زيدٌ حسنٌ ثيابُه: زید کے کپڑے خوبصورت ہیں (مبتدا کی مثال) لقيتُ رجلاً منطلقا لسانُه: میں نے ایک ایسے شخص سے ملاقات کی جس کی زبان چلنے والی ہے (ذوالحال کی مثال) هذا رجلٌ جميلٌ ظاهِرهُ: یہ ایک ایسا آدمی ہے جس کا ظاہر خوبصورت ہے (موصوف کی مثال) أهو طاهرٌ قلبُه؟ کیا اس کا دل پاکیزہ ہے؟ (ہمزۂ استفہام کی مثال) ما أنت كريمٌ أبوه: تو وہ نہیں جس کا باپ شریف ہے (حرف نفی کی مثال)

(۱) صفت مشبہ کا صیغہ (وزن) اسم فاعل کے صیغہ (وزن) سے مختلف ہوتا ہے اور اس کے تمام اوزان سماعی ہیں، جیسے حَسَنٌ (خوبصورت) صَعْبٌ (خوددار آدمی) شديد (سخت مزاج آدمی)

فائدہ: اسم فاعل اور صفتِ مشبہ میں تین فرق ہیں: (۱) اسم فاعل میں صفت حدوثی

یعنی عارضی ہوتی ہے اور صفتِ مشبہ میں ثبوتی یعنی دائمی ہوتی ہے (۲) دونوں کے اوزان علحدہ علحدہ ہیں (۳) اسم فاعل کے اوزان قیاسی ہیں اور صفتِ مشبہ کے سماعی۔

(۲) صفتِ مشبہ اپنے فعل لازم جیسا عمل کرتی ہے مطلقاً یعنی بلاشرط زمانۂ حال و استقبال، اس لئے کہ اس میں ثبوت کے معنی ہیں حدوث کے معنی نہیں، جو کسی زمانہ کا اعتبار کیا جائے۔

(۳) صفتِ مشبہ کی صورتیں : صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگی یا الف لام سے خالی ہوگی۔ اور بہر تقدیر اس کا معمول مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا یعنی نہ مضاف ہوگا نہ معرف باللام۔ پس جب دو کو تین میں ضرب دیں گے تو چھ صورتیں ہونگی ــــــ پھر صفتِ مشبہ کا معمول یا مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور۔ پس جب چھ کو تین میں ضرب دیں گے تو کل اٹھارہ صورتیں ہونگی۔

(۴) صفتِ مشبہ کے معمول کا اعراب : صفتِ مشبہ کا معمول مرفوع ہوتا ہے فاعل ہونے کی بنا پر، جیسے حَسَنٌ وجهُه: اس کا چہرہ خوبصورت ہے۔ وجهُه: حسنٌ کا فاعل ہے ــــــ اور صفتِ مشبہ کا معمول اگر معرفہ ہو تو وہ مفعول کے مشابہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے (مفعول ہونے کی بنا پر منصوب نہیں ہوتا کیونکہ فعل لازم مفعول نہیں چاہتا) جیسے حَسَنٌ الوجهَ ــــــ اور اگر معمول نکرہ ہو تو تمیز ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جیسے الحسن وجهاً ــــــ اور صفتِ مشبہ اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے۔ جیسے حسنُ الوجهِ۔

ترجمہ: صفتِ مشبہ : وہ اسم ہے جو فعل لازم سے نکالا گیا ہو اس شخص کے لئے جس کے ساتھ فعل قائم ہوا ہے ثبوت کے معنی پر یعنی وہ معنی اس کے ساتھ مستقل طور پر قائم ہوں ــــــ اور اس کا صیغہ (وزن) اسم فاعل کے صیغہ (وزن) کے علاوہ ہے سماع کے موافق ہے، .... اور صفت مشبہ ہر حال میں اپنے فعل کا عمل کرتی ہے ــــــ اور اس کے مسائل کی تقسیم : یہ ہے کہ صفت یا معرف باللام ہوگی یا الف لام

سے خالی ہوگی اوراس کا معمول مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا، پس یہ چھ ہیں ـــــ اور معمول ان چھ اقسام میں سے ہر ایک میں مرفوع ہوگا اور منصوب ہوگا اور مجرور ہوگا، پس اٹھارہ قسمیں ہوگئیں ـــــ پس رفع: فاعل ہونے کی بنا پر ہوگا اور نصب مفعول کے مشابہ ہونے کی بنا پر ہوگا: معرفہ میں اور تمیز ہونے کی بنا پر ہوگا نکرہ میں اور جر اضافت کی بنا پر ہوگا۔

وتفصيلها: حَسَنٌ وجهه: ثلاثة، وكذلك: حسن الوجه، وحسن وجه، الحسن وجهه، الحسن الوجه، الحسن وجه.(١)

اثنان منها ممتنعان: الحسن وجهِهِ، الحسن وجهٍ.(٢)

واختلف في حسن وجهِه.

والبواقي:

[الف] ماكان فيه ضمير واحد منها: أحسن.

[ب] وما كان فيه ضميران: حسن.

[ج] ومالا ضمير فيه: قبيح.

ومتى رفعتَ بها فلا ضميرَ فيها، فهي كالفعل، وإلا ففيها ضمير الموصوف فتؤنِّثُ، وتُثَنِّيْ، وتُجْمِعُ.(٣)

[قاعدة] واسما الفاعل والمفعول، غيرُ المتعديَيْنِ: مثلُ الصفة في ذلك.(٤)

(۱) اٹھارہ صورتوں کی تفصیل: (الف) صفتِ مشبہ الف لام سے خالی ہو اور اس کا معمول مضاف ہو تو تین صورتیں ہونگی: (۱) حَسَنٌ وجهُه (صفت مشبہ کی تنوین اور اس کا معمول فاعلیت کی بنا پر مرفوع) (۲) حسنٌ وجهَه (صفت تنوین کے ساتھ اور معمول مفعول کے مشابہ ہونے کی بنا پر منصوب) (۳) حسنُ وجهِه (صفت بغیر

تنوین کے اور معمول اضافت کی وجہ سے مجرور) (ب) صفتِ مشبہ الف لام سے خالی اور معمول معرف باللام اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) حسن الوجهُ (۲) حَسَنُ الوجهَ (۳) حسن الوجهِ (ج) صفت اور معمول دونوں مجرد عن اللام، اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) حسنٌ وجهٌ (۲) حسنٌ وجهًا (۳) حسنُ وجهٍ (د) صفت معرف باللام اور معمول مضاف اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) الحسنُ وجهُه (۲) الحسنُ وجهَه (۳) الحسنُ وجهِه (ھ) صفت اور معمول دونوں معرف باللام اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) الحسنُ الوجهُ (۲) الحسنُ الوجهَ (۳) الحسنُ الوجهِ (و) صفت معرف باللام اور معمول مجرد عن اللام اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) الحسنُ وجهٌ (۲) الحسنُ وجهاً (۳) الحسنُ وجهٍ یہ کل اٹھارہ صورتیں ہوئیں۔

(۲) اٹھارہ صورتوں کے احکام: مذکورہ اٹھارہ صورتوں میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں: (۱) جب صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو (۲) جب صفت معرف باللام ہو اور اس کا معمول الف لام سے خالی ہو اور صیغۂ صفت اس کی طرف مضاف ہو ـــــ اور ایک صورت مختلف فیہ ہے یعنی جب صفت معرف باللام نہ ہو اور وہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

باقی پندرہ صورتیں جائز ہیں۔ پھر جس صورت میں ایک ضمیر ہے وہ احسن ہے کیونکہ اس میں ضمیر بقدر حاجت ہے، اور جس میں دو ضمیریں ہیں وہ حسن ہے۔ کیونکہ ایک ضمیر زائد از ضرورت ہے، اور جس میں کوئی ضمیر نہیں وہ قبیح ہے، کیونکہ رابط (صفت کو موصوف سے جوڑنے والی ضمیر) ضروری ہے۔

(۳) اور ضمیر کو پہچاننے کا طریقہ: یہ ہے کہ جب صفتِ مشبہ کے معمول کو مرفوع پڑھا جائے گا تو اس میں کوئی ضمیر نہ ہوگی، کیونکہ وہ معمول فاعل ہوگا، اور صفت بمنزلۂ فعل ہوگی (پس جس طرح فعل کو فاعل کے تثنیہ جمع ہونے کی حالت میں تثنیہ جمع نہیں لاتے اسی طرح صفتِ مشبہ کو بھی فاعل کے تثنیہ جمع ہونے کی صورت میں تثنیہ جمع

نہیں لائیں گے) ـــــ اور جب صفت مشبہ کے معمول کو مرفوع نہ پڑھیں تو اس وقت اس میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی، پس موصوف کے موافق صفت کو مؤنث اور مذکر اور تثنیہ جمع لائیں گے۔

(۴) **قاعدہ**: وہ اسم فاعل جو غیر متعدی ہو یعنی فعل لازم سے مشتق ہو جیسے قائم اسی طرح وہ اسم مفعول جو غیر متعدی ہو یعنی دوسرے مفعول کو نہ چاہتا ہو: یہ دونوں صفتِ مشبہ کی طرح ہیں۔ ان کی بھی اٹھارہ صورتیں نکلیں گی پھر بعض ممتنع ہونگی بعض مختلف فیہ، بعض احسن، بعض حسن اور بعض قبیح۔

ترجمہ: اور مسائل کی تفصیل: حَسَنٌ وجهه تین مثالیں ہیں۔ اور اسی طرح حسن الوجه اور حسن وجه (اور) الحسن وجهه (اور) الحسن الوجه (اور) الحسن وجه (تین تین مثالیں ہیں، پس کل مثالیں اٹھارہ ہوگئیں) ان میں دو ناجائز ہیں یعنی الحسن وَجْهِهِ (اور) الحسن وجهٍ ـــــ اور اختلاف کیا گیا ہے حسن وجهِه میں اور باقی مثالیں: (الف) وہ جس میں ان مثالوں میں سے ایک ضمیر ہو أحسن ہے (ب) اور وہ جس میں دو ضمیریں ہوں حسن ہے (ج) اور وہ جس میں کوئی ضمیر نہ ہو قبیح ہے ـــــ اور جب رفع دیں صفتِ مشبہ کے ذریعہ تو صفتِ مشبہ میں کوئی ضمیر نہ ہوگی، پس وہ فعل کی طرح ہوگی، ورنہ پس اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی، پس آپ صفت کو مؤنث لائیں اور تثنیہ لائیں اور جمع لائیں ـــــ (قاعدہ) اور وہ اسم فاعل اور اسم مفعول جو دونوں غیر متعدی ہوں صفتِ مشبہ کی طرح ہیں اس معاملہ میں۔

اسم التفضيل:

ما اشتُقَّ من فعلٍ لموصوف بزيادة على غيره، وهو: أَفْعَلُ.

وشرطه: أن يُبْنٰى من ثلاثيٍّ مجرَدٍ: لِيُمْكِنَ؛ ليس بلَوْنٍ ولا عيب،

لأن منهما أَفْعَلُ لغيره، مثلُ:" زيدٌ أفضلُ الناس" [۱]

[قاعدة] فإن قُصِدَ غيرُه: تُوُصِّلَ إليه بأَشَدَّ، مثلُ: هو أَشَدُّ منه استخراجا، وبياضاً، وعَمىً. [۲]

[قاعدة] وقياسُه للفاعل، وقد جاء للمفعول، نحوُ: أَعْذَرُ، وأَلْوَمُ، وأَشْغَلُ، وأَشْهَرُ. [۳]

اسم تفضیل کا بیان

اسم تفضیل: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جس میں کسی دوسرے کی بہ نسبت معنی مصدری کی زیادتی پائی جاتی ہو۔ اس کا وزن أَفْعَلُ ہے (اور اسم تفضیل واحد مذکر: وزنِ فعل اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا ہے اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے اور اسم تفضیل واحد مؤنث کا وزن فُعْلیٰ ہے، اس کے آخر میں الف مقصورہ ہے اس لئے اس کا اعراب تقدیری ہوتا ہے، اور اسم تفضیل کا فاعل ہمیشہ ضمیر غائب ہوتی ہے جو اس میں پوشیدہ رہتی ہے)

(۱) اسم تفضیل ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ افعال سے بنانا ممکن نہیں۔ اور ثلاثی مجرد بھی ایسا ہونا چاہئے جس میں لون اور عیب کے معنی نہ ہوں۔ اس لئے کہ جو ثلاثی مجرد لون اور عیب کے معنی میں ہوتا ہے اس سے أفعلُ کا وزن اسم تفضیل کے علاوہ کے لئے آتا ہے یعنی اس سے اس وزن پر اسم صفت بنتا ہے پس اگر اس سے اسم تفضیل بنائیں گے تو اشتباہ پیدا ہوگا۔ اسم تفضیل کی مثال: زیدٌ أفضلُ الناس ہے۔

(۲) قاعدہ: اگر اس ثلاثی مجرد سے جس میں لون یا عیب کے معنی ہیں یا غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل بنانا چاہیں تو لفظ أشد یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ جو مقصد کے موافق ہو لے کر اس کے بعد اس مصدر کو بطور تمیز رکھ دیں جس سے اسم تفضیل بنانا منظور ہے، جیسے أشدُّ منه استخراجاً (ثلاثی مزید فیہ کی مثال) أشدُّ منه بياضاً (لون کی

مثال)أشدُّ منه عَمًى (عیب کی مثال)

(۳) قاعدہ کے مطابق اسم تفضیل فاعلی معنی کے لئے آتا ہے، مگر کبھی مفعولی معنی کے لئے بھی آتا ہے، جیسے أَعْذَرُ (زیادہ معذور) أَلْوَمُ (زیادہ ملامت خوردہ) أَشْغَلُ (زیادہ مشغول) أشهر (زیادہ مشہور)

ترجمہ: اسم تفضیل: وہ اسم ہے جو فعل سے نکالا گیا ہو کسی موصوف کے لئے اس کے علاوہ پر زیادتی کے ساتھ اور وہ أفعل کا وزن ہے اور اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے، تاکہ اس کو بنانا ممکن ہو، رنگ اور عیب کے معنی نہ ہوں، اس لئے کہ رنگ اور عیب سے أفعل کا وزن اسم تفضیل کے علاوہ کے لئے ہے............ (قاعدہ) پس اگر غیر ثلاثی (سے بنانے) کا ارادہ کیا جائے تو اسم تفضیل کے لئے ذریعہ بنایا جائے أشد کو۔ .... (قاعدہ) اور اسم تفضیل کا قیاس اسم فاعل کے لئے ہے اور تحقیق اسم مفعول کے لئے بھی اسم تفضیل آیا ہے۔

[قاعدة] ويُستعمل على أحدِ ثلاثةِ أَوْجُهٍ: مضافاً، أو بِمِنْ، أو معرَّفا باللام فلايجوز: زيدٌ الأفضلُ من عَمْرٍو، ولا: زيدٌ أَفْضَلُ؛ إلا أن يُعْلَمَ .[۱]

[فائدة] فإذا أُضِيْفَ فله معنيان:[۲]

أحدهما: ــــ وهو الأكثر ــــ أن تُقْصَدَ به الزيادةُ على مَنْ أُضيف إليه، فيشترط أن يكون منهم، مثلُ: زيدٌ أفضلُ الناس؛ فلايجوز: "يوسفُ أحسنُ إِخْوَتِه" لخروجه عنهم بإضافتهم إليه.

والثاني: أَنْ تُقْصَدَ زيادةٌ مطلقةٌ، ويُضاف للتوضيح، فيجوز: "يوسف أحسنُ إخوته"

ويجوز في الأول: الإفْرَادُ، والمطابَقة لمن هو له.

وأما الثانی والمعرَّفُ باللام: فلا بد من المطابقة.
[قاعدة] والذی بِمِنْ: مفردٌ ومذکَّرٌ، لا غیرُ.[۳]

(۱) قاعدہ: اسم تفضیل کا استعمال تین طرح ہوتا ہے:

(۱) اضافت کے ساتھ (اس صورت میں اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا اور ماقبل کے مطابق لانا دونوں طرح درست ہے، جیسے زید أفضلُ الناس. الزیدان أفضل/ أفضلا الناس، الزیدون أفضل/ أفضلو الناس. هند أفضل/ فُضْلَى النساء، الهندان أفضل/ فُضْلَيَا النساء، الهندات أفضل/ فُضْلَيَاتِ النساء۔

(۲) من کے ساتھ (اس صورت میں اسم تفضیل پر الف لام نہیں آتا نہ وہ مضاف ہوتا ہے، بلکہ ہمیشہ مفرد مذکر آتا ہے، جیسے زید/ الزیدان/ الزیدون/ هند/ الهندان/ الهندات أفضل من عمرو/ من فاطمة۔

(۳) الف لام کے ساتھ (اس صورت میں اسم تفضیل کی اس کے ماقبل سے مطابقت ضروری ہے، جیسے زید الأفضل، الزیدان الأفضلان، الزیدون الأفضلون. هند الفُضلى، الهندان الفُضليان. الهندات الفُضَل/ الفُضْلَيَاتُ۔

پس زید الأفضل من عمرٍو: جائز نہیں، کیونکہ اس میں الف لام اور من دونوں جمع ہیں۔ اسی طرح زید أفضل کہنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں وجوہ ثلاثہ میں سے کوئی نہیں ـــــ البتہ اگر مفضل علیہ قرائن سے معلوم ہو تو وجوہ ثلاثہ مذکورہ کے بغیر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جیسے الله أكبر أی أكبر من كل شیئ۔

(۲) فائدہ: جب اسم تفضیل مضاف ہو تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں:

(۱) اسم تفضیل میں وصف کی زیادتی صرف مضاف الیہ کے اعتبار سے ہو، جیسے زید أفضل الناس۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ مفضّل (زید) مفضّل علیہ (ناس) میں داخل ہو، (زید لوگوں میں داخل ہے یعنی ان کا ایک فرد ہے) اسم تفضیل عام طور پر اسی

معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پس اس معنی کے اعتبار سے یوسفُ أحسن إخوتِه کہنا درست نہیں، کیونکہ یوسف اس کے بھائیوں میں داخل نہیں۔ کیونکہ بھائیوں کو یوسف کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اور مضاف اور مضاف الیہ میں مغائرت ہوتی ہے۔

(۲) اسم تفضیل سے مطلق (فی نفسہ) زیادتی مراد ہو، مضاف الیہ کے اعتبار سے زیادتی مقصود نہ ہو، اور اسم تفضیل کی اضافت محض توضیح کے لئے ہو، اس صورت میں یوسف أحسن إخوته کہنا درست ہے۔

اور پہلے معنی مراد لینے کی صورت میں اسم تفضیل کو مفرد لانا بھی درست ہے اور موصوف کے مطابق لانا بھی صحیح ہے (مثالیں گذر چکیں) اور دوسرے معنی مراد لینے کی صورت میں اور اسی طرح جب اسم تفضیل معرف باللام ہو تو موصوف سے مطابقت ضروری ہے (مثالیں گذر چکیں)

(۳) قاعدہ: جب اسم تفضیل کا استعمال مِن کے ساتھ ہو تو ہمیشہ اسم تفضیل مفرد اور مذکر آئے گا (مثالیں گذر چکیں)

ترجمہ: (قاعدہ) اور اسم تفضیل استعمال کیا جاتا ہے تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت سے: درانحالیکہ مضاف ہو، یا مِن کے ساتھ ہو یا درانحالیکہ وہ الف ولام کے ذریعہ معرفہ بنایا گیا ہو۔ پس زید الأفضل من عمرو جائز نہیں، اور زید أفضل بھی جائز نہیں مگر یہ کہ مفضّل منہ جانا جائے ——— (فائدہ) اور جب اسم تفضیل مضاف بنایا جائے تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں: ان میں سے ایک: اور وہ زیادہ مستعمل ہیں کہ اسم تفضیل سے ارادہ کیا جائے اس شخص پر زیادتی کا جس کی طرف اسم تفضیل مضاف کیا گیا ہے، پس شرط ہے کہ مفضّل ان میں سے ہو، جیسے زید أفضل الناس، پس یوسف أحسن إخوته جائز نہیں، یوسف کے نکلنے کی وجہ سے بھائیوں سے، بھائیوں کی اضافت کرنے کی وجہ سے یوسف کی طرف ——— اور دوسرا: یہ کہ ارادہ کیا جائے مطلق زیادتی کا اور اضافت کی جائے توضیح کے لئے، پس یوسف

أحسن إخوته کہنا جائز ہوگا ـــــ اور پہلی صورت میں اسم تفضیل کو مفرد لانا جائز ہے اور مطابقت بھی جائز ہے اس شخص سے جس کے لئے وہ اسم تفضیل ہے اور رہی دوسری صورت اور معرف باللام: تو مطابقت ضروری ہے ـــــ (قاعدہ) اور وہ اسم تفضیل جو مِنْ کے ساتھ ہے: وہ صرف مفرد مذکر ہی ہے۔

[مسألة الكُحْل] ولا يعمَل فى مُظهَر، إلا إذا كان صفةً لشيئ، وهو فى المعنى لمسبِّبٍ: مفضَّلٍ باعتبار الأول، على نفسه باعتبار غيره، مَنْفِيًّا، مثلُ:" ما رأيتُ رجلاً أَحْسَنَ فى عينه الكحلُ منه فى عين زيد" لأنه بمعنى حَسُنَ.

مع أنهم لو رَفَعُوْا: لَفَصَلُوْا بين أحسنَ ومعموله بأجنبى، وهو الكحلُ[1]

[فائدة] ولك أن تقولَ:" أَحْسَنَ فى عينه الكحلُ من عين زيدٍ"[2]

فإن قدَّمتَ ذكر العين، قلتَ:" ما رأيت كعينِ زيدٍ أَحْسَنَ فيها الكحلُ" مثلُ:

.... ولا أرى ❁ كوادى السِّباع حين يَظْلِمُ وادياَ

أَقَلَّ به رَكْبٌ أَتَوْهُ تَإِيَّةً ❁ وأَخْوَفَ، إلا ما وَقَى اللّٰهُ سَارِياَ

مسألۃ الکحل

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ اسم تفضیل: اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا۔ کیونکہ اسم تفضیل عاملِ ضعیف ہے اور اسم ظاہر معمولِ قوی ہے۔ وہ صرف ضمیر میں عمل کرتا ہے، کیونکہ ضمیر معمولِ ضعیف ہے۔ البتہ تین شرطوں کے ساتھ اسم تفضیل: اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے:

پہلی شرط: اسم تفضیل لفظاً یعنی صورۃً کسی چیز کی صفت واقع ہو (خواہ نعت ہو یا خبر ہو یا حال ہو) مگر حقیقت میں اسم تفضیل اس موصوف کی صفت نہ ہو، بلکہ اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کی صفت ہو۔ جیسے ما رأیتُ رجلاً أَحْسَنَ فی عینه الکحلُ منه فی عین زیدٍ: نہیں دیکھا میں نے کسی شخص کو زیادہ اچھا اس کی آنکھ میں سرمہ، سرمہ سے زید کی آنکھ میں یعنی میں نے زید کی آنکھ کے مانند کوئی خوبصورت سرمگیں آنکھ نہیں دیکھی۔ اس میں أحْسَنُ (اسم تفضیل) بظاہر رجلاً کی صفت ہے، مگر حقیقت میں وہ الکحل کی صفت ہے، جو رجلاً سے تعلق رکھنے والی ایک چیز ہے۔

دوسری شرط: موصوف سے تعلق رکھنے والی وہ چیز جس سے درحقیقت اسم تفضیل متعلق ہے: وہ ایک اعتبار سے مفضّل اور دوسرے اعتبار سے مفضول (مفضّل علیہ) ہو۔ جیسے مثالِ مذکور میں الکحل (سرمہ) عینِ رجل کے اعتبار سے مفضّل ہے اور عین زید کے اعتبار سے مفضول ہے۔ یعنی عینِ رجل کے اعتبار سے زید کی آنکھ میں سرمہ زیادہ اچھا لگتا ہے اور عینِ زید کے اعتبار سے عین رجل میں کم اچھا لگتا ہے۔

تیسری شرط: اسم تفضیل نفی کے تحت آیا ہو۔ کیونکہ جب کلام مقید پر نفی داخل ہوتی ہے تو قید کی نفی ہوتی ہے۔ جیسے ما رأیتُ رجلاً فاضلاً۔ اس میں فاضل آدمی کے دیکھنے کی نفی ہے، مطلق آدمی کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔ اسی طرح مثال مذکور میں جب أحسنُ (اسم تفضیل) نفی کے تحت آیا تو قید (حسن کی زیادتی) کی نفی ہوگی، اور أَحْسَنُ بمعنی حَسُنَ رہ جائے گا۔ اس طرح اسم تفضیل بمعنی فعل ہو کر اسم ظاہر میں عمل کرے گا۔

مثال مذکور میں تینوں شرطیں متحقق ہیں اس لئے أحسنُ (اسم تفضیل) نے الکحل (اسم ظاہر) کو فاعل ہونے کی بنا پر رفع دیا ہے۔ اور فی عینه: الکحل سے حال ہے، اور فی عین زید: منه کی ضمیر سے حال ہے جو الکحل کی طرف لوٹتی ہے۔ اور منه: مفضّل منہ ہے، فمعناه: ما رأیت رجلاً أَحْسَنَ الکحلُ کائنا فی عین زید من الکحل الکائن فی عین رجل آخر۔

اور اگر ایسا نہیں کریں گے یعنی الکحل کو اسم تفضیل کا فاعل نہیں بنائیں گے، بلکہ أحسنُ کو خبر مقدم اور الکحل کو مبتدا مؤخر بنائیں گے، پھر جملہ کو رجلاً کی صفت قرار دیں گے تو أحسنُ (اسم تفضیل) اور اس کے معمول منه (مفضل منہ) کے درمیان اجنبی کا فصل واقع ہوگا۔ اور وہ اجنبی الکحل ہے جو مبتدا ہے۔ اور اجنبی کا فصل جائز نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ الکحل کو فاعل بنا کر رفع دیں تا کہ اجنبی کا فصل لازم نہ آئے (مسألۃ الکحل پورا ہوا)

تمرین: اب چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں تا کہ مسئلہ اور واضح ہو جائے:

پہلی مثال: حدیث میں ہے: ما من إیامٍ أحبَّ إلی اللہ فیھا الصومُ منه فی عَشْرِ ذی الحِجَّة: اللہ تعالیٰ کو ذوالحجہ کے شروع کے دس دنوں میں جتنا نیک عمل پسند ہے اتنا کسی اور دن میں پسند نہیں۔ اس میں أحبَّ (اسم تفضیل) بظاہر إیامٍ کی صفت ہے مگر حقیقت میں الصوم کی صفت ہے۔ اور الصوم: دیگر ایام کے اعتبار سے مفضل ہے اور ذوالحجہ کے دس دنوں کے اعتبار سے مفضول ہے یعنی دیگر ایام کے اعتبار سے روزے زیادہ محبوب ہیں اور ذوالحجہ کے دس دنوں کے اعتبار سے کم محبوب ہیں اور اسم تفضیل نفی کے تحت آیا ہے اس لئے اسم تفضیل نے اسم ظاہر الصوم کو بر بنائے فاعلیت رفع دیا ہے۔

دوسری مثال: ما رأیتُ رجلاً أکْمَلَ فی وجھه الإشراقُ منه (أی من الإشراق) فی وجه العابد الصادق: سچے عبادت گذار کے چہرے میں جیسی چمک ہوتی ہے ایسی اعلی درجہ کی چمک میں نے کسی شخص کے چہرے میں نہیں دیکھی۔ اس میں الإشراق: أکمل کا فاعل ہے اور وہ مفضل بھی ہے اور مفضول بھی۔ عابد کے چہرے میں ہونے کے اعتبار سے مفضّل ہے اور غیر عابد کے چہرے میں ہونے کے اعتبار سے مفضول ہے۔

تیسری مثال: ما شاھدتُ عیوناً أجمل فیھا الحَوَرُ منه فی عیون الظِّباء:

ہرنوں کی آنکھ میں سیاہی اور سفیدی کی شدت جتنی خوبصورت معلوم ہوتی ہے ایسی خوبصورتی میں نے کسی آنکھ میں نہیں دیکھی۔اس میں أجمل نے الحَوَر کو فاعلیت کی بناپر رفع دیاہے،اوروہ ہرنوں کی آنکھ میں ہونے کےاعتبار سے مفضل ہےاوران کے علاوہ کی آنکھ میں ہونے کےاعتبار سے مفضول ہے(الحَوَرَ: آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی شدت)

فائدہ: مذکورہ مضمون کی ادائیگی کے لئے مذکورہ تعبیر سے مختصر تعبیر یہ ہے: ما رأیتُ رجلاً فی عینه الکحلُ من عینِ زیدٍ یعنی منه کوحذف کردیں۔اور من عینِ زیدٍ کواس کا قائم مقام کردیں —— اوراس سے بھی زیادہ اختصار کرنا چاہیں تو عین کا تذکرہ مقدم کردیں اور کہیں:ما رأیت کعین زید أحسنَ فیها الکحلُ۔اس کے بھی وہی معنی ہیں جو پہلی تعبیر کے ہیں یعنی میں نے زید کی آنکھ کے مانند کوئی خوبصورت سرمگیں آنکھ نہیں دیکھی۔

اورعین کی تقدیم کے جواز کی مثال یہ اشعار ہیں:

مَرَرْتُ علی وَادِی السِّبَاعِ، ولا أَریٰ ۞ کَوَادِی السِّباعِ– حین یُظْلِمُ– وَادِیَا

أَقَلَّ به رَکْبٌ أَتَوْهُ تَئِیَّةً ۞ وأَخْوَفَ، إلا ما وَقَی اللّٰه سَارِیَا

ترجمہ: میں وادی السباع (درندوں کی وادی) پر گذرا،اورنہیں دیکھی میں نے ÷ وادی السباع جیسی کوئی وادی جبکہ اللہ تاریک کردیں۔

زیادہ کم اس میں قافلے،آئیں اس میں آنا ÷ اور زیادہ خوفناک،مگر جو اللہ کسی قافلہ کی حفاظت فرمائیں۔

شاعر نے کو ادی السباع کومقدم کرکے تعبیر بہت مختصر کردی ہے۔ورنہ اصل تعبیر تھی: لا أری وادیاً أَقَلَّ به رکبٌ أَتَوْهُ منه من وادی السباع۔اس کومختصر کرنا چاہیں تومنه کوحذف کردیں اور کہیں:لا أری وادیاً أقلَّ به رکبٌ أَتَوْهُ من وادی السباع اورنہایت مختصر تعبیر وہ ہے جوشاعر نے وادی السباع کومقدم کرکے اختیار کی ہے۔

نوٹ: مصنف رحمہ اللہ نے پہلا مصرعہ آدھا اس لئے حذف کردیا ہے کہ مثال ہی سے ابتداء ہو۔ اس میں أقلَّ اسم تفضیل ہے اور رکبٌ اس کا فاعل ہے اور مرفوع ہے۔ اور وادی السباع من وجہ مفضّل ہے اور من وجہ مفضول ہے۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا، مگر جب اسم ظاہر کسی چیز کی صفت ہو۔ اور وہ درحقیقت کسی دوسرے مسِبّب یعنی سبب کے لئے ہو (جیسے آنکھ کی خوبصورتی کا سبب سرمہ ہے، أحسن درحقیقت اس کی صفت ہے) اور وہ سبب مفضل ہو اول کے اعتبار سے (یعنی عین رجل کے اعتبار سے) اپنے نفس پر ترجیح دیا ہوا ہو اس کے علاوہ کے اعتبار سے (یعنی عین زید کے اعتبار سے مفضول ہو) وہ اسم تفضیل منفی ہو (یہ کان کی دوسری خبر ہے)......اس لئے کہ أحسن بمعنی حَسُنَ ہے ـــــ اس کے ساتھ کہ اگر نحوی رفع دیتے یعنی مبتدا مؤخر ہونے کی بناپر تو وہ جدائی کرتے أحسن اور اس کے معمول (منه) کے درمیان اجنبی کے ذریعہ اور وہ اجنبی الکحل ہے ـــــ (فائدہ) اور آپ کے لئے جائز ہے کہ کہیں............ پس اگر مقدم کریں آپ عین کے ذکر کو تو کہیں گے۔

نوٹ: مفضول اور مفضّل علیہ ایک چیز ہے اور سبب اور مسِبّب (بکسر الباء) ایک چیز ہیں اور مسبَّب (بفتح الباء) سبب کا مقابل ہے۔

مشقی سوالات

(۱) معرفہ کی عربی تعریف سناؤ، اور معارفِ سبعہ گناؤ اور بتاؤ مبہات سے کیا مراد ہے؟

(۲) علم کی عربی تعریف بیان کرو اور اس کی وضاحت مع مثال کرو۔ اور نکرہ کی بھی عربی تعریف سناؤ اور مثال دو

(۳) ضمائر میں أعرف کون ہے پھر کون؟

(۴) اسمائے اعداد کی عربی تعریف کرو۔ بنیادی اعداد کتنے ہیں؟ شمار کرو

(۵) واحد، اثنان سے تسعة وتسعين تک مذکر کے لئے اعداد سناؤ

(٦) واحدة، ثنتان سے تسع وتسعين تک مؤنث کے لئے اعداد سناؤ

(۷) ثماني عشرة میں کیا تین صورتیں ہوسکتی ہیں اور ان میں شاذ کونسی صورت ہے؟

(۸) ثلاثة سے عشرة تک کی تمیز کیسی ہوتی ہے؟ مع امثلہ بیان کرو اور ثلاث مائة سے تسع مائة کا حکم بیان کرو

(۹) أحد عشر سے تسعة وتسعين تک کی تمیز کیسی ہوتی ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۱۰) مائة اور ألف اور دونوں کے تثنیہ اور ألف کی جمع کی تمیز کیسی ہوتی ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۱۱) معدود مؤنث ہو اور لفظ مذکر ہو یا اس کے برعکس ہو تو دو صورتیں کیا ہیں؟

(۱۲) واحد اور اثنان کی تمیز کیوں نہیں آتی؟

(۱۳) عدد تصییر کیا ہے؟ اور وہ کہاں سے کہاں تک ہے؟ شمار کرو

(۱۴) عدد حالی (رتبی) کیا ہے؟ اور وہ کہاں سے کہاں تک جاتا ہے؟ شمار کرو

(۱۵) مذکر ومؤنث کی تعریفات کرو۔ تانیث کی علامتیں کیا ہیں؟

(۱٦) تانیث کی دونوں قسموں کی تعریفات مع امثلہ بیان کرو

(۱۷) جب فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل کیسا آئے گا؟ اور فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو فعل کیسا آئے گا؟

(۱۸) فاعل: اسم ظاہر جمع ہو تو فعل کیسا آئے گا؟ اور اس میں سے کون مستثنٰی ہے؟

(۱۹) جب فاعل جمع مذکر عاقل کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو تو فعل کیسا آئے گا؟ اور اس میں سے کون مستثنٰی ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۰) تثنیہ کی تعریف کرو۔ تثنیہ بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ اسم مقصور وممدود کے تثنیہ بنانے کا کیا طریقہ ہے؟

(۲۱) تثنیہ کا نون کب حذف کیا جاتا ہے؟ مثال دو اور بتاؤ خصیان اور ألیان کی تاء کیوں حذف کی گئی ہے؟

(۲۲) جمع کی تعریف کرو اور بتاؤ تمر اور رکب جمع کیوں نہیں ہیں؟ اور فلك جیسے الفاظ جمع کیوں ہیں؟

(۲۳) جمع کی کتنی قسمیں ہیں؟ پھر جمع سالم کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور ان کے بنانے کے کیا طریقے ہیں؟

(۲۴) مفرد کے آخر کی یاء جمع میں کب حذف کی جاتی ہے؟ مثال دو

(۲۵) اسم مقصور کی جمع بنانے کا کیا طریقہ ہے؟

(۲۶) جمع مذکر سالم بنانے کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور جمع کا نون کب حذف کیا جاتا ہے؟ اور سنین اور أرضین کیسی جمعیں ہیں؟

(۲۷) جمع مؤنث سالم بنانے کا کیا طریقہ ہے؟ اور اس کے لئے کیا شرائط ہیں؟

(۲۸) جمع مکسر کی تعریف مع امثلہ بیان کرو

(۲۹) جمع قلت کی تعریف کرو، اس کے کیا اوزان ہیں؟ جمع کثرت کی تعریف کرو اور اس کے اوزان بتاؤ۔

(۳۰) مصدر کی عربی تعریف کرو اور الجاری علی الفعل کا مطلب بیان کرو

(۳۱) ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد سے مصدر کا قاعدہ کیا ہے؟

(۳۲) مصدر کا کیا عمل ہے اور کب ہے؟

(۳۳) مصدر کا معمول اس سے مقدم ہوسکتا ہے؟ اور مصدر میں ضمیر ہوتی ہے؟ اور مصدر کے فاعل کا ذکر ضروری ہے؟

(۳۴) مصدر کی اضافت کس معمول کی طرف ہوتی ہے؟ مثالیں دیں

(۳۵) مصدر کن حالتوں میں عمل کرتا ہے؟ اور جب اس پر الف لام ہو تو وہ عمل کرتا ہے یا نہیں؟

(۳۶) جب مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل کون کرتا ہے؟

(۳۷) اسم فاعل کی تعریف اور ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد سے اس کے بنانے کا طریقہ بیان کرو

(۳۸) اسم فاعل کا کیا عمل ہے؟ اور اس کے عمل کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور صاحب پر اعتماد سے کیا مراد ہے؟

(۳۹) اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہو تو کیا ضروری ہے؟ اس میں کس کا اختلاف ہے؟

(۴۰) اگر اسم فاعل کا مضاف الیہ کے علاوہ کوئی اور بھی معمول ہو تو اس کا عامل کون ہوگا؟ مثال دیں۔ اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(۴۱) مبالغہ کے اوزان کیا ہیں اور ان کا کیا حکم ہے؟

(۴۲) اسم فاعل کے تثنیہ اور جمع کا کیا حکم ہے؟ مثال دیں

(۴۳) اسم فاعل جمع کا نون کب حذف کیا جا سکتا ہے؟

(۴۴) اسم مفعول کی تعریف کریں اور ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد سے اس کے بنانے کا طریقہ بیان کریں

(۴۵) اسم مفعول کے عمل اور اشتراط کا حکم بیان کریں

(۴۶) صفتِ مشبہ کی عربی تعریف کریں اور اس کی وضاحت کریں۔ صفتِ مشبہ کے اوزان کیا ہیں؟ اور وہ کیا عمل کرتی ہے؟

(۴۷) صفتِ مشبہ کی کتنی صورتیں ہوسکتی ہیں؟ اور اس کے معمول کے کتنے اعراب ہوسکتے ہیں اور مجموعی اقسام کتنی بنتی ہیں؟

(۴۸) صفت کے معمول پر رفع ونصب وجر کس حیثیت سے آتے ہیں؟

(۴۹) صفتِ مشبہ کی اٹھارہ صورتوں میں سے کونسی صورت احسن، کونسی صورت حسن اور کونسی قبیح ہے؟

(۵۰) صفتِ مشبہ میں کب ضمیر نہیں ہوتی اور اس وقت اس کا حکم کیا ہے؟ اور کب ہوتی ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

(۵۱) غیر متعدی اسم فاعل واسم مفعول کا کیا حکم ہے؟ اور اسم مفعول غیر متعدی کس طرح ہوتا ہے؟

(۵۲) اسم تفضیل کی عربی تعریف کریں اور اس کی وضاحت کریں۔ اور اسم تفضیل مذکر ومؤنث کے اوزان کیا ہیں؟

(۵۳) اسم تفضیل کن ابواب سے آتا ہے؟ اور جن ابواب سے اسم تفضیل نہیں آتا ان سے بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

(۵۴) اسم تفضیل کبھی مفعولی معنی کے لئے بھی آتا ہے اس کی مثال دیں

(۵۵) اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے کیا ہیں؟ اوران کے احکام کیا ہیں؟

(۵۶) اسم تفضیل کی اضافت کی جائے تو دو معنی ہوتے ہیں۔ وہ دو معنی کیا ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۵۷) جب اسم تفضیل مِن کے ساتھ استعمال کیا جائے تو وہ ہمیشہ کیسا ہوتا ہے؟

(۵۸) اسم تفضیل: اسم ظاہر میں کب عمل کرتا ہے؟ اور کیا عمل کرتا ہے؟ اس کی تینوں شرطیں تفصیل سے مع مثال بیان کریں

(۵۹) مسألۃ الکحل کیا ہے؟ اور اس میں اسم تفضیل کو عامل بنانا کیوں ضروری ہے؟

(۶۰) مسألۃ الکحل کی مختصر تعبیر کیا ہوسکتی ہے؟ اور شاعر نے وادی السباع کو مقدم کر کے جو نہایت مختصر تعبیر کی ہے وہ کیا ہے؟

(۶۱) مسئلہ الکحل کی حدیث سے مثال دیں اور دو اور مثالیں بھی دیں۔

الفعلُ:

ما دَلَّ على معنىً فى نفسه، مُقْتَرِنٍ بأحدِ الأزمنة الثلاثة.

ومن خواصِّه: دخولُ قد، والسين، وسوف، والجوازمِ، ولحوقُ تاء التأنيث ساكنةً، ونحو تاءِ فَعَلْتِ.

بحث فعل

فعل: وہ کلمہ ہے جس کے معنی مستقل ہوں (یعنی دوسرے کلمہ کو ملائے بغیر سمجھ میں آجائیں) اور وہ تین زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہو یعنی اپنے صیغے اور ہیئت سے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ پر دلالت کرے، جیسے نَصَرَ (مدد کی اس ایک مرد نے) زمانۂ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اور یَنْصُر (مدد کرتا ہے یا کرے گا) زمانۂ حال یا استقبال پر دلالت کرتا ہے۔

فعل کی چند علامتیں یہ ہیں: (۱) اس پر قد کا آنا، جیسے **قد قامت الصلاةُ** (۲) اس پر سین کا آنا جیسے **سیقول السفهاء** (۳) اس پر سوف کا آنا، جیسے **سوف تعلمون** (۴) اس پر جزم دینے والے حرف کا آنا، جیسے **لَمْ تَسْمَعْ** (۵) تائے تانیث ساکنہ کا اس سے ملنا، جیسے **قَرَأَتْ حبيبةُ** (۶) اس کے آخر میں ضمیر متصل کا آنا، جیسے **فعلتُ، فعلتَ فعلتِ**۔

ترجمہ: فعل: وہ کلمہ ہے جو کسی ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں ہوں جو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملے ہوئے ہوں (**مقترنٍ: معنیً** کی صفت ہے) اور فعل کی خصوصیات میں سے: **قد، سین، سوف** اور جزم دینے

والے حروف کا اس پر آنا ہے اور اس کے آخر میں تائے تانیث ساکنہ کا ملنا ہے اور فعلتِ ُ جیسی تاء کا ملنا ہے۔

[۱-] الماضی:

مادَلَّ علی زمانٍ قبل زمانك.

[قاعدة] مبنی علی الفتح، مع غیر الضمیر المرفوع المتحرك، والواو.

فعل ماضی کا بیان

فعل ماضی: وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ (زمانۂ حال) سے پہلے ہے۔

قاعدہ: فعل ماضی فتح پر مبنی ہوتا ہے جبکہ وہ ضمیر مرفوع متحرک اور واو جمع سے خالی ہو۔ پہلی صورت میں سکون پر مبنی ہوگا تا کہ چار حرکتیں مسلسل جمع نہ ہو جائیں اور دوسری صورت میں واو کی مناسبت سے ضمہ پر مبنی ہوگا۔ گردان کے صرف چار صیغے فتح پر مبنی ہیں: فَعَلَ (واحد مذکر غائب) فَعَلَا (تثنیہ مذکر غائب) فَعَلَتْ (واحد مؤنث غائب) فَعَلَتَا (تثنیہ مؤنث غائب) اور تثنیہ کے یہ دو صیغے بھی فتح پر مبنی اس لئے ہیں کہ الف سے پہلے فتح ہوتا ہے۔

نوٹ: ماضِی: مَضٰی یَمْضِیْ مُضِیًّا (گذر جانا) سے اسم فاعل ہے، یعنی گذشتہ۔

ترجمہ: ماضی: وہ فعل ہے جو تیرے زمانے سے پہلے والے زمانے پر دلالت کرے ـــــ (قاعدہ) ماضی فتح پر مبنی ہوتا ہے جبکہ وہ ضمیر مرفوع متحرک اور واو جمع کے ساتھ نہ ہو۔

[۲-] المضارع:

ما أَشْبَهَ الاسمَ، بأحدِ حروفِ: نأيتُ، لوقوعه مشترَكاً، وتخصيصِه بالسين، أو سوف.

فالهمزة: للمتكلم: مفرداً...... والنون: له: مع غيره ...... والتاء: للمخاطَب، وللمؤنث، والمؤنثَيْن: غيبةً ...... والياء: للغائب: غيرِهما.

[قاعدة] وحروف المضارِعة مضمومة فی الرباعی، ومفتوحة فيما سواه.(۱)

[قاعدة] ولا يُعْرَبُ من الفعل غيرُه: إذا لم يَتَّصِلْ به نونُ تاكيدٍ، ولا نونُ جمع المؤنث.(۲)

فعل مضارع کا بیان

مُضَارِعٌ: ضَارَعَهٗ مُضَارَعَةً (باب مفاعلہ) سے اسم فاعل ہے۔ باب مفاعلہ کے معنی ہیں: باہم مشابہ ہونا، ہم شکل ہونا اور مضارع کے معنی ہیں: مشابہ ہونے والا۔

فعل مضارع: وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو اور اس کے شروع میں ن، الف، ی اور ت میں سے کوئی حرف ہو جن کا مجموعہ نأیتُ یا أتین ہے مضارع: اسم فاعل کے ساتھ حال اور استقبال میں مشترک ہوتا ہے اسی مشابہت کی وجہ سے اس کو مضارع کہا جاتا ہے۔ اور مضارع سین اور سوف کے ساتھ خاص ہوتا ہے ــــــ ہمزہ: صرف واحد متکلم میں آتا ہے ــــــ نون: صرف جمع متکلم میں آتی ہے ــــــ تاء: حاضر کے تمام صیغوں میں اور غائب کے دو صیغوں میں آتی ہے ــــــ اور یاء غائب کے تمام صیغوں میں آتی ہے۔ علاوہ ان دو صیغوں کے جن میں تاء آتی ہے۔

(۱) قاعدہ: علامتِ مضارع رباعی میں مضموم ہوتی ہے۔ رباعی سے مراد وہ فعل مضارع ہے جس کی ماضی کے پہلے صیغہ میں چار حروف ہوں خواہ سب اصلی ہوں یا زائد بھی ہوں جیسے یُکْرِم، یصرِّف، یُدحرج ـــــ اور اگر مضارع رباعی نہ ہو یعنی اس کی ماضی کے پہلے صیغہ میں چار حرف نہ ہوں تو علامتِ مضارع مفتوح ہوگی۔

(۲) قاعدہ: فعل تین ہیں: ماضی، مضارع اور امر۔ ان میں سے صرف فعل مضارع معرب ہے، اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس کے آخر میں نونِ تاکید ثقیلہ یا خفیفہ نہ ہو اور نہ نونِ فاعلی (جمع مؤنث غائب وحاضر کا نون) لگا ہوا ہو۔ اور فعل مضارع کے معرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اسم کے ساتھ مشابہتِ تامہ حاصل ہے، اور اسم میں اصل معرب ہونا ہے، اس مشابہت کی وجہ سے فعل مضارع بھی معرب ہے۔

اور جب فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید یا نون فاعلی متصل ہو تو اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک مبنی ہے اور کچھ حضرات کے نزدیک معرب ہے۔

ترجمہ: مضارع: وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہوتا ہے نأیتُ کے حروف میں سے کسی ایک حرف کے ساتھ، اس کے (اسم فاعل کے ساتھ) مشترک واقع ہونے کی وجہ سے (حال واستقبال میں) اور مضارع کے خاص ہونے کی وجہ سے سین اور سوف کے ساتھ ـــــ پس ہمزہ: متکلم کے لئے ہے مفرد ہونے کی حالت میں ـــــ اور نون: متکلم کے لئے ہے مفرد کے غیر کے ساتھ یعنی تثنیہ وجمع متکلم کے لئے ـــــ اور تاء: مذکر حاضر اور مؤنث حاضر کے لئے اور غائب کے دو مؤنث صیغوں کے لئے ہے ـــــ اور یاء: غائب کے مذکورہ دو صیغوں کے علاوہ باقی تمام صیغوں کے لئے ہے ـــــ (قاعدہ) اور علامتِ مضارع فعل رباعی میں مضموم ہوتی ہے اور اس کے علاوہ میں مفتوح ہوتی ہے ـــــ (قاعدہ) اور مضارع کے علاوہ کوئی فعل معرب نہیں جب مضارع کے ساتھ نون تاکید اور جمع مؤنث کا نون

متصل نہ ہو(اگر یہ نون متصل ہوتو مضارع کے معرب ومبنی ہونے میں اختلاف ہے)

وإعرابه: رفع، ونَصَبٌ، وجَزْم:

[۱-] فالصحيحُ المجرَّدُ عن ضميرٍ بارزٍ مرفوعٍ، للتثنية، والجمع، والمخاطب المؤنث: بالضمَّة، والفتحة: لفظاً، والسكونِ، مثلُ: يضربُ، ولن يضربَ، ولم يضربْ.

[۲-] والمتصلُ به ذلك: بالنون وحذفِها، مثلُ: يضربانِ، ويضربون، وتضربينَ.

[۳-] والمعتلُّ بالواو والياء: بالضمَّة تقديراً، والفتحة لفظاً؛ والحذفِ.

[٤-] والمعتلُّ بالألف: بالضمة والفتحة تقديرا؛ والحذفِ.

[فائدة] ويرتفع إذا تَجَرَّدَ عن الناصب والجازم، نحوُ: يقوم زيد.[1]

فعل مضارع کا اعراب: فعل مضارع کے تین اعراب ہیں: رفع، نصب اور جزم (اول دو اعراب اسم میں بھی ہوتے ہیں اور فعل میں بھی۔ اور جزم: فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ جر: اسم کے ساتھ خاص ہے)

۱- مضارع اگر صحیح ہو یعنی اس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو، اور ضمیر بارز مرفوع (فاعلی) سے خالی ہو تو اس پر حالتِ رفعی میں لفظوں میں ضمہ آتا ہے، جیسے یَنْصُرُ، اور حالتِ نصبی میں لفظوں میں فتح آتا ہے، جیسے لن یَنْصُرَ، اور حالتِ جزم میں سکون آتا ہے، جیسے لم أَنْصُرْ۔ اور وہ صیغے جو ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہوتے ہیں: پانچ ہیں: واحد مذکر غائب (یفعلُ) واحد مؤنث غائب (تَفْعَلُ) واحد مذکر حاضر (تَفْعَلُ) واحد متکلم (أَفْعَلُ) اور جمع متکلم (نَفْعَلُ) ـــــ باقی نو صیغوں میں ضمیر بارز مرفوع متصل ہوتی ہے: چار صیغے تثنیہ کے، اور چار ہی صیغے جمع کے یعنی جمع مذکر غائب، جمع مؤنث

غائب، جمع مذکر حاضر اور جمع مؤنث حاضر۔ مذکر کے صیغوں میں واو فاعلی اور مؤنث کے صیغوں میں نون فاعلی متصل ہوتا ہے اور ایک صیغہ واحد مؤنث حاضر کا ہے اس میں ی فاعل کی لگی ہوئی ہوتی ہے۔

۲- مضارع کے جن صیغوں کے ساتھ ضمیر بارز مرفوع متصل ہوتی ہے، ان میں حالتِ رفعی میں نون اعرابی آتا ہے جیسے یضربانِ، یضربونَ۔ اور حالتِ نصبی اور حالتِ جزم میں نون اعرابی ساقط ہوجاتا ہے، جیسے لن یضربا اور لم یضربا۔

۳- وہ مضارع جو معتل ہو یعنی آخر میں حرفِ علت ہو اور حرفِ علت واو ہو یا یاء ہو یعنی معتل واوی ہو یا یائی تو اس میں حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری ہوتا ہے، جیسے یَدْعُو اور یَرْمِیْ۔ اور حالتِ نصبی میں فتح لفظی آتا ہے، جیسے لن یَدْعُوَ اور لن یَرْمِیَ۔ اور حالتِ جزم میں واو اور یاء حذف ہوجاتے ہیں، جیسے لم یدعُ اور لم یرمِ۔

۴- اور اگر فعل مضارع معتل الفی ہو تو اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے جیسے یَرْضٰی اور حالتِ نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے لن یَرْضٰی اور حالتِ جزم میں الف ساقط ہوجاتا ہے، جیسے لم یَرْضَ۔

(۱) فائدہ: مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک حالتِ رفعی میں فعل مضارع کا عامل معنوی ہوتا ہے یعنی ناصب وجازم سے خالی ہونا ہی فعل مضارع کو رفع دیتا ہے، جیسے یقوم زید۔ یہی کوفہ کے نحویوں کی رائے ہے۔ اور بصرہ کے نحوی کہتے ہیں کہ فعل مضارع اسم فاعل کی جگہ میں واقع ہوتا ہے اس لئے اس پر رفع آتا ہے ان کے نزدیک زید یضربُ بجائے زید ضاربٌ کے ہے۔

ترجمہ: اور مضارع کا اعراب: رفع، نصب اور جزم ہے: (۱) پس صحیح (جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو) جو اس ضمیر مرفوع بارز (ضمیر فاعلی) سے خالی ہو جو تثنیہ کے لئے اور جمع کے لئے اور واحد مؤنث حاضر کے لئے ہوتی ہے: (اعراب دیا جاتا ہے) ضمہ اور فتحہ کے ساتھ درانحالیکہ وہ لفظی ہوتا ہے اور سکون کے ساتھ............ (۲) اور جو

مضارع ضمیر بارز مرفوع کے ساتھ متصل ہو (اعراب دیا جاتا ہے) نون اعرابی اور حذفِ نون کے ساتھ............ (۳) اور معتل واوی اور یائی (اعراب دیا جاتا ہے) ضمہ کے ساتھ درانحالیکہ وہ تقدیری ہوتا ہے اور فتحہ کے ساتھ درانحالیکہ وہ لفظی ہوتا ہے، اور (واو اور یاء) حذف کرنے کے ساتھ (جزم دیا جاتا ہے) ـــــ (۴) اور معتل الف کے ساتھ (اعراب دیا جاتا ہے) ضمہ اور فتحہ کے ساتھ درانحالیکہ وہ تقدیری ہوتے ہیں اور (جزم دیا جاتا ہے الف کے) حذف کے ساتھ ـــــ (فائدہ) اور مضارع مرفوع ہوتا ہے جب وہ نصب دینے والے اور جزم دینے والے حرف سے خالی ہو۔

[نواصب المضارع]

وَيَنْتَصِبُ بِأَنْ، ولَنْ، وإِذَنْ، و كَيْ، وبَأَنْ مقدَّرةً بعدَ حتى، ولامِ كَيْ، ولامِ الجحود، والفاءِ، والواوِ، وأوْ.

[١-] فأَنْ: مثلُ: أُريد أَنْ تُحْسِنَ إليَّ، وأن تصوموا خير لكم.

[فائدة] والتى تَقَعُ بعدَ العلم: هى المخَفَّفَةُ من المثقَّلَةِ، وليستْ هذه، نحوُ: علمتُ أَنْ سيقومُ، وأَنْ لايقومُ.(١)

[قاعدة] والتى تَقَعُ بعدَ الظَّنِّ: ففيها الوجهان.(٢)

[٢-] ولنْ: مثلُ: "لن أَبْرَحَ" ومعناها: نفيُ المستقبل.

[٣-] وإِذَن:

[الف] إذا لم يَعْتَمِدْ ما بعدَها على ما قبلَها، وكان الفعلُ مستَقْبَلاً، مثلُ: "إذن تَدْخُلَ الجنة"

[ب] وإذا وقعتْ بعد الواو والفاء: فالوجهان.

[٤-] وكَيْ: مثلُ:" أسلمتُ كى أدخُلَ الجنة": ومعناها: السببيةُ.

نواصب مضارع کا بیان

فعل مضارع کو چار حرف نصب دیتے ہیں: أَنْ، لَنْ، إِذَنْ، کَیْ۔ اور أَنْ: کبھی ملفوظ ہوتا ہے اور کبھی مقدر ہوتا ہے، أَنْ: چھ جگہ مقدر مانا جاتا ہے: (۱) حتی کے بعد جیسے سِرْتُ حتی أدخلَ البلد (۲) لام کَیْ کے بعد، جیسے سرتُ لأدخلَ البلد (۳) لام جحود کے بعد۔ اور لام جحود: وہ لام ہے جو کان منفی کی خبر پر داخل ہو کر نفی کی تاکید کرتا ہے۔ جیسے ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ (۴) فاء سببیہ کے بعد، جیسے زُرْنِیْ فَأُكْرِمَكَ (۵) واو جمعیت کے بعد، جیسے لا تأكلِ السمكَ وتَشْرَبَ اللبنَ: دودھ اور مچھلی ساتھ نہ کھاؤ (٦) أو بمعنی إلی أَنْ یا إلا أن کے بعد، جیسے لألزمَنَّك أو تُعطِيَنِي حقي: جب تک تو میرا حق نہیں دے گا چھوڑ نگا نہیں۔

نواصب مضارع کی تفصیل:

(۱) أَنْ ملفوظہ کی مثالیں: أريد أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ: میں چاہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ اچھا سلوک کرے (اس میں نصب فتح کے ساتھ ہے) ﴿وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے (اس میں نصب حذفِ نون کے ذریعہ ہے) اور واو کے بعد الف: قرآنی رسم الخط کے اس ضابطہ سے لکھا گیا ہے کہ جو واو جمع کے واو کے مشابہ ہوتا ہے، قرآنی رسم الخط میں اس کے بعد الف لکھا جاتا ہے۔

(۱) فائدہ: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے کہ علمتُ أن سيقومُ اور علمتُ أن لا يقومُ میں أن نے مضارع کو نصب کیوں نہیں دیا؟ جواب یہ ہے کہ فعل مضارع کو جو أن نصب دیتا ہے وہ أن مصدریہ ہوتا ہے، اور مذکورہ مثالوں میں أَنْ: مخففه من المثَقَّله ہے۔ یہ نصب نہیں دیتا۔ اور علم اور اس کے مشتقات کے بعد جو أَن آتا ہے وہ مخففہ ہی ہوتا ہے۔

(۲) قاعدہ: ظَنَّ اور اس کے مشتقات کے بعد جو أَنْ آتا ہے وہ مصدریہ بھی ہو سکتا

ہے اور مخففہ بھی۔ پس وہاں دونوں اعراب درست ہیں۔ جیسے ظننتُ أن سیقومَ/ سیقومُ. ظننتُ أن لایقومَ/ أن لایقومُ۔

(۲) لن کی مثال: ﴿فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتّٰی یَأْذَنَ لِیْ أَبِیْ﴾: پس میں تو ہرگز اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے ابا مجھے (حاضری کی) اجازت دیں (سورۂ یوسف آیت ۸۰) اور لن: زمانۂ مستقبل میں تاکید کے ساتھ نفی کرتا ہے۔

(۳) (الف) إِذَنْ: دو شرطوں کے ساتھ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے: (۱) إذن کا ما بعد إذن کے ماقبل پر اعتماد نہ رکھتا ہو یعنی اس کا مابعد ماقبل کا معمول نہ ہو (۲) فعل میں مستقبل کے معنی ہوں، حال کے معنی نہ ہوں، جیسے کسی نے کہا: أسلمتُ: میں نے اسلام قبول کیا، آپ نے کہا: إِذَنْ تدخلَ الجنة: تب تو تو جنت میں جائے گا۔ یہاں دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں اس لئے إِذَنْ نے فعل مضارع کو نصب دیا ہے ــــــ اور اگر کسی نے کہا: أنا آتِیْكَ: میں آپ کے پاس آؤنگا۔ آپ نے کہا أنا إِذن أکرمُك: تب میں آپ کا اکرام کرونگا (یہاں پہلی شرط مفقود ہے اس لئے إذن نے نصب نہیں دیا) اور ایک شخص نے آپ سے کوئی بات کہی۔ آپ نے کہا: إِذن أظنُّك کاذباً: اب میں آپ کو جھوٹا خیال کرتا ہوں (یہاں دوسری شرط مفقود ہے اس لئے نصب نہیں آیا)

(ب) اور جب إذن: واو یا فاء کے بعد آئے تو رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔ جیسے کسی نے کہا: أنا آتیك: آپ نے کہا: و إذن/ فإذن. أکرِمُك/ أکرِمَك۔

(۴) کَیْ: کی مثال: أسلمتُ کی أدخلَ الجنة: اسلام قبول کیا میں نے تاکہ میں جنت میں جاؤں۔ اور کی: سببیت کے لئے ہوتا ہے یعنی اس کا ماقبل مابعد کا سبب ہوتا ہے۔ جیسے اسلام لانا دخول جنت کا سبب ہے۔

ترجمہ: مضارع کو نصب دینے والے: اور مضارع منصوب ہوتا ہے أنْ، لَنْ، إِذَنْ اور کَیْ کے ذریعہ۔ اور أنْ کے ذریعہ درانحالیکہ وہ مقدر ہوتا ہے حتی، لام کَیْ،

لام جحود، فاء، واو اور أو کے بعد ـــــ (۱) پس أنْ کی مثالیں یہ ہیں...........
(فائدہ) اور وہ أَنْ جو علم کے بعد آتا ہے، وہ مثقلہ سے مخففہ ہی ہوتا ہے اور وہ یہ أَنْ
(ناصبہ) نہیں ہوتا ....(قاعدہ) اور وہ أَنْ جو ظنّ کے بعد آتا ہے اس میں دو
صورتیں ہیں: (۲) اور لَنْ کی مثال یہ ہے...........اور لَنْ کے معنی: زمانۂ مستقبل میں نفی
ہیں ـــــ (۳) اور إذن: (الف) جب اس کا مابعد اس کے ماقبل پر اعتماد نہ رکھتا ہو
اور فعل بمعنی مستقبل ہو (تو وہ مضارع کو نصب دیتا ہے) ....(ب) اور جب
إذن: واو اور فاء کے بعد آئے تو دو صورتیں ہیں یعنی رفع اور نصب دونوں جائز ہیں
ـــــ (۴) اور کی کی مثال یہ ہے...........اور اس کے معنی: سببیت کے ہیں۔

[نصَبُ المضارعِ بأنْ مقدرةً]

[١-] وحتى: إذا كان مستَقْبَلاً بالنَظَرِ إلى ما قبلَها: بمعنى كَيْ، أو إلٰى، مثلُ: "أسلمتُ حتى أدخُلَ الجنة" و:" كنتُ سِرْتُ حتى أدخُلَ البلدَ" و:" أَسِيْرُ حتى تَغِيْبَ الشمسُ"

[قاعدة] فإن أردتَ الحالَ: تحقيقاً أو حكايةً: كانت حرفَ ابتداءٍ، فَيُرْفَعُ، وتَجِبُ السببيةُ، مثلُ:" مَرِضَ حتى لا يَرْجُوْنَهُ" (١)

ومن ثَمَّ: امتنع الرفعُ في: "كان سيري حتى أدخُلَها": في الناقصة، و:" أسِرْتَ حتى تدخُلَها"؛ وجاز في التامَّةِ:" كان سيري حتى أدخلُها" و:" أَيُّهُمْ سار حتى يدخُلُها؟" (٢)

أن مقدّرہ کی وجہ سے مضارع کا نصب

۱- حتّٰی کے بعد أَنْ مقدر رہتا ہے اور وہ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور یہ بات
جب ہے کہ حتی کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل میں ہو اس وقت حتی

بمعنی کَیْ یا بمعنی إِلیٰ ہوتا ہے، جیسے أسلمتُ حتی أدخل الجنة: اسلام قبول کیا میں نے تا کہ میں جنت میں جاؤں۔ یہ حتی بمعنی کَیْ کی مثال ہے۔ اس میں حتی کا ما بعد یعنی دخول جنت: اس کے ماقبل یعنی اسلام لانے کے لحاظ سے مستقبل میں ہے۔

دوسری مثال: کنتُ سِرْتُ حتی أدخلَ البلدَ: یہ حتی بمعنی کی کی مثال بھی ہوسکتی ہے اور حتی بمعنی إلیٰ کی بھی، اگر متکلم نے سببیت کا قصد کیا ہے تو حتی بمعنی کی ہے یعنی میں چلا تھا تا کہ شہر میں داخل ہوؤں۔ اور اگر متکلم کا مقصود غایت اور نہایت کا بیان ہے تو حتی بمعنی إلی ہے یعنی میں چلا تھا یہاں تک کہ میں شہر میں داخل ہوا، اور دونوں صورتوں میں حتی کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل میں ہے۔

تیسری مثال: أسیرُ حتی تغیبَ الشمسُ: آفتاب کے غروب ہونے تک میں چل رہا ہوں۔ یہ حتی بمعنی إلی کی مثال ہے۔

(۱) قاعدہ: اگر حتی کے مابعد سے زمانۂ حال کا ارادہ کریں، خواہ حقیقۃً خواہ حکایۃً تو اس وقت حتی ابتدائیہ (استینافیہ) ہوگا، اور اس کا مابعد مرفوع ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں حتی کے مابعد کا ماقبل سے ارتباط ختم ہوجائے گا اس لئے سببیت ضروری ہوگی تا کہ ارتباط معنوی باقی رہے۔ جیسے مَرِضَ حتی لایَرْجُوْنَہ: وہ ایسا بیمار ہوگیا کہ لوگ اس سے ناامید ہوگئے۔ اس میں حتی کے مابعد میں زمانۂ حال میں مایوس ہونا مراد ہے، اس لئے فعل مضارع مرفوع ہے (نونِ اعرابی نہیں گرا) اور سببیت باقی ہے۔ کیونکہ مایوسی بیماری کی شدت کی وجہ سے ہے۔

(۲) تفریع: جب حتی کے مابعد سے زمانۂ حال کا ارادہ کریں خواہ حقیقۃً خواہ حکماً تو حتی ابتدائیہ ہوتا ہے اور اس کا مابعد مرفوع ہوتا ہے، پس کان سیری حتی أدخلَھا میں اگر کان ناقصہ ہو تو حتی کا مابعد مرفوع نہیں ہوسکتا، کیونکہ مرفوع ہونے کی صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا اور اس کے مابعد کا ماقبل سے انقطاع ہوجائے گا، پس کان ناقصہ بغیر خبر کے رہ جائے گا۔ بلکہ نصب پڑھیں گے تا کہ أَنْ مقدر ہو اور فعل

مضارع بتاویل مصدر ہوکر حتی کا مجرور ہو، پھر جار مجرور کان کی خبر بنیں۔

امتناع رفع کی دوسری مثال: أسِرْتَ حتی تدخلَها ہے۔ یہاں اگر فعل مضارع مرفوع ہو اور حتی ابتدائیہ ہو تو سببیت ضروری ہوگی، حالانکہ سبب ہونا متعذر رہے، کیونکہ حتی کا ماقبل استفہام کی وجہ سے مشکوک ہے اور مابعد متیقن ہے، پس مشکوک امر متیقن کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟

ہاں پہلی مثال میں اگر کان تامّہ ہو تو رفع جائز ہے کیونکہ کان تامہ کو خبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح أيُّهم سار حتی يدخلُها؟ میں بھی رفع جائز ہے، کیونکہ یہاں حتی کا ماقبل مشکوک نہیں۔ پس وہ سبب بن سکتا ہے۔

ترجمہ: مضارع کا نصب أن کے ذریعہ درانحالیکہ وہ مقدر ہو: (۱) اور حتی جب اس کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل میں ہو تو وہ بمعنی كَيْ یا بمعنی إلی ہوتا ہے، ......(قاعدہ) اور جب آپ زمانۂ حال کا ارادہ کریں، خواہ حقیقۃً خواہ حکایۃً تو حتی حرفِ ابتدا ہوگا پس وہ رفع دے گا اور سببیت ضروری ہوگی، .... اور اس جگہ سے رفع ناجائز ہے کان سیری حتی أدخلها میں کان ناقصہ ہونے کی صورت میں اور أسِرْتَ حتی تدخلَها میں اور رفع جائز ہوگا کان تامہ ہونے کی صورت میں جیسے......

[۲-] ولام كي: مثلُ: "أسلمتُ لأدخلَ الجنةَ"

[۳-] ولام الجُحُوْدِ: لامُ تاكيد بعدَ النفي لكان، مثلُ: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾

[٤-] والفاء: بشرطين: أحدهما: السببية، والثاني: أن يكون قبلَها أمر، أو نهي، أو استفهام، أو نفي، أو تَمَنٍّ، أو عَرْضٌ.

[٥-] والواو: بشرطين: الجمعية، وأن يكون قبلَها مثل ذلك.

[٦-] وأو: بشرط معنى: "إلى أَنْ" أو: "إلا أنْ"

[-۷] والعاطفةِ: إذا كان المعطوف عليه اسماً.
[قاعدة] ويجوز إظهارُ أَنْ: مع لام كی، والعاطفةِ؛ ويجب مع لا: في اللام.[۱]

(۲) لام بمعنی کَیْ کے بعد بھی أَنْ مقدر ہوتا ہے، جیسے أسلمتُ لأدخلَ الجنة۔
(۳) لام جحود کے بعد بھی أَنْ مقدر ہوتا ہے۔ اور لام جحود: وہ لام ہے جو کان منفی کی خبر پر داخل ہو کر مؤکد طور پر نفی کرتا ہے، جیسے ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾
(۴) فاء کے بعد دو شرطوں کے ساتھ أَنْ مقدر ہوتا ہے: (۱) فاء کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہو (۲) فاء سے پہلے چھ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو یعنی امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض میں سے کوئی ہو جیسے زُرنی فأکرِمَك (امر کی مثال) لا تشتِمْنِیْ فأضربَك (نہی کی مثال) هل عندك ماء فأشرَبه (استفہام کی مثال) ما تأتينا فتحدثَنا (نفی کی مثال) ليت لی مال فأنفقَه (تمنی کی مثال) ألا تنزل بنا فتصيبَ خيراً (عرض کی مثال) ان سب صورتوں میں أَنْ مقدر ہوگا اور فاء کا مابعد بتاویل مصدر ہو کر معطوف ہوگا۔
(۵) واو کے بعد دو شرطوں کے ساتھ أَنْ مقدر ہوتا ہے: (۱) ایک جمعیت یعنی واو کا ماقبل اس کے مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کے حصول کا زمانہ ایک ہو (۲) واو سے پہلے مذکورہ اشیائے ستّہ میں سے کوئی چیز ہو۔ اور واو کی مثالیں فاء کی مثالیں ہیں۔ مذکورہ تمام مثالوں میں فاء کی جگہ واو رکھ دیں تو واو کی مثالیں بن جائیں گی۔
(٦) أو کے بعد أَنْ اس وقت مقدر ہوتا ہے جب وہ بمعنی إلی یا إلا ہو، جیسے لألزمنك أو تعطينی حقی: سیبویہ کے نزدیک أو بمعنی إلا ہے اور دیگر نحویوں کے نزدیک بمعنی إلی ہے یعنی میں کسی وقت تیرا پیچھا نہیں چھوڑونگا مگر/ یہاں تک کہ تو مجھے میرا حق دیدے۔

(۷) حروف عاطفہ کے بعد بھی، خواہ وہ مذکورہ حروف عاطفہ ہوں یا ان کے علاوہ أَنْ مقدر رہتا ہے بشرطے کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو، جیسے **أعجبنی ضربك زیداً أو تشتمَ / فتشتم/ ثم تشتمَ۔**

نوٹ: جب معطوف علیہ اسم صریح ہو تو واو اور فاء کے بعد تقدیر أن کے لئے کوئی شرط نہیں۔

(۱) قاعدہ: لام کَیْ اور حروفِ عاطفہ کے ساتھ جبکہ مضارع کا اسم صریح پر عطف کیا گیا ہو تو أَنْ مصدریہ کا اظہار جائز ہے، جیسے **جئتك لأن تکرمنی . أعجبنی قیامُك وأن تذهب** ـــــ اور جب لام کَیْ کے ساتھ لائے نفی بھی ہو تو أَنْ ناقصہ کا اظہار واجب ہے، جیسے ﴿لِئَلَّا يَعْلَمُ﴾ تا کہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے اصل **لأن لا يعلم** ہے۔ پھر نون کا لام میں ادغام کیا ہے۔

ترجمہ: (۲) اور لام کی (کے بعد): .... (۳) اور لام جحود (کے بعد) وہ تاکید کا لام ہے کان کے لئے نفی کے بعد، .... (۴) اور فاء (کے بعد) دو شرطوں کے ساتھ: ان میں سے ایک: سببیت ہے اور دوسری: یہ کہ اس سے پہلے امر یا نہی یا استفہام یا نفی یا تمنی یا عرض ہو............ (۵) اور واو (کے بعد) دو شرطوں کے ساتھ: جمعیت اور یہ کہ اس کا ماقبل اس کے مانند ہو............ (۶) اور أو (کے بعد) **إلی أن** یا **إلا أن** کے معنی کی شرط کے ساتھ .... (۷) اور حرف عطف (کے بعد) جب معطوف علیہ کوئی اسم ہو ـــــ (قاعدہ) اور أَنْ کو ظاہر کرنا جائز ہے لام کَیْ اور حروف عطف کے ساتھ اور ظاہر کرنا واجب ہے لا کے ساتھ لام کی میں۔

[جوازم المضارِعِ]

وَيَنْجَزِمُ بلَمْ، ولَمَّا، ولامِ الأمر، ولا: فی النهی، وكَلِمِ المُجَازَاة؛ وهي: إن، ومَهْمَا، وإِذْمَا، وحيث ما، وأين، ومتى، وما، ومَن، وأيٌّ،

وأنّٰى ـــ وأما مع كيف مَا، وإذا فشاذٌّ ـــ وبإنْ مقدرةً.
فَلَمْ: لِقَلْبِ المضارع ماضياً، ونفيِه.(۱)
ولما: مثلُها؛ وتختص بالاستغراق، وجوازِ حذفِ الفعل.
ولام الأمر: المطلوب بها الفعلُ؛ وهي مكسورة أبداً.
ولا النَّهْيِ: المطلوب بها التركُ.

جوازمِ مضارع کا بیان

پانچ حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں: (۱) إنْ (شرطیہ) جیسے إن تكرمْني أكرمْك: اگر تو میرا اکرام کرے گا میں تیرا اکرام کرونگا (۲) لَمْ، جیسے لم يخرجْ: نہیں نکلا۔ (۳) لَمَّا، جیسے لَمَّا يضربْ: ابتک نہیں مارا (۴) لام امر، جیسے لِيَضْرِبْ: چاہئے کہ مارے (۵) لائے نہی، جیسے لا تضربْ: مت مار۔

إِنْ شرطیہ کے علاوہ کچھ کلماتِ شرط (کلماتِ مُجازات) بھی ہیں جو مضارع کو جزم دیتے ہیں۔ وہ یہ ہیں: (۱) مَهْمَا: جیسے مهما تضربْ أضربْ: جب بھی تو مارے گا میں مارونگا (۲) إذا: جیسے إذا تضرب أضربْ: جب بھی تو مارے گا میں مارونگا (۳) حيثما: جیسے حيثما تجلسْ أجلِسْ: تو جہاں بیٹھے گا میں بیٹھونگا (۴) أين: جیسے أين تجلسْ أجلِسْ (۵) متى جیسے متى تَنَمْ أَنَمْ: تو جب سوئے گا میں سوؤنگا (۶) ما: جیسے ما تصنعْ أصنع (۷) مَن: جیسے من يفعلِ الخيرَ يَنَلْ جَزَاءَ ہ (۸) أيٌّ: جیسے أيًّا تضربْ أضربْ (۹) أنّٰى: جیسے أنّٰى تقمْ أقمْ ـــــ اور كيفما اور إذا بھی شاذ طور پر جزم دیتے ہیں ـــــ (۱۰) إنْ: مقدر ہو کر بھی جزم دیتا ہے۔

جوازم مضارع کی تفصیل: (۱) لم: مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کرتا ہے، جیسے لم يضرب: نہیں مارا اس نے (۲) لما: بھی لم جیسا عمل کرتا ہے، مگر لما میں دو خاص باتیں ہیں: ایک: لما کی نفی میں استغراق ہوتا ہے یعنی پورے زمانۂ ماضی میں

نفی کرتا ہے اور لم صرف ماضی مطلق میں نفی کرتا ہے۔ دوسری: لما کے بعد فعل کو حذف کر سکتے ہیں لم کے بعد نہیں کر سکتے۔ جیسے شارفتُ المدینۃَ وَلَمَّا: میں شہر سے قریب ہو گیا اور اب تک داخل نہیں ہوا (۳) لام امر کے ذریعہ فعل طلب کیا جاتا ہے یعنی وہ مضارع کو امر بنا دیتا ہے۔ اور یہ لام ہمیشہ مکسور ہوتا ہے (اور کبھی واو، فاء اور ثم کے بعد ساکن کر دیا جاتا ہے، جیسے وَلْتَاْتِ طائفة، فليصلوا، ثم ليقضوا (۴) لائے نہی سے کام نہ کرنا مطلوب ہوتا ہے (لائے نہی مضارع کے تمام صیغوں پر داخل ہوتا ہے، اور لام امر: امر حاضر معروف کے صیغوں پر داخل نہیں ہوتا)

ترجمہ: مضارع کو جزم دینے والے: مضارع مجزوم ہوتا ہے: لَمْ، لَمَّا، لام امر اور نہی میں لا کے ذریعہ اور کلماتِ مجازات (کلماتِ شرط) کے ذریعہ اور وہ إن، مهما تا أنّی ہیں۔ اور رہا کیفما اور إذا کے ساتھ (مجزم ہونا) تو شاذ ہے اور إنْ کے ذریعہ درانحالیکہ وہ مقدر ہو ـــــ پس لم: مضارع کو ماضی میں پلٹنے کے لئے اور اس کی نفی کے لئے ہے ـــــ اور لما: لم کی طرح ہے۔ اور خاص ہوتا ہے استغراق کے ساتھ اور فعل کے حذف کے جواز کے ساتھ ـــــ اور لام امر: اس سے کام مطلوب ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے ـــــ اور نہی کا لا: اس سے مطلوب چھوڑنا (نہ کرنا) ہوتا ہے۔

[قاعدة] وكَلِمُ المُجازاة: تدخل على الفعلَين: لِسَبَبِيَّةِ الأول، ومُسَبَّبِيَّةِ الثانی، ويُسَمَّيَانِ شرطاً وجزاءً؛ فإن كانا مضارعين، أو الأول: فالجزم: وإن كان الثانی: فالوجهان.[۱]

[قاعدة] وإذا كان الجزاء ماضياً بغيرِ قد: لفظاً أو معنىً: لم تَجُزِ الفاءُ؛ وإن كان مضارعاً: مُثْبَتًا أو مَنْفِيًّا بلاَ: فالوجهان؛ وإلا: فالفاء.[۲]

[قاعدة] وتجيئُ إذا مع الجملة الاسمية موضِعَ الفاء.[۳]

[قاعدة] وإنْ مقدَّرةٌ بعد الأمر، والنهى، والاستفهام، والتمنِّى، والعرضِ:إذا قُصِدَ السببيةُ، نحوُ: أَسْلِمْ تَدْخُلِ الجنةَ، و: لاتَكْفُرْ تَدْخُلِ الجنةَ.(٤)

[فائدة] وامتنع: لا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النار، خلافاً للكسائى، لأن التقدير: إِنْ لا تَكْفُرْ.(٥)

(۱) قاعدہ: کلماتِ شرط دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں اور پہلے فعل کے سبب ہونے پر اور دوسرے فعل کے مسبب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ پہلا فعل شرط اور دوسرا فعل جزاء کہلاتا ہے، جیسے إن تكرمْني أكرمْك: اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کرونگا۔ اس میں پہلا فعل شرط ہے اور سبب ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور دوسرا فعل جزاء ہے اور مسبب ہونے پر دلالت کرتا ہے ـــــ پھر اگر دونوں فعل: مضارع ہوں یا صرف پہلا فعل: مضارع ہو اور دوسرا ماضی ہو تو فعل مضارع پر جزم واجب ہے، جیسے إن تزرْني أزرْك اور إن تزرني فقد زرتك ـــــ اور اگر جزاء فعل مضارع ہو اور شرط فعل ماضی ہو تو مضارع پر جزم اور رفع دونوں جائز ہیں، جیسے إن أتاني زيد آتِهِ/ آتيه: اگر زید میرے پاس آئے گا تو میں بھی اس کے پاس آؤنگا۔ اس صورت میں جزم تو حرفِ جازم کی وجہ سے ہے اور رفع اس لئے ہے کہ جازم کا تعلق مضارع سے فعل ماضی کے توسط سے ہوا ہے اس لئے اس کا عمل ضعیف ہو گیا، اس لئے رفع بھی جائز ہے، اور پہلی دونوں صورتوں میں جازم کا تعلق جزاء سے قوی ہے اس لئے جزم واجب ہے۔

(۲) قاعدہ: جب جزاء: فعل ماضی بغیر قد کے ہو، خواہ وہ ماضی لفظاً ہو یا معنیً، جیسے إن ضربتَ ضربتُ (لفظاً ماضی کی مثال) اور إن ضربتَ لم أضرب (معنیً فعل ماضی کی مثال) تو اس صورت میں فاء لانا جائز نہیں ـــــ اور جب جزاء فعل مضارع

مثبت یالا کے ذریعہ منفی ہوتو اس وقت فاء کالانا اور نہ لانا دونوں درست ہیں۔ جیسے ﴿إِنْ يَكُنْ مِّنْكُمْ أَلْفٌ يَّغْلِبُوْا أَلْفَيْنِ﴾ (مضارع مثبت بغیر فاء کی مثال) اور ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ (مضارع مثبت مع فاء کی مثال) إن لم يكن منكم ألف لايغلبوا ألفين (مضارع منفی بلا بغیر فاء کی مثال) ومن لم يعد فلا ينتقم الله منه (مضارع منفی بلا مع فاء کی مثال) ـــــ ورنہ یعنی جزاء فعل ماضی قد کے ساتھ ہو خواہ قد ملفوظ ہو یا مقدر یا فعل مضارع کی مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو فاء کا لانا ضروری ہے، جیسے إن أكرمتني اليوم فقد أكرمتك أمسِ (ورنہ کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں)

(۳) **قاعدہ:** کبھی فاء کے بجائے جزاء پر إِذَا مفاجاتیہ آتا ہے بشرطیکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو، جیسے ﴿إِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ: إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾ أی فهم يقنطون۔

(۴) **إن شرطیہ کی تقدیر کے مواقع:** إِنْ شرطیہ، امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد مقدر مانا جاتا ہے جبکہ ان امور سے سببیت مقصود ہو، جیسے أسلم تدخل الجنة أی إن تُسْلِمْ اور لا تكفر تدخل الجنة أی إن لم تكفر اور هل عندك ماء أشربه أی إن يكن عندك ماء اور ليت لی مال أنفقه أی إن يكن لی مال اور ألا تنزل بنا تصيب خيراً أی إن تنزل بنا۔

(۵) **فائدہ:** لاتكفر تدخل النار: صحیح نہیں، کیونکہ اس کی تقدیر عبارت ہوگی إن لا تكفر تدخل النار. اور کفر نہ کرنا دخولِ نار کا موجب نہیں۔ پس سببیت کی شرط فوت ہوگئی۔ اور کسائی اس ترکیب کو جائز کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک تقدیر عبارت ہے: لاتكفر إن تكفر تدخل النار اور یہ بات صحیح ہے۔

ترجمہ: اور کلماتِ شرط دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں: پہلے کا سبب ہونا اور دوسرے کا مسبب ہونا بیان کرنے کے لئے اور وہ دونوں شرط و جزاء کہلاتے ہیں۔ پس اگر دونوں فعل مضارع ہوں یا پہلا مضارع ہو تو جزم ہے اور اگر دوسرا مضارع ہو تو دو

صورتیں ہیں ـــــ قاعدہ: اور جب جزاء فعل ماضی بغیر لفظی یا معنوی قد کے ہوتو فاء جائز نہیں۔ اور اگر مضارع ہو، مثبت ہو یا لا کے ذریعہ منفی ہوتو دو صورتیں ہیں، ورنہ پس فاء ہے ـــــ قاعدہ: اور إذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ میں آتا ہے ـــــ قاعدہ: اور إن: امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد مقدر ہوتا ہے جبکہ سببیت کا ارادہ کیا جائے............ (فائدہ) لا تکفر تدخل النار جائز نہیں برخلاف کسائی کے اس لئے کہ تقدیر کلام إن لا تکفر ہے۔

[-٣] الأمر:

صيغةٌ يُطلب بها الفعلُ من الفاعل المخاطَب؛ بحذفِ حرفِ المضارِعَةِ، وحكمُ آخِرِه حكمُ المجزوم.

[قاعدة] فإن كان بعدَه ساكنٌ، وليس برباعيٍّ: زِدتَّ همزةَ وصلٍ: مضمومةً إن كان بعدَه ضمةٌ، ومكسورةً فيما سواه، مثلُ: اُقْتُلْ، واضْرِبْ، واعْلَمْ؛ وإن كان رباعياً فمفتوحةٌ مقطوعةٌ.

فعل امر کا بیان

فعل امر کا اطلاق اگرچہ امر حاضر معروف ومجہول اور امر غائب ومتکلم معروف ومجہول سب پر ہوتا ہے، مگر اصل امر صرف امر حاضر معروف ہے اس لئے مصنف رحمہ اللہ اسی کی تعریف کرتے ہیں۔

فعل امر: وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعلِ حاضر سے کوئی کام طلب کیا جائے، علامتِ مضارع حذف کرکے۔ یہ آخری بات امر حاضر بنانے کے طریقے کی طرف اشارہ ہے ـــــ امر حاضر معروف کا آخر: مضارع مجزوم کی طرح ہوتا ہے یعنی کبھی جزم حرکت گرنے کے ذریعہ آتا ہے، کبھی نونِ اعرابی گرنے کے ذریعہ اور کبھی حرف

علت گرنے کے ذریعہ، جیسے اُقْتُلْ، اقْتُلَا، أُغْزُ، ارْمِ، اخْشَ۔

امر حاضر معروف بنانے کا قاعدہ: امر حاضر معروف: فعل مضارع حاضر معروف سے بنتا ہے اس طرح کہ علامتِ مضارع کو حذف کرو، پھر دیکھو پہلا حرف ساکن ہے یا متحرک؟ اگر متحرک ہو تو کچھ نہ کرو صرف آخر کو ساکن کر دو فعل امر بن جائے گا، جیسے تَعِدُ سے عِدْ اور تُضَارِبُ سے ضَارِبْ ـــــ اور اگر پہلا حرف ساکن ہو اور مضارع رباعی نہ ہو تو ہمزۂ وصل بڑھاؤ۔ یہ ہمزہ اگر پہلے حرف کا مابعد مضموم ہو تو مضموم ہوگا ورنہ مکسور ہوگا، جیسے أُقْتُلْ (ساکن کے بعد ضمہ ہونے کی مثال) اور اِضرِبْ (ساکن کے بعد کسرہ ہونے کی مثال) اور اِعْلَمْ (ساکن کے بعد فتحہ ہونے کی مثال) اور اگر فعل مضارع رباعی ہو یعنی اس کی ماضی کے پہلے صیغے میں چار حروف ہوں تو ہمزہ قطعی بڑھاؤ (ایسا رباعی فعل صرف باب افعال ہے)

ترجمہ: امر: وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل مخاطب سے کام طلب کیا جاتا ہے علامتِ مضارع کو حذف کرنے کے ذریعہ۔ اور اس کے آخر کا حکم مضارع مجزوم کی طرح ہے ـــــ (قاعدہ) پس اگر علامتِ مضارع کے بعد ساکن حرف ہو اور فعل رباعی نہ ہو تو آپ ہمزۂ وصل بڑھائیں: مضموم ہونے کی حالت میں اگر اس ساکن کے بعد ضمہ ہو، اور مکسور ہونے کی حالت میں اس صورت میں جو اس کے علاوہ ہے، ....اور اگر فعل رباعی ہو تو ہمزۂ قطعی بڑھائیں۔

[٤-] فعلُ مالم يُسَمَّ فاعلُه

هو: ما حُذِفَ فاعلُه:

[قاعدة] فإن كان ماضياً:

[١-] ضُمَّ أولُه، وكُسِرَ ما قبلَ آخره.

[٢-] ويُضَمُّ الثالث مع همزة الوصل؛ والثانى مع التاء: خوفَ

اللَّبْسِ.

[٣-] ومعتلُّ العين: الأفصحُ: قِيْلَ، وبِيْعَ؛ وجاء الإشمامُ، والواو؛ ومثلُه: بابُ اخْتِيْرَ، وانْقِيْدَ؛ دونَ اسْتُخِيْرَ، وأُقِيْمَ.

وإن كان مضارعاً:

[١-] ضُمَّ أولُه، وفُتِحَ ما قبلَ آخره.

[٢-] ومعتلُّ العين: يَنْقَلِبُ فيه العينُ ألفاً.

فعل مجہول کا بیان

فعل مجہول کو فعل مالم يُسَمَّ فاعلُه کہتے ہیں یعنی وہ فعل جس کے فاعل کا نام نہیں لیا گیا۔ اور یہی اس کی تعریف ہے یعنی جس فعل کا فاعل حذف کیا گیا ہو وہ فعل مجہول ہے۔ جیسے ضُرِبَ: مارا گیا۔ اس میں مارنے والے کا کوئی ذکر نہیں۔

فعل مجہول بنانے کا قاعدہ: فعل دو حال سے خالی نہیں: ماضی ہوگا یا مضارع (امر حاضر معروف کا مجہول نہیں آتا اس کا مجہول: مضارع مجہول ہی ہوتا ہے) اگر ماضی ہو تو (۱) اس کے پہلے حرف کو پیش اور آخر کے ماقبل کو زیر دو، جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ (۲) اور اگر ماضی کے شروع میں ہمزۂ وصل ہو تو اس کو اور تیسرے حرف کو ضمہ دو، تاکہ اس باب کے امر کے ساتھ اشتباہ نہ ہو۔ جیسے اِسْتَنْصَرَ سے اُسْتُنْصِرَ، اور اگر ماضی کے شروع میں تاء ہو تو اس کو اور دوسرے حرف کو ضمہ دو، تاکہ باب تَفَعُّل کے صیغۂ مضارع کے ساتھ اشتباہ نہ ہو، جیسے تَقَبَّلَ سے تُقُبِّلَ (۳) اور اگر فعل ماضی معتل ہو، خواہ واوی ہو یا یائی تو ثلاثی مجرد سے فصیح ترین لغت کے مطابق قیل اور بیع آئے گا۔ اور اس میں اشمام بھی جائز ہے (اشمام یہ ہے کہ فاء کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کریں اور عین کلمہ کو جو یاء ہے تھوڑا سا واو کی طرف مائل کر کے پڑھیں) تاکہ معلوم ہو کہ فاء کلمہ میں اصل ضمہ ہے۔ اور اس میں قُوْلَ اور بُوْعَ بھی آیا ہے یعنی

بجائے یاء کے واو بھی پڑھ سکتے ہیں۔اور جس طرح ثلاثی مجرد کی ماضی میں وجوہ ثلاثہ مذکورہ جاری ہوتی ہیں اسی طرح باب افتعال اور باب انفعال کی ماضی مجہول میں بھی جاری ہوتی ہیں جبکہ وہ معتل العین ہوں، جیسے اختیر اور انقید ان کو بھی تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ ان میں خِیْرَ اور قِیْدَ بغیر کسی فرق کے قیل اور بیع کی طرح ہیں۔اور باب استفعال اور باب افعال کی ماضی میں جبکہ وہ معتل العین ہوں یہ تین طریقے جائز نہیں، کیونکہ ان میں حرفِ علت کا ماقبل باعتبار اصل کے ساکن ہے، پس وہ قیل اور بیع کی طرح نہیں ہیں ـــــ اور اگر وہ فعل: مضارع ہو تو (۱) حرف اول کو جو علامتِ مضارع ہے ضمہ دو اور آخر سے پہلے والے حرف کو فتحہ دو، جیسے یَقْتُل سے یُقْتَلُ ـــــ (۲) اور اگر فعل معتل العین ہو تو عین کلمہ بقاعدۂ صرف الف سے بدل جائے گا، جیسے یقول سے یقال اور یبیع سے یباع۔

ترجمہ: اس فعل کا بیان جس کے فاعل کا تذکرہ نہیں کیا گیا: وہ وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو ـــــ (قاعدہ) پس اگر ہو وہ فعل ماضی: (۱) تو اس کے پہلے حرف کو ضمہ دیا جائے اور اس کے آخر کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے ـــــ (۲) اور تیسرے حرف کو ضمہ دیا جائے ہمزۂ وصل کے ساتھ اور دوسرے حرف کو تاء کے ساتھ، اشتباہ کے اندیشہ سے ـــــ (۳) اور معتل العین فصیح ترین: قیل اور بیع ہے اور آیا ہے اشمام اور واو اور اس کے مانند اختیر اور انقید کے قبیل کے الفاظ ہیں۔نہ کہ استخیر اور أقیم ـــــ اور اگر وہ فعل مضارع ہو: (۱) تو اس کے پہلے حرف کو ضمہ دیا جائے اور اس کے آخر کے ماقبل کو فتح دیا جائے ـــــ (۲) اور معتل العین: اس میں عین الف سے بدل جائے گی۔

[۵-] المتعدِّیْ وغیر المتعدِّیْ

فالمتعدِّی: مایتوقَّفُ فهمُه علی متعلِّقٍ، کضَرَبَ؛ وغیرُ المتعدی:

بخلافه، كقعد.

[قاعدة] والمتعدى: يكون إلى واحدٍ، كضَرَبَ؛ وإلى اثنين، كأعطى، وعَلِمَ؛ وإلى ثلاثة، كأَعْلَمَ، وأَرىٰ، وأَنْبأَ، ونَبَّأَ، وَأَخْبَرَ، وخَبَّرَ، وحَدَّث.(۱)

[قاعدة] وهذه: مفعولُها الأولُ كمفعول أعطيتُ؛ والثانى والثالث كمفعولَىْ علمتُ.(۲)

فعل متعدی اور غیر متعدی کا بیان

فعل متعدی: وہ فعل ہے جس کا سمجھنا متعلق پر یعنی غیر فاعل کے سمجھنے پر موقوف ہو اور متعلق سے مراد مفعول بہ ہے، جیسے ضَرَبَ: مارا اس نے۔ اس کا سمجھنا جس طرح ضارب پر موقوف ہے مضروب پر بھی موقوف ہے۔

فعل غیر متعدی (فعل لازم) وہ فعل ہے جو فعل متعدی کے برخلاف ہے یعنی اس کا سمجھنا غیر فاعل کے سمجھنے پر موقوف نہیں، جیسے قَعَدَ: بیٹھا ــــــ اور فعل غیر متعدی (فعل لازم) تین طرح سے متعدی ہوتا ہے: (۱) باب افعال میں لے جانے سے جیسے ذَهَبَ سے أَذْهَبَ (۲) باب تفعیل میں لے جانے سے جیسے فَرِحَ (خوش ہوا) سے فَرَّحَ (خوش کیا) (۳) حرف جر کے ذریعہ جیسے ذهب (گیا) سے ذهب به۔ لے گیا۔

(۱) قاعدہ: فعل متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے، جیسے ضرب زيد عمراً۔ اور کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے أعطيت زيداً درهماً اور علمتُ زيداً فاضلاً۔ پہلی مثال میں مفعول اول اور مفعول ثانی کے مصداق الگ الگ ہیں اور دوسری مثال میں ایک ہیں۔ اور کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے، جیسے أعلم الله زيداً عمراً فاضلاً: اللہ نے زید کو عمرو کا فاضل ہونا بتلایا۔ اسی طرح أرىٰ، أنبأ، نبّأ، أَخْبَرَ، خَبَّرَ اور حَدَّث کا حال ہے۔ جب وہ بمعنی اعلام (بتلانا)

ہوتے ہیں تو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔

(۲) قاعدہ: جاننا چاہئے کہ أعطیتُ کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ کہہ سکتے ہیں :أعطیتُ زیداً: میں نے زید کو دیا۔ کیا دیا؟ اس کا تذکرہ ضروری نہیں۔ اور علمتُ کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز نہیں۔ علمتُ زیداً کہنا درست نہیں۔ بات ادھوری رہے گی، بلکہ علمتُ زیداً فاضلاً کہنا ضروری ہے —— اب قاعدہ سمجھنا چاہئے کہ یہ افعال جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہیں ان کا پہلا مفعول تو أعطیتُ کے دوسرے مفعول کی طرح ہے پس جائز ہے کہ اس کو ذکر کریں اور جائز ہے کہ اس کو ذکر نہ کریں، مگر ان کا دوسرا اور تیسرا مفعول أعطیت کے دو مفعولوں کی طرح ہیں۔ پس یا تو دونوں کو حذف کریں یا دونوں کو ذکر کریں ایک کو ذکر کرنا اور ایک کو حذف کرنا جائز نہیں۔

ترجمہ: متعدی اور غیر متعدی کا بیان: پس متعدی: وہ فعل ہے جس کا سمجھنا کسی تعلق رکھنے والی چیز پر موقوف ہو، جیسے ضرب اور غیر متعدی اس کے برخلاف ہے، جیسے قعد —— (قاعدہ) اور فعل متعدی ہوتا ہے ایک مفعول کی طرف جیسے ضرب، اور دو مفعولوں کی طرف، جیسے أعطی اور اعلم، اور تین مفعولوں کی طرف جیسے أعلم إلخ —— (قاعدہ) اور یہ افعال یعنی متعدی بسہ مفعول: ان کا پہلا مفعول أعطیتُ کے مفعول کی طرح ہے اور دوسرا اور تیسرا مفعول علمت کے دو مفعولوں کی طرح ہے۔

[٦-] أفعال القلوب

ظَنَنْتُ، وحَسِبْتُ، وخِلْتُ، وزَعَمْتُ، وعَلِمْتُ، ورأيتُ، ووجدتُ: تدخُلُ على الجملة الاسمية: لبيان ماهي عنه، فَتَنْصِبُ الجزئين.

ومن خَصَائِصِها: أنه إذا ذُكِرَ أحدُهما ذُكِرَ الآخَرُ؛ بخلاف باب

أعطيتُ.(١)

ومنها: جوازُ الإلغاء: إذا تَوَسَّطَتْ أو تأخَّرَتْ، لاستقلال الجزئين كلاماً.

ومنها: أنها تُعَلَّقُ قبلَ الاستفهام، والنفي، واللام، مثلُ: علمتُ أزيدٌ عندك أم عَمْرُو؟

ومنها: أنه يجوز أن يكون فاعلُها ومفعولُها ضميرَيْن لشيئ واحد، مثلُ: عَلِمْتُنِيْ منطلقاً.

[فائدة] ولبعضها معنىً آخَرُ، يتعدّى به إلي واحدٍ: فظننتُ: بمعنى اتَّهمتُ؛وعلمتُ: بمعنى عرفتُ؛ورأيت: بمعنى أَبْصَرْتُ؛ ووجدتُ: بمعنى أَصَبْتُ.(٢)

افعالِ قلوب کا بیان

فعل قلب: وہ فعل ہے جس کا تعلق دل سے ہو، ہاتھ پاؤں کو اس کے صادر ہونے میں کچھ دخل نہ ہو۔ جیسے علمتُ زیداً عالماً: میں نے زید کو عالم جانا۔ افعال قلوب سات ہیں:عَلِمَ(جانا)رَأَی(دیکھا)وَجَدَ(پایا)حَسِبَ(گمان کیا)ظَنَّ(گمان کیا)خَالَ(گمان کیا)زَعَمَ(گمان گیا) اول تین یقین کے لئے ہیں، بعد کے تین شک کے لئے ہیں اور آخری فعل شک ویقین دونوں میں مشترک ہے۔ جیسے علمتُ زیداً کاتباً: میں نے زید کو کاتب (لکھنے والا) جانا۔ رأیت سعیداً فاضلاً: دل سے دیکھا میں نے سعید کو فاضل یعنی اس کو بڑا آدمی سمجھا۔ وجدتُ قاسماً أمینا: میں نے قاسم کو امانت دار پایا۔ حسبتُ محمداً نائما: میں نے محمد کو سونے والا گمان کیا۔ ظننتُ حَسَنًا قارئًا: میں نے حسن کو عمدہ قرآن پڑھنے والا گمان کیا۔ خِلْتُ الدارَ خالیاً: میں نے گھر کو خالی گمان کیا۔ زعمتُ الصدیق وَفِیًّا: میں نے دوست کو

وفادار گمان کیا۔ زعمتُ الله غفوراً: میں نے اللہ کو بالیقین بخشنے والا جانا۔

یہ تمام افعالِ قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔ پہلی مثال میں علمتُ: زیدٌ کاتب پر داخل ہوا ہے۔ اور اس چیز کو بیان کرتے ہیں جس سے وہ خود ماخوذ ہوتے ہیں یعنی ظننتُ: ظَنّ (گمان) کو بیان کرتا ہے اور علمتُ: علم کو بیان کرتا ہے۔ یہ افعال جملہ اسمیہ کے دونوں جزؤں کو بربنائے مفولیت نصب دیتے ہیں۔

افعال قلوب کی خصوصیات:

(۱) افعالِ قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کو ذکر کرنا اور ایک کو ذکر نہ کرنا جائز نہیں۔ یا تو دونوں کو ذکر کیا جائے یا دونوں کو حذف کیا جائے کیونکہ ان کے دونوں مفعول بمنزلہ ایک مفعول کے ہوتے ہیں۔ برخلاف اعطیتُ کے، اس کے صرف مفعول اول کو ذکر کر سکتے ہیں۔

(۲) جب افعالِ قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان آئیں یا بعد میں آئیں تو ان کا الغاء جائز ہے۔ الغاء کے معنی ہیں ان کا لفظاً اور معنیً عمل باطل کرنا۔ کیونکہ ان کے دونوں مفعولوں میں مبتدا و خبر بننے کی صلاحیت ہے، اس لئے وہ مستقل کلام ہیں اور افعالِ قلوب کا عمل ضعیف ہے۔ پس ان کا عمل ختم کر دینا درست ہے جیسے زیدٌ علمتُ کاتِبٌ یا زیدٌ کاتبٌ علمتُ کہنا درست ہے۔

(۳) جب افعالِ قلوب استفہام، نفی، یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں تو وہ معلَّق (اُدھر لٹکائے ہوئے) کر دیئے جاتے ہیں یعنی لفظاً ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے اور معنیً باقی رہتا ہے۔ جیسے علمتُ أزیدٌ عندك أم عمرو؟ علمتُ مازید قائم، علمت لزید قائم۔

(۴) افعالِ قلوب کا فاعل اور مفعول ایسی دو ضمیریں (متصل) ہو سکتی ہیں جن کا مرجع ایک ہو، جیسے علمتُنِی منطلقاً: میں نے خود کو چلنے والا جانا۔ اس میں تُ اور ی کا مرجع خود متکلم ہے۔

(۲) فائدہ: افعالِ قلوب میں سے بعض کے مذکورہ معنی کے علاوہ بھی معنی ہیں۔ اور اس وقت وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ ظننتُ: ظِنَّةٌ سے مشتق ہوکر تہمت لگانے کے معنی میں بھی آتا ہے، اس وقت وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے، ایسے ہی علمتُ بمعنی عَرَفْتُ اور رأیتُ بمعنی أبصرتُ (آنکھ سے دیکھنا) اور وجدتُ بمعنی أَصَبْتُ (پانا) آتے ہیں۔ جب ان افعال کے یہ معنی ہوں تو وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہونگے۔

ترجمہ: افعالِ قلوب: ظننتُ إلخ ہیں: داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر اس کو بیان کرنے کے لئے جس کی طرف سے وہ ہیں، پس نصب دیتے ہیں دونوں جزوں کو ـــــ اور ان کی خصوصیات میں سے: یہ بات ہے کہ جب ان دو جزوں میں سے ایک جزء ذکر کیا جائے تو دوسرا بھی ذکر کیا جائے، برخلاف أعطیتُ کے قبیل کے ـــــ اور ان میں سے: الغاء کا جواز ہے جب وہ افعال دونوں جزوں کے درمیان آئیں یا پیچھے آئیں، دونوں جزوں کے مستقل کلام ہونے کی وجہ سے ـــــ اور ان میں سے: یہ بات ہے کہ وہ افعال اُدھر لٹکا دیئے جاتے ہیں استفہام، نفی اور لام سے پہلے............ اور ان میں سے: یہ بات ہے کہ جائز ہے ان کا فاعل اور ان کا مفعول ایک چیز کے لئے دو ضمیریں ہوں .... (فائدہ) اور ان میں سے بعض افعال کے لئے دوسرے معانی ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ پس ظننتُ بمعنی اتہمت ہے، اور علمت بمعنی عرفت ہے اور رأیت بمعنی أبصرتُ ہے اور وجدتُ بمعنی أصبتُ ہے۔

[۷-] الأفعال الناقصة:

ما وُضِعَ لتقرير الفاعل على صفةٍ.

وهي: كان، وصار، وأصبح، وأمسى، وأضحى، وظَلَّ، وبَاتَ،

وآضَ، وعاد، وغدا، وراح، ومازال، وما انْفَكَّ، وما فَتِئَ، وما بَرِحَ، وما دام، وليس.

[فائدة] وقد جاء:"ما جاء تْ حاجتَكَ" و:" قعدتْ كأنها حرْبةٌ"(۱)

[قاعدة] تدخل على الجملة الاسمية: لإعطاءِ الخبرِ حكمَ معناها: فترفع الأول، وتَنْصِبُ الثانى، مثلُ: كان زيدٌ قائماً.(۲)

فكان:(۳)

[۱-] تكون ناقصةً: لثبوت خبرها ماضياً: دائماً أو منقطعاً؛ وبمعنى صار، ويكون فيها ضميرُ الشان.

[۲-] وتكون تامَّةً بمعنى ثبت.

[۳-] وزائدة.

افعالِ ناقصہ کا بیان

افعالِ ناقصہ: سترہ ہیں جو کتاب میں ذکر کئے گئے ہیں۔ان کو ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صرف فاعل (اسم) پر تام نہیں ہوتے، بلکہ اسم کے ساتھ خبر کو ملانے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ افعال: فاعل (اسم) کو کسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔جیسے کان زید نائما: اس میں زید کے لئے صفتِ نوم ثابت کی گئی ہے۔

(۱) **فائدہ:** افعال ناقصہ صرف یہی سترہ نہیں ہیں، اور بھی افعال ناقصہ آئے ہیں۔ جیسے (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خوارج کو سمجھانے گئے تو بہت سے سمجھ گئے اور اطاعت کی طرف لوٹ آئے، مگر چار ہزار نہیں سمجھے۔انھوں نے کہا: ما جاء تْ حاجتَك: ہماری غفلت نے آپ کی حاجت برآری نہ کی! اس میں جاء ت بمعنی

کانت ہے، ضمیر محذوف جو غفلت کی طرف راجع ہے اسم ہے اور حاجتك خبر ہے
(۲) اور ایک بدّو نے کہا: أَرْهَفَ شَفْرَتَه حتى قَعَدَتْ كأنها حَرْبَةٌ: اس نے اپنی چھری تیز کی یہاں تک کہ وہ چھوٹے نیزے کی طرح ہوگئی۔ اس میں قعدت بمعنی صارت ہے اور ضمیر جو شفرة کی طرف عائد ہے قعدت کا اسم ہے اور جملہ كأنها حربة خبر ہے (مگر یہ افعال سماع پر موقوف ہیں)

(۲) قاعدہ: افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اپنے معنی خبر کو دیتے ہیں اور جملہ اسمیہ کے جزء اول کو رفع اور جزء ثانی کو نصب دیتے ہیں، جیسے كان زيد قائما: زید کھڑا تھا۔ کان نے اپنے معنی کا حکم یعنی ثبوت قائما کو دیا یعنی قیام کو زید کے لئے ثابت کیا یہی ان افعال کا کام ہے۔

(۳) افعال ناقصہ کی تفصیل: افعال ناقصہ میں سے کان تین طرح کا ہوتا ہے: ناقصہ، تامّہ اور زائدہ۔ پھر ناقصہ کی دو قسمیں ہیں: ایک: وہ جو اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت کرتا ہے، خواہ زمانۂ ماضی میں ثبوت دائمی ہو، جیسے كان الله عليما یا منقطع ہو، جیسے كان زيد قائما، دوسرے: بمعنی صار، جیسے كان زيد غنياً: زید مالدار ہوگیا ـــــ اور کان کی دوسری قسم: کان تامہ بمعنی ثبت ہے اس صورت میں کان اسم پر تام ہوجاتا ہے، اس کو خبر کی حاجت نہیں ہوتی جیسے: ﴿كُنْ فَيَكُوْن﴾ یعنی ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے أی فيكون هو۔ اور تیسری قسم: کان زائدہ ہے۔ اور وہ وہ ہے کہ اگر اس کو عبارت سے حذف کریں تو مقصود میں خلل نہ پڑے۔ جیسے ﴿كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِيْ الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾ أی كيف نكلِّم مَن هو فی المهد حالَ كونه صبياً: ہم کیسے بات کریں اس سے جو ابھی پالنے میں بچہ ہے اس میں کان تحسین کلام کے لئے ہے۔

فائدہ: مصنف رحمہ اللہ نے درج کلام میں ضمناً ایک فائدہ بیان کیا ہے کہ کبھی کان ناقصہ میں ضمیر شان ہوتی ہے جو اس کا اسم ہوتی ہے، اور جو جملہ اس کے بعد آتا

ہے وہ خبر ہوتا ہے اور وہ ضمیر شان کی تفسیر کرتا ہے، جیسے:

إذا مُتُّ كان الناسُ صنفانِ شامتٌ ۞ وآخَرُ مُثْنٍ بالذى كنتُ أَصْنَعُ

(جب میں مر جاؤنگا تو لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے: خوش ہونے والے اور دوسرے تعریف کرنے والے اس کی جو میں کیا کرتا تھا)

اس میں کان میں ضمیر شان ہے جو اس کا اسم ہے اور الناس صنفان: مبتدا خبر مل کر کان کی خبر ہیں اور ضمیر شان کی تفسیر کرتے ہیں (اس فائدہ کا تعلق کان ناقصہ سے ہے، تامہ اور زائدہ سے نہیں۔ یعنی کان ناقصہ ہی میں ضمیر شان ہوتی ہے اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے کان ناقصہ کے بیان کے آخر میں یہ فائدہ بیان کیا ہے)

ترجمہ: افعال ناقصہ: وہ ہیں جو وضع کئے گئے ہیں فاعل (اسم) کو کسی صفت (خبر) پر ثابت کرنے کے لئے، اور وہ کان إلخ ہیں (فائدہ) اور تحقیق آیا ہے: ما جاء ت حاجتَك اور قعدتْ كأنها حَرْبَةٌ ـــــ (قاعدہ) افعال ناقصہ: جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں: خبر کو اپنے معنی کا حکم دینے کے لئے، پس رفع دیتے ہیں اول کو اور نصب دیتے ہیں ثانی کو............پس کان: (۱) ہوتا ہے ناقصہ: ان کی خبر کے ثبوت کے لئے زمانۂ ماضی میں، خواہ دائمی ثبوت ہو یا منقطع ہونے والا ہو اور صار کے معنی میں آتا ہے اور اس میں ضمیر شان ہوتی ہے ـــــ (۲) اور تامہ بمعنی ثبت ہوتا ہے ـــــ (۳) اور زائدہ ہوتا ہے۔

وصار: للانتقال.[١]

وأَصْبَحَ، وأَمْسٰى، وأَضْحٰى:[٢]

[١-] لاقترانِ مضمونِ الجملةِ بأوقاتها.

[٢-] وبمعنى صار.

[٣-] وتكون تامَّةً.

وظَلَّ، وبات:(٣)

[١-] لاقتران مضمونِ الجملةِ بوقتَيهما.

[٢-] وبمعنى صار.

وما زال، وما بَرِحَ، وما فَتِئَ، وماانْفَكَّ: لاستمرار خبرها لفاعلها مُذْ قَبِلَهُ؛ ويلزَمُها النفى.(٤)

ومادام: لتوقيتِ أمرٍ بمدَّةِ ثبوتِ خبرِها لفاعلها؛ ومن ثَمَّ احتاج إلى كلام، لأنه ظرفٌ.(٥)

وليس: لنفى مضمون الجملة حالاً، وقيل: مطلقاً.(٦)

[قاعدة] ويجوز تقديمُ أخبارها كلِّها على أسمائها.(٧)

[قاعدة] وهى فى تقديمها عليها: على ثلاثة أقسام:(٨)

[١-] قسمٌ: يجوز، وهو من كان ـــ إلى ـــ رَاحَ.

[٢-] وقسم: لايجوز، وهو ما فى أولّه "ما"، خلافاً لابنِ كيسان فى غير: مادام.

[٣-] وقسم: مختلف فيه، وهو ليس.

(١) افعال ناقصہ میں سے صار: حالت کی تبدیلی کے لئے آتا ہے، جیسے صار الدقيقُ خبزاً: آٹا روٹی بن گیا۔

(٢) افعال ناقصہ میں سے أَصبح، أمسى اور أضحى: تین مقاصد کے لئے آتے ہیں: (١) جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کے لئے، جیسے أصبح/ أمسى/ أضحى زيد قائما: زید صبح کے وقت/ شام کے وقت/ چاشت کے وقت کھڑا ہوا (٢) صار کے معنی میں، جیسے أصبح/ أمسى/ أضحى زيد غنيا: زید مالدار ہوا۔ (٣) کبھی تامہ ہوتے ہیں، جب ان کے اوقات میں داخل ہونے کے معنی ہوں۔ اس

وقت ان کو خبر کی حاجت نہیں ہوتی، جیسے أصبح زید: زید نے صبح کی، یعنی صبح کے وقت میں داخل ہوا۔

(۳) افعال ناقصہ میں سے ظل اور بات دو مقاصد کے لئے آتے ہیں: (۱) جملہ کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لئے، جیسے ظل زید کاتباً: زید دن بھر لکھنے والا رہا۔ بات زید مضطرباً: زید رات بھر بے قرار رہا (۲) بمعنی صار، جیسے ظل زید غنیا: زید مالدار ہوگیا۔ بات زید فقیراً: زید فقیر ہوگیا۔

(۴) افعال ناقصہ میں مازال، مابَرِحَ، ما فَتِئَ اور ما انْفَكَّ: اپنی خبروں کو اپنے فاعل (اسم) کے لئے مستمراً ثابت کرنے کے لئے ہیں، لیکن مطلقاً نہیں، بلکہ جب سے ان کے فاعلوں نے خبر کو قبول کیا ہے، جیسے مازال زید غنیا: زید جب سے مالدار ہوا ہے برابر مالدار ہے۔ اور ان افعال کے معنی میں جو نفی کے معنی پائے جاتے ہیں وہ ما نافیہ داخل ہونے سے باطل ہو جاتے ہیں تاہم ان کے لئے نفی لازم ہے خواہ لفظاً ہو یا معنیً۔ لفظاً یہ کہ ان میں ما نافیہ موجود ہے اور معنی کی مثال: ﴿تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ﴾ ہے۔ اس کی اصل لا تفتؤا ہے۔

(۵) افعال ناقصہ میں سے مادام کسی چیز کو اس مدت تک موقّت کرنے کے لئے ہے جب تک اس کی خبر اس کے فاعل (اسم) کے لئے ثابت ہے۔ جیسے اجلس مادام زید جالساً: جب تک زید بیٹھا ہے بیٹھا رہ۔ اس میں مخاطب کے بیٹھنے کی مدت کو زید کے بیٹھنے کی مدت کے ساتھ موقّت کر دیا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ مادام سے پہلے ایک مستقل فائدہ رکھنے والا کلام ہو، جیسے مثال مذکور میں اجلس ہے۔ کیونکہ مادام ظرف ہے اور ظروف افادہ میں مستقل نہیں ہوتے۔

(۶) افعال ناقصہ میں سے لیس زمانۂ حال میں مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے، جیسے لیس زید ضارباً یعنی زید فی الحال مارنے والا نہیں۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ مطلقاً جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے یعنی تینوں زمانوں میں نفی کرتا ہے۔

(۷) قاعدہ: افعال ناقصہ کی خبروں کا ان کے اسماء پر مقدم ہونا جائز ہے، اس لئے کہ یہ منصوب کی مرفوع پر تقدیم ہے اور افعال میں یہ تقدیم جائز ہے۔

(۸) قاعدہ: افعال ناقصہ کی خبریں خود افعال ناقصہ سے مقدم ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں افعال ناقصہ تین طرح کے ہیں: (۱) بعض افعال ایسے ہیں جن میں تقدیم جائز ہے۔ یہ کان سے رَاحَ تک گیارہ افعال ہیں (۲) اور بعض افعال ایسے ہیں جن میں جمہور کے نزدیک تقدیم جائز نہیں۔ یہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں ما ہے، البتہ ابن کیسان مادام کے علاوہ میں اختلاف کرتے ہیں، ان کے نزدیک تقدیم جائز ہے (۳) اور لیس میں خود جمہور نحات کا اختلاف ہے۔ بعض تقدیم کو جائز کہتے ہیں، کیونکہ لیس کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ فعلیت کی وجہ سے ہے، پس فعل میں جس طرح منصوب کی فعل پر تقدیم جائز ہے لیس میں بھی جائز ہے۔ اور بعض ناجائز کہتے ہیں، اس لئے کہ لیس نفی کے لئے ہے اور نفی صدارتِ کلام کو چاہتی ہے۔

ترجمہ: اور صار: انتقال (حالت کی تبدیلی) کے لئے ہے ——— اور أصبح، أمسی اور أضحی: (۱) جملہ کے مضمون کے ملنے کے لئے ہیں ان کے اوقات کے ساتھ ——— (۲) اور بمعنی صار آتے ہیں ——— (۳) اور تامہ ہوتے ہیں ——— اور ظل اور بات: (۱) جملہ کے مضمون کے ملنے کے لئے ہیں دونوں کے وقتوں کے ساتھ ——— (۲) اور صار کے معنی میں ہیں ——— اور مازال وغیرہ: ان کی خبر کے ان کے فاعل کے لئے مستمر ہونے کے لئے ہیں جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے اور ان کے لئے نفی لازم ہے ——— اور مادام: کسی امر کا وقت مقرر کرنے کے لئے ہے اس کے خبر کے ثبوت کی مدت کے ساتھ اس کے فاعل کے لئے اور اسی جگہ سے وہ محتاج ہے کلام کی طرف اس لئے کہ وہ ظرف ہے ——— اور لیس: زمانۂ حال میں جملہ کے مضمون کی نفی کے لئے ہے اور کہا گیا ہے: مطلقاً یعنی ہر زمانہ میں نفی کے لئے ہے ——— (قاعدہ) اور سارے ہی افعال ناقصہ کی خبروں کی تقدیم جائز ہے ان

کے اسموں پر ـــــــ (قاعدہ) اور وہ خبریں ان کی تقدیم میں افعال ناقصہ پر تین قسموں پر ہے: (۱) ایک قسم جائز ہے تقدیم اور وہ کان سے راح تک ہیں ـــــــ (۲) اور ایک قسم نہیں جائز ہے تقدیم اور وہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں ما ہے، برخلاف ابن کیسان کے مادام کے علاوہ میں ـــــــ (۳) اور ایک قسم مختلف فیہ ہے اور وہ لیس ہے۔

[۸-] أفعال المقاربة:

ما وُضع لِدُنُوِّ الخبر: رجاءً، أو حصولاً، أو أَخْذًا فيه:

فالأوّل: عسى؛ وهو غير متصرِّف؛ تقول: عسى زيدٌ أن يخرُجَ، وعسى أن يخرُجَ زيد؛ وقد تُحذف أنْ.

والثاني: كاد، تقول: كاد زيدٌ يجيئُ؛ وقد تدخل أنْ.[1]

[فائدة][2] وإذا دخل النفى على كاد: فهو كالأفعال: على الأصح؛ وقيل: نفيُه يكون للإثبات مطلقاً؛ وقيل: يكون فى الماضى للإثبات، وفى المستقبل كالأفعال: تَمَسُّكاً بقوله تعالى:﴿ وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ و بقول ذِى الرُّمَّةِ.

إذا غَيَّرَ الْهَجْرُ الْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ ۞ رَسِيْسُ الْهَوىٰ من حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ

والثالث: طَفِقَ، وكَرَبَ، وجَعَلَ، وأَخَذَ: وهى مثلُ كاد؛ وأَوْشَكَ: مثلُ عسى وكاد فى الاستعمال.[3]

افعال مقاربہ کا بیان

افعالِ مقاربہ: وہ افعال ہیں جو خبر کو ان کے فاعل سے نزدیک کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، خواہ یہ قریب کرنا باعتبار امید کے ہو یا باعتبار حصول کے ہو یا

باعتبار اس کام کو شروع کرنے کے ہو، جیسے عسى زيد أن يخرجَ: ہوسکتا ہے کہ زید نکلے یعنی امید ہے۔ اور كاد زيد يخرج: قریب ہے زید کہ نکلے یعنی زید کے لئے خروج کا حصول ہونے والا ہے اور طَفِقَ زيد يخرج: زید نکلنے لگا یعنی نکلنا شروع کردیا۔

پہلا فعل مقارب: عسی ہے، وہ باعتبار امید کے خبر کو فاعل سے نزدیک کرنے کے لئے ہے۔ اور یہ کلمہ غیر متصرف ہے، ماضی کے سوا اس کا اور کوئی صیغہ نہیں آتا۔ اور اس کا استعمال دو طرح ہے: (۱) اسم وخبر کے ساتھ جیسے عسى زيد أن يخرج: اس میں زید اسم ہے اور أن يخرج خبر ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے (۲) صرف فاعل ذکر کیا جائے، جیسے عسى أن يخرج زيد: اس میں جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہوکر عسی کا فاعل ہے اور خبر کی ضرورت نہیں، کیونکہ فاعل ہی میں منسوب اور منسوب الیہ دونوں آگئے ہیں۔ اس صورت میں عسی تامہ ہوتا ہے۔

اور پہلے استعمال میں کبھی أَنْ مصدریہ کو حذف کردیتے ہیں اور عسى زيد يخرج کہتے ہیں، کیونکہ عسی مقاربت میں کاد کے مشابہ ہے اور کاد کی خبر بغیر أن کے آتی ہے اس لئے عسی کی خبر سے بھی أن کو حذف کردیتے ہیں۔

دوسرا فعل مقارب: کاد ہے۔ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقیناً ہونے والا ہے، جیسے كاد زيد يخرج: زید نکلنے کے قریب ہے یعنی خروج کا حصول یقیناً ہونے والا ہے —— اور کاد کی خبر پر أَنْ مصدریہ عام طور پر نہیں آتا، آپ کہیں گے: كاد زيد يجيئ: زید آنے ہی والا ہے —— مگر کبھی عسى کی مشابہت کی وجہ سے خبر پر أَنْ لے بھی آتے ہیں۔ پس کہیں گے: كاد زيد أن يجيئ۔

(۲) فائدہ: اور اس میں اختلاف ہے کہ جب کاد پر نفی داخل ہو تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک اصح مذہب یہ ہے کہ وہ دیگر افعال کی

طرح مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے، خواہ کاد ماضی ہو یا مضارع، جیسے ﴿وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ اور قریب نہیں تھے وہ کہ گائے ذبح کریں، اس میں فعل ذبح کی نفی ہے، اور ﴿لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا﴾ قریب نہیں کہ دیکھے وہ ہاتھ کو۔ اس میں بھی دیکھنے کی نفی ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ کاد کی نفی مطلقاً اثبات کے لئے ہوتی ہے یعنی خواہ نفی ماضی پر داخل ہو خواہ مضارع پر فعل کا اثبات کرتی ہے۔ پس پہلی مثال کا مطلب یہ ہے کہ وہ گائے ذبح کرنے کے قریب نہیں تھے مگر کی چنانچہ اس سے پہلے آیا ہے: ﴿فَذَبَحُوْهَا﴾ اور دوسری مثال کا مطلب یہ ہے کہ تاریکی اتنی سخت تھی کہ وہ قریب نہیں تھا کہ ہاتھ دیکھے مگر دیکھا۔

اور تیسری رائے یہ ہے کہ ماضی میں تو نفی اثبات کے لئے ہوتی ہے جیسے پہلی مثال میں ذبح کا اثبات ہے اور فعل مضارع میں نفی عام افعال کی طرح ہوتی ہے یعنی وہ مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے۔ پس دوسری مثال کا مطلب یہ ہے کہ تاریکی کی وجہ سے اس کو ہاتھ نظر نہیں آیا۔ اور دلیل ذوالرُّمۃ کا یہ شعر ہے:

إذا غَيَّرَ الْهَجْرُ الْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ ۞ رَسِيْسُ الْهَوىٰ من حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ

(جب جدائی عاشقوں کو بدل دے تو قریب نہیں کہ میّہ کی محبت کا جما ہوا عشق زائل ہو جائے)

اگر مضارع میں بھی نفی فعل کا اثبات کرے گی تو مطلب ہوگا کہ میّہ کی محبت کافور ہوگئی۔ حالانکہ یہ شاعر کے مقصود کے خلاف ہے، وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں بھی میّہ کی راسخ محبت زائل نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ فعل مضارع میں نفی دیگر افعال کی طرح مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے، اثبات نہیں کرتا۔

فائدہ: اور شارح کی رائے یہ ہے کہ کاد: کلام مثبت میں فعل کی نفی کرتا ہے اور کلام منفی میں فعل کا اثبات کرتا ہے۔ جیسے ایک شخص واضح راستہ پر چل رہا ہو، پھسلنے کا کوئی امکان نہ ہو، مگر پھسل پڑے تو کہے گا کنتُ أمشی فی الطریق الواضح ولم

أكد أن أَزِلَّ (میں صاف راستہ پر چل رہا تھا اور قریب نہیں تھا کہ پھسلوں یعنی پھر بھی پھسل گیا) اور دوسرا شخص تنگ پھسلن والے راستہ پر چل رہا تھا اور ہر لمحہ پھسلنے کا احتمال تھا مگر بچ گیا تو کہے گا کنتُ أمشي في المكان الزَّلِقِ و كدت أن أَزِلَّ (میں چکنے راستہ پر چل رہا تھا اور قریب تھا کہ پھسل جاؤں یعنی اللہ نے بچایا اور نہیں پھسلا) اسی طرح پہلی مثال میں فعل ذبح کا اثبات ہے اور ﴿كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ﴾ میں قتل کی نفی ہے۔

(۳) تیسری قسم کے افعال مقاربہ: پانچ ہیں: ان میں سے طَفِقَ، كَرَبَ، جَعَلَ اور أَخَذَ فاعل سے خبر کے نزدیک ہونے کو باعتبار اخذ (شروع کرنے) کے بتاتے ہیں۔ اور یہ كاد کی طرح مستعمل ہیں یعنی خبر پر أن مصدریہ نہیں آتا، طَفِقَ زيد يخرج: زید نکلنے گا یعنی نکلنا شروع کر دیا۔ اور كَرَبَ کے معنی بھی نزدیک ہونے کے ہیں۔ اور پانچواں فعل أوشك ہے۔ یہ عسى اور كاد کی طرح مستعمل ہے یعنی اس کی خبر عسى کی طرح أَنْ کے ساتھ بھی آتی ہے، اور اس کا صرف فاعل بھی ذکر کیا جاتا ہے، جیسے أوشك زيد أن يجيئ اور أوشك أن يجيئ زيد، اور كاد کی طرح بغیر أَنْ کے بھی اس کی خبر آسکتی ہے، جیسے أوشك زيد يجيئ: زید آنے کے قریب ہوا۔

ترجمہ: افعالِ مقاربہ: وہ ہیں جو وضع کئے گئے ہیں خبر کے قرب کے لئے، خواہ امید کے طور پر ہو یا حاصل ہونے کے طور پر ہو یا اس میں شروع کرنے کے طور پر ہو پس اول: عسى ہے، اور وہ غیر متصرف ہے............ اور کبھی أَنْ حذف کیا جاتا ہے ـــــ اور ثانی: كاد ہے کہیں گے آپ كاد زيد يجيئ اور کبھی أَنْ داخل ہوتا ہے ـــــ (فائدہ) اور جب كاد پر نفی داخل ہو تو وہ (دیگر) افعال کی طرح ہے اصح قول میں اور کہا گیا: اس کی نفی اثبات کے لئے ہوتی ہے ہر حال میں اور کہا گیا: ماضی میں اثبات کے لئے ہوتی ہے اور مستقبل میں (دیگر) افعال کی طرح ہوتی ہے،

استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے: ''اورنہیں قریب تھے وہ کہ گائے ذبح کرتے'' اور ذو الرُّمہ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے (شعر کا ترجمہ اوپر آ گیا) اور تیسرے: طَفِقَ وغیرہ کاد کی طرح ہیں اور أوشك: عسى اور كاد کی طرح ہے استعمال میں۔

[۹-] فعل التعجُّب:

ما وُضع لإنشاء التعجُّب.

وله صيغتان: ما أَفْعَلَه، وأَفْعِلْ به، وهما: غيرُ متصرِّفَيْن، مثلُ: ''ما أَحْسَنَ زيدًا، وأَحْسِنْ بزيدٍ''

[قاعدة] ولا يُبْنَيَانِ إلا مما يُبنٰى منه أَفْعَلُ التفضيل.(۱)

[قاعدة] ويُتَوَصَّلُ فى الممتنع بمثلِ:'' ما أشدَّ اسْتِخْرَاجَه، وأَشْدِدْ باستخراجه''(۲)

[قاعدة] ولا يُتصَرَّفُ فيهما بتقديم وتاخير، ولا فصلٍ؛ وأجاز المازنِيُّ الفصلَ بالظروف.(۳)

[إعرابُه] وما ابتداءٌ نكرةٌ ــــ عند سيبويه ــــ وما بعدَها الخبر؛ وموصولة ــــ عند الأخفش ــــ والخبر محذوف.(٤)

وبه: فاعل ــــ عند سيبويه ــــ فلا ضمير فى أَفْعِلْ؛ ومفعول ــــ عند الأخفش ــــ والباء: للتعدية، أو زائدة، ففيه ضمير.(٥)

فعل تعجب کا بیان

فعل تعجب: وہ فعل ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے یعنی اس کے ذریعہ کسی بات پر حیرت ظاہر کی جاتی ہے۔ فعل تعجب کے دو وزن ہیں: ما أَفْعَلَهُ اور

أَفْعِلْ به۔ اور یہ دونوں صیغے متصرف نہیں ہیں یعنی ان کا مضارع اور مجہول نہیں آتا۔ اور ضمیر کی جگہ اس چیز کو لاتے ہیں جس پر حیرت ظاہر کرنی ہوتی ہے، جیسے ما أَحْسَنَ زیداً اور أَحْسِنْ بزید: زید کتنا اچھا ہے۔

(۱) قاعدہ: فعل تعجب کے دونوں وزن اُسی باب سے بنائے جاتے ہیں جس باب سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے یعنی صرف اس ثلاثی مجرد سے بنائے جاتے ہیں جو لون اور عیب کے معنی سے خالی ہو۔

(۲) اور ثلاثی مجرد کے علاوہ دیگر ابواب سے فعل تعجب بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مَا أَشَدَّ یا أَشْدِدْ به کے بعد اس فعل کا مصدر لایا جائے جس سے فعل تعجب بنانا مقصود ہے، پھر وہ چیز لائی جائے جس پر تعجب ظاہر کرنا ہے، جیسے استخراج (باب استفعال) سے فعل تعجب بنانا ہو تو کہیں گے: ما أشدَّ استخراجَهُ اور أَشْدِدْ باستخراجه: اس کا استخراج حیرت انگیز ہے۔ (ضمیر کی جگہ مرجع رکھیں گے مثلاً ما أشدَّ استخراجَ زیدٍ)

(۳) قاعدہ: فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ تصرف نہیں کیا جاسکتا یعنی مفعول بہ اور جار مجرور کو فعل سے مقدم نہیں لاسکتے۔ ما زیداً أحْسَنَ کہنا یا بزیدٍ أَحْسِنْ کہنا درست نہیں۔ اسی طرح فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل کرنا بھی جائز نہیں۔ البتہ مازنی کہتے ہیں کہ فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان ظرف کو لانا جائز ہے، کیونکہ ظرف میں گنجائش ہے، پس مَا أَحْسَنَ فی الدار زیداً کہنا یا أَحْسِنِ الیومَ بزید کہنا درست ہے۔ اور جمہور کے نزدیک ایسا کہنا درست نہیں۔

(۴) ما أفعله کی ترکیب: سیبویہ کے نزدیک ما مبتدا نکرہ بمعنی شیئ ہے اور اس کا مابعد خبر ہے۔ اور اخفش کے نزدیک: ما موصولہ اور اس کا مابعد اس کا صلہ ہے، پھر موصول صلہ مل کر مبتدا ہیں اور خبر شیئ عظیم محذوف ہے۔

(۵) أَفْعِلْ به کی ترکیب: سیبویہ کے نزدیک به فاعل ہے۔ پس ان کے نزدیک أَفْعِلْ میں فاعل کی ضمیر نہیں۔ اور اخفش کے نزدیک أحْسِنْ (فعل امر) میں ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے اور به مفعول ہے اور باء یا تو متعدی بنانے کے لئے ہے یا زائدہ ہے۔ بصورت اول تقدیر عبارت أَحْسِنْ أنت بزيد ہے اور باء زائدہ کی صورت میں أَحْسِنْ أنت زيداً ہے۔ سب کا ترجمہ ہے: زید کیا ہی حسین ہے۔

ترجمہ: فعل تعجب: وہ فعل ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اس کے لئے دو صیغے ہیں ما أفعله اور أَفْعِلْ به۔ اور وہ دونوں متصرف نہیں ہیں، .... (قاعدہ) اور دونوں نہیں بنائے جاتے مگر اس فعل سے جس سے بنایا جاتا ہے اسم تفضیل ــــ (قاعدہ) اور ذریعہ بنایا جاتا ہے ممتنع افعال میں ما أشدَّ إلخ جیسے الفاظ کو ــــ (قاعدہ) اور نہیں تصرف کیا جاتا دونوں میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ اور نہ فصل کے ذریعہ۔ اور مازنی نے ظروف میں فصل کی اجازت دی ہے ــــ پہلے فعل تعجب کی ترکیب: اور ما مبتدا نکرہ ہے سیبویہ کے نزدیک اور اس کا مابعد خبر ہے اور موصولہ ہے اخفش کے نزدیک اور خبر محذوف ہے ــــ (دوسرے صیغے کی ترکیب) اور به فاعل ہے سیبویہ کے نزدیک پس أَفْعِلْ میں کوئی ضمیر نہیں۔ اور مفعول ہے اخفش کے نزدیک اور باء تعدیہ کے لئے ہے یا زائدہ ہے پس اس میں ضمیر ہے۔

[-١٠] أفعالُ المدح والذَّم:

ما وُضع لإنشاءِ مَدْح وذمٍّ.

فمنها: نِعْمَ، وبِئْسَ: وشرطهما:[1]

[-١] أن يكون الفاعل معرَّفا باللام.

[-٢] أو مضافاً إلى المعرَّف بها.

[-٣] أو مُضْمَرًا مُمَيَّزًا بنكرةٍ منصوبةٍ.

[٤-] أو بما، مثلُ:﴿ فَنِعِمَّاهِیَ﴾
وبعد ذلك المخصوصُ: وهو مبتدأ، ما قبلَه خبرُه، أو خبرُ مبتدإٍ محذوفٍ، مثلُ:" نِعْمَ الرجل زيد" (٢)
وشرطه: مطابقةُ الفاعل.
[فائدة] و﴿ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا﴾ وشِبْهُه: متأوَّل. (٣)
[قاعدة] وقد يُحذف المخصوصُ إذا عُلِمَ، مثلُ:﴿ نِعْمَ العبدُ﴾ و: ﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾(٤)
[قاعدة] وساء: مثلُ: بئس. (٥)
ومنها: حَبَّذَا: فاعلُه: "ذا" ولا يتغيَّرُ؛ وبعدَه المخصوص، وإعرابُه كإعراب مخصوص نِعْم. (٦)
[قاعدة] ويجوز أن يقع قبل المخصوصِ وبعدَه: تمييز أو حال: على وَفْقِ مخصوصه. (٧)

افعال مدح وذم کا بیان

افعال مدح وذم: وہ افعال ہیں جو تعریف یا برائی کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ یہ چار افعال ہیں: دو تعریف کے لئے ہیں یعنی نِعْمَ اور حَبَّذَا اور دو برائی کے لئے ہیں یعنی بئس اور ساء۔ یہ چاروں افعال اپنے فاعل کو رفع دیتے ہیں، جیسے نِعْمَ الرجلُ زیدٌ، حَبَّذَا زیدٌ: زید اچھا آدمی ہے، اور بئس/ ساء الرجلُ عمرٌو: عمرو برا آدمی ہے!

(۱) افعال مدح وذم میں سے نِعْمَ اور بِئْسَ ہیں۔ اور ان دونوں کے عمل کے لئے چار باتوں میں سے ایک بات شرط ہے: (۱) دونوں کا فاعل معرف باللام ہو، جیسے نعم

الرجلُ زیداوربئس الرجلُ عمرو(۲) یا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم صاحبُ الرجلِ زیدٌ اوربئس صاحب الرجل عمرٌو(۳) یا فاعل ایسی ضمیر مستتر ہوجس کی تمیزنکرہ منصوبہ آئی ہو، جیسے نعم رجلاً زیدٌ اوربئس رجلاً عمروٌ (۴) یا تمیز کلمہ ما ہو، جیسے ﴿فَنِعِمَّاهِيَ﴾ أی نِعِمَّ شيئًا هی: یعنی صدقات ازروئے شئ ہونے کے اچھے ہیں۔اوربئسماهی: وہ چیز بہت بری ہے۔

(۲) اورفعل مدح وذم کے فاعل کے بعدمخصوص بالمدح اورمخصوص بالذم آتے ہیں۔ مذکورہ مثالوں میں زید اور عمرو مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم ہیں۔ اور ترکیبیں دو ہوسکتی ہیں:(۱) مخصوص بالمدح اورمخصوص بالذم مبتدا ہوں اوران کا ماقبل جملہ ہوکرخبر ہو(۲) مخصوص بالمدح اورمخصوص بالذم:هو مبتدا محذوف کی خبر ہوں اور نعم الرجلُ اوربئس الرجلُ علحدہ جملہ فعلیہ ہوں —— اورمخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کے لئے شرط ہے کہ وہ فاعل کے ساتھ تذکیروتانیث، افراد، تثنیہ اور جمع میں مطابق ہوں۔جیسے نعم الرجل زیدٌ، نعمتِ المرأةُ هند، نعم الرجلان الزیدان اور نعم الرجال الزیدون۔

(۳) یہ ایک سوال کا جواب ہے۔سوال: ﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا﴾ میں الذین کذبوا مخصوص بالذم ہےاورجمع ہےاور مثل القوم فاعل ہےاورمفرد ہے، پس مخصوص اور فاعل میں مطابقت کہاں رہی؟ جواب یہ ہے کہ اس کی دو تاویلیں کی گئی ہیں:(۱) الذین کذبوا سے پہلے مضاف مقدر ہے أی بئس مثل القوم: مثل الذین کذبوا پس دونوں مفرد ہوگئے اور مطابقت ہوگئی (۲) الذین کذبوا: مخصوص بالذم نہیں ہے بلکہ القوم کی صفت ہےاورمخصوص بالذم محذوف ہے أی مَثَلُهم۔

(۴) قاعدہ: جب مخصوص کا پتہ چل جائے تو اس کوحذف کرنا جائز ہے، جیسے ﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ أی أیوبُ اور ﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾ أی نحن۔اورقرینہ پہلے میں

ایوب علیہ السلام کا قصہ ہے اور دوسرے میں ﴿وَالْأَرْضَ فَرَشْنَا هَا﴾ ہے۔

(۵) افعال ذم میں سے ساء کا حکم جملہ امور میں بئس کی طرح ہے۔ جیسے ساء الرجلُ زید۔

(۶) افعال مدح میں سے حبذا ہے۔ یہ لفظ حَبَّ اور ذا سے مرکب ہے۔ ترکیب میں حَبَّ: فعل اور ذا اس کا فاعل ہے۔ اور یہ فعل مدح ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے یعنی تثنیہ، جمع اور تانیث میں اپنے مخصوص کے مطابق نہیں ہوتا جیسے حبذا زیدٌ/ الزیدان/ الزیدون/ ھند/ الھندان/ الھندات. پھر ذا کے بعد جو اسم مذکور ہوگا وہ مخصوص بالمدح ہوگا۔ اور اس مخصوص بالمدح کا اعراب نعم کے مخصوص کے اعراب کی طرح ہوگا اور جو دو ترکیبیں نعم کے مخصوص میں کی ہیں وہی حبذا کے مخصوص میں بھی ہونگی۔

(۷) قاعدہ: حبذا کے مخصوص کے بعد یا پہلے تمیز یا حال آسکتے ہیں، جو تذکیر، تانیث، افراد، تثنیہ اور جمع میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہونگے، جیسے حبذا رجلاً زید، حبذا زید رجلاً اور حبذا راکبا زیدٌ، حبذا زید راکبا، اور حبذا رجلین/ راکبین الزیدان، حبذا الزیدان رجلین/ راکبین، اور حبذا امرأة ھند، حبذا ھند امرأة۔

ترجمہ: (۱۰) افعال مدح وذم: وہ ہیں جو تعریف اور برائی پیدا کرنے کے لئے ہیں —— پس ان میں سے: نعم اور بئس ہیں اور ان دونوں کے لئے شرط: یہ ہے کہ (۱) فاعل معرف باللام ہو —— (۲) یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو —— (۳) یا ضمیر ہو جس کی تمیز لائی گئی ہو نکرہ منصوبہ کے ذریعہ —— (۴) یا ما کے ذریعہ .... اور اس (فاعل) کے بعد مخصوص ہوتا ہے اور وہ مبتدا ہوتا ہے اور اس کا ماقبل خبر ہوتا ہے یا وہ مبتدا محذوف کی خبر ہوتا ہے............ اور اس کے لئے شرط: فاعل کی مطابقت ہے —— (فائدہ) بئس مثل إلخ اور اس کے مشابہ

مثالیں تاویل کی ہوئی ہیں (قاعدہ) اور کبھی مخصوص حذف کیا جاتا ہے جب جانا گیا ہو ....(قاعدہ) اور ساء: بئس کی طرح ہے ـــــ اور ان میں سے حبذا ہے، اس کا فاعل ذا ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی اور اس کے بعد مخصوص ہوتا ہے اور اس کی ترکیب نعم کے مخصوص کی ترکیب کی طرح ہے ـــــ (قاعدہ) اور جائز ہے کہ مخصوص سے پہلے اور اس کے بعد تمیز یا حال واقع ہو اس کے مخصوص کے مطابق۔

مشقی سوالات

(۱) فعل کی عربی تعریف کرو اور اس کے خواص مع امثلہ بیان کرو

(۲) ماضی کی تعریف بیان کرو اور بتاؤ کہ فعل ماضی کب مبنی علی الفتح ہوتا ہے؟

(۳) فعل مضارع کی تعریف کرو، حروف مضارع کیا ہیں؟ اسم فاعل سے مضارع کا اشتراک کس بات میں ہے اور مضارع کی کیا خصوصیات ہیں؟

(۴) مضارع کے کن صیغوں میں کیا علامتیں ہوتی ہیں؟ اور علامتِ مضارع کہاں مضموم ہوتی ہے اور کہا مفتوح؟

(۵) جب نون تاکید اور نون جمع مؤنث: مضارع میں لگے ہوئے نہ ہوں تو مضارع معرب ہوتا ہے یا مبنی؟ اور جب یہ نون لگتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

(۶) مضارع کے کیا اعراب ہیں؟ جب مضارع صحیح ہو اور ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو تو مضارع کا کیا اعراب ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۷) جب الف تثنیہ، واو جمع اور واحد مؤنث کی یاء مضارع کے ساتھ لگی ہوئی ہو تو مضارع کا اعراب کیا ہوتا ہے؟

(۸) جب فعل مضارع معتل واوی یا یائی ہو تو اس کا اعراب کس طرح آئے گا؟

(۹) جب فعل مضارع معتل الفی ہوتو اس کا اعراب کس طرح آئے گا؟

(۱۰) جب مضارع نواصب وجوازم سے خالی ہوتو اس کا کیا اعراب ہوتا ہے؟

(۱۱) مضارع کے نواصب کیا ہیں؟ اور أَنْ کہاں مقدر رہتا ہے؟أن کی مثالیں دو

(۱۲) علم اوراس کے مشتقات کے بعد جو أَنْ آتا ہے وہ کیسا ہوتا ہے؟

(۱۳) ظن اوراس کے مشتقات کے بعد جو أَنْ آتا ہے وہ کیسا ہوتا ہے؟

(۱۴) لن کے معنی بیان کرواوراس کی مثال دو

(۱۵) إِذن کے نصب دینے کے لئے کیا شرطیں ہیں؟ اور جب إِذن: واو اور فاء کے بعد آئے تو کیا حکم ہے؟

(۱۶) كَيْ کے معنی بیان کرو، اور مثال دو

(۱۷) حتی کب بمعنی كَي یا إلى ہوتا ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۱۸) جب حتی سے زمانۂ حال کا ارادہ کیا جائے تو اس وقت حتی کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ اوراس وقت سببیت کے معنی ہوتے ہیں یا نہیں؟ اوراس پر جو تفریعات بیان کی ہیں ان کی وضاحت کرو

(۱۹) لام کی کی مثال دواور لام جحود کی تعریف مع مثال بیان کرو

(۲۰) فاء کے بعد أَنْ کی تقدیر کے لئے کیا شرطیں ہیں؟ اور واو کے بعد أَنْ کی تقدیر کے لئے کیا شرطیں ہیں؟

(۲۱) أَو اور حروف عاطفہ کے بعد أَنْ کب مقدر ہوتا ہے؟

(۲۲) أَنْ کا اظہار کب جائز ہے اور کب واجب ہے؟

(۲۳) مضارع کے جوازم کیا ہیں؟ اور کلماتِ شرط کیا ہیں؟ کیفما اور إذا کا کیا حکم ہے؟

(۲۴) لَمْ کیا کام کرتا ہے اور لَمَّا کیا؟ اور دونوں میں فرق کیا ہیں؟

(۲۵) لام امر کا کیا کام ہے؟ اوراس کا اعراب کیا ہے؟ اور لائے نہی کا کیا کام ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۶) کلماتِ شرط کس پر داخل ہوتے ہیں؟ اور کیا کام کرتے ہیں؟ اور وہ کیا کہلاتے ہیں؟

(۲۷) اگر کلماتِ شرط کے بعد دونوں فعل مضارع ہوں یا پہلا فعل مضارع ہو تو ان کا اعراب کیا ہوگا؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۸) اگر صرف دوسرا فعل مضارع ہو تو اعراب کیا ہوگا؟ مع مثال بیان کرو

(۲۹) کلمات شرط کی جزاء پر فاء کب آتی ہے اور کب نہیں آتی؟

(۳۰) فاء جزائیہ کی جگہ کیا چیز آتی ہے؟ مثال دو

(۳۱) إِنْ شرطیہ کہاں مقدر مانا جاتا ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۳۲) لا تکفر تدخل النار: کیوں ناجائز ہے؟ اور کسائی کی کیا رائے ہے؟ اور کیوں ہے؟

(۳۳) فعل امر کی تعریف کرو اور اس کے بنانے کا قاعدہ بیان کرو فعل امر کا کیا اعراب ہے اور کس طرح آتا ہے؟ امر کے شروع میں ہمزہ قطعی کب آتا ہے؟

(۳۴) فعل مجہول کا کیا نام ہے؟ فعل ماضی مجہول کس طرح بنتا ہے؟ اور فعل مضارع مجہول کس طرح بنتا ہے؟

(۳۵) ماضی معتل العین اور مضارع معتل العین کا حکم مع امثلہ بیان کرو

(۳۶) فعل متعدی اور غیر متعدی کی تعریفات مع امثلہ بیان کرو

(۳۷) متعدی بیک مفعول، بدو مفعول اور بسہ مفعول افعال کیا ہیں؟

(۳۸) متعدی بسہ مفعول کے مفعول اول کا کیا حکم ہے؟ اور دوسرے اور تیسرے مفعولوں کا کیا حکم ہے؟

(۳۹) افعال قلوب کی تعریف کرو، افعال قلوب کیا ہیں؟ وہ کس پر داخل ہوتے ہیں؟ کیا کام اور کیا عمل کرتے ہیں؟

(۴۰) افعال قلوب کی چار خصوصیات ہیں، ہر خصوصیت مع مثال بیان کرو

(۴۱) جب افعال قلوب متعدی بیک مفعول ہوں اس وقت ان کے کیا معنی ہوتے ہیں؟

(۴۲) افعال ناقصہ کی تعریف کرو۔ افعال ناقصہ کیا ہیں؟

(۴۳) ماجاء تْ حاجتَك اور قعدتْ كأنها حَرْبَةٌ کس چیز کی مثالیں ہیں؟

(۴۴) افعال ناقصہ کس پر داخل ہوتے ہیں؟ کیا کام کرتے ہیں؟ اور ان کا اعراب کیا ہے؟

(۴۵) کان ناقصہ کے کیا معنی ہیں؟ کان تامہ کے کیا معنی ہیں؟ اور کان زائدہ کونسا ہوتا ہے؟

(۴۶) صار کے کیا معنی ہیں؟ أصبح، أمسى اور أضحى کے تین معنی کیا ہیں؟ ظل اور بات کے دو معنی کیا ہیں؟

(۴۷) مازال، ما برح، ما فتئ اور ما انفك کے کیا معنی ہیں؟

(۴۸) مادام اور لیس کے کیا معانی ہیں؟

(۴۹) افعال ناقصہ کی خبریں ان کے اسموں پر مقدم ہوسکتی ہیں؟ مثالیں دو

(۵۰) کن افعال ناقصہ کی خبریں خود افعال ناقصہ پر مقدم ہوسکتی ہیں؟ اور کن کی مقدم نہیں ہوسکتیں؟ اور کن میں اختلاف ہے؟ ابن کیسان کا اختلاف کس صورت میں ہے؟

(۵۱) افعالِ مقاربہ کی تعریف کرو، افعال مقاربہ کیا ہیں؟

(۵۲) عسی کا حکم مع امثلہ بیان کرو اور کاد کی مثال دو

(۵۳) یکاد تحت النفی آئے تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ تینوں رائیں مفصل

بیان کرو، تیسرے قول والوں نے جس شعر سے استدلال کیا ہے وہ شعر سناؤاور شارح کی رائے کیا ہے؟

(۵۴) باقی افعال مقاربہ کیا ہیں؟ اوران کے احکام کیا ہیں؟

(۵۵) فعل تعجب کی تعریف کرو۔فعل تعجب کے اوزان کیا ہیں؟ اور فعل تعجب کن ابواب سے بنتا ہے؟

(۵۶) جن ابواب سے فعل تعجب نہیں بنتا ان میں کیا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے؟

(۵۷) فعل تعجب کے اوزان میں کسی طرح کا کوئی تصرف جائز ہے؟ مازنی کی کیا رائے ہے؟

(۵۸) ما أفعله کی سیبویہ کیا ترکیب کرتے ہیں اوراخفش کیا کرتے ہیں؟

(۵۹) أفعل به کی سیبویہ کیا ترکیب کرتے ہیں اوراخفش کیا کرتے ہیں

(۶۰) افعالِ مدح وذم کس غرض کے لئے ہیں؟ اور کیا ہیں؟

(۶۱) نِعم اور بئس کے لئے کیا چار شرطیں ہیں؟ اوران افعال کے فاعل کے بعد کیا آتا ہے؟ اوراس کی ترکیب کیا ہوتی ہے؟

(۶۲) مخصوص کے لئے کیا شرط ہے؟ اور ﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا﴾ کی تاویل کیوں کرنی پڑتی ہے اورتاویل کیا ہے؟

(۶۳) مخصوص کب حذف کیا جاتا ہے۔مثالیں دواوران میں قرینہ کیا ہے؟

(۶۴) ساء کا حکم بیان کرواور حبذا کے احکام بیان کرو

(۶۵) کیا مخصوص سے پہلے یا بعد میں تمیز یا حال آسکتے ہیں؟ مع امثلہ بیان کرو

الحرف:

ما دلَّ على معنىً فى غيره، ومن ثَمَّ احْتَاجَ فى جزئيته إلى اسمٍ،أو فعلٍ.

[۱-] حروف الجر:

ما وُضع للإفضاء بفعل، أو معناه: إلى ما يَلِيْهِ.

وهى: من، وإلى، وحتّى، وفى، والباء، واللام، ورُبَّ، وواوُها، وواو القسم، وباؤه، وتاؤُه، وعن، وعلى، والكاف، ومُذ، ومُنْذ، وخلا، وعدا، وحاشا.

[۱-] فَمِنْ للابتداءِ، والتبيينِ، والتبعيضِ، وزائدةٌ فى غير الموجَب، خلافاً للكوفيين والأحفش؛ وقد كان من مَطَرٍ، وشِبْهُه: متأوّل.(۱)

[۲-] وإلى: للانتهاء، وبمعنى "مع" قليلاً.(۲)

[۳-] وحتى: كذلك، وبمعنى " مع" كثيراً؛ وتختصُّ بالظاهر، خلافا للمبرَّدِ.(۳)

[٤-] وفى: للظرفية، وبمعنى على قليلاً.(٤)

بحث حرف

حرف: وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں پائے جاتے ہیں یعنی اس کے معنی مستقل نہ ہوں دوسرے کلمہ کو ملائے بغیر سمجھ میں نہ آئیں، جیسے مِنْ (سے) فی (میں) إلٰی (تک) اور معنی کے اسی عدمِ استقلال کی وجہ سے حرف:

کلام کا جزء اس وقت بنتا ہے جب وہ کسی اسم یا فعل سے ملے۔

(۱) حروف جر کا بیان

جرّ کے معنی ہیں: کھینچنا، گھسیٹنا۔ اور حروفِ جر: وہ حروف ہیں جو فعل یا معنی فعل کو ان کے مابعد تک پہنچانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ وہ فعل یا معنی فعل کا اپنے مابعد سے تعلق جوڑتے ہیں۔ اور معنی فعل سے مراد: ہر وہ چیز ہے جس سے فعل مستنبط کیا جا سکے، جیسے اسمائے عاملہ: ظروف، اسمائے اشارہ اور حروفِ ندا وغیرہ۔ جیسے **كتبتُ بالقلم**: میں کتابت کا تعلق قلم کے ساتھ باء نے جوڑا ہے پس وہ حرفِ جر ہے۔ حروف جر اپنے مدخول کو زیر دیتے ہیں اور وہ مجرور کہلاتا ہے۔ حروف جر سترہ ہیں:

باؤ تاؤ کاف ولام وواؤ منذ ومذ خلا

رُبَّ، حاشا، مِنْ، عَدا، فی، عن، علی، حتی، إلی

(۱) مِنْ: چار معنی کے لئے آتا ہے: (۱) ابتدائے غایت کے لئے یعنی مسافت کی ابتدا بتانے کے لئے، جیسے **سِرْتُ من دیوبندَ إلی دهلی**: میں نے دیوبند سے دہلی کا سفر کیا (۲) **تبیین**: کے لئے یعنی کسی مبہم چیز کی وضاحت کرنے کے لئے، جیسے **سأعطيك مالاً من الدراهم**: میں ابھی آپ کو دراہم میں سے مال دونگا۔ اس میں **من الدراهم** نے مال کی وضاحت کی ہے کہ وہ دراہم کے قبیل سے ہے (۳) **تبعیض**: کے لئے یعنی کسی چیز کا کچھ حصہ ہونا بتانے کے لئے، جیسے **أخذتُ من الدراهم** : میں نے کچھ دراہم لئے (۴) **زائدہ**: اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر دیں تو مقصود میں خلل نہ پڑے، جیسے **ماجاء نی من أحدٍ**: میرے پاس کوئی نہیں آیا ـــــــ اور بصریوں کے نزدیک: **من** زائدہ صرف کلام غیر موجب میں ہوتا ہے یعنی اس کلام میں جس میں نفی، نہی یا استفہام ہو۔ اور کوفیوں اور اخفش کے

نزدیک: کلام موجب میں بھی من زائدہ آتا ہے۔عرب کہتے ہیں قد کان من مطرٍ: بارش ہوئی۔ اس میں من زائدہ ہے۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استدلال درست نہیں اس محاورے میں من تبعیضیہ یا تبیینیہ ہے أی قد کان بعضُ مطرٍ یا قد کان شیئ من مطر۔

(۲) إلی: انتہائے غایت کے لئے ہے یعنی مسافت کی آخری حد بتانے کے لئے ہے۔ پھر مسافت زمانہ بھی ہوسکتی ہے اور جگہ بھی اور ان کے علاوہ بھی، جیسے ﴿أَتِمُّوْا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (زمانہ کی مثال) ذهبت إلی دهلی (مکان کی مثال) قلبی إلیکم (زمان ومکان کے علاوہ کی مثال) ـــــ اور إلی کبھی مع کے معنی میں آتا ہے، جیسے ﴿لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ﴾ أی مع أموالکم۔

(۳) حتی بھی إلی کی طرح انتہائے غایت کے لئے ہے، جیسے سِرْتُ حتی السوقِ: میں بازار تک چلا۔ اور حتی بمعنی مع بکثرت آتا ہے، جیسے أکلت السمکةَ حتی رأسِها: میں نے مچھلی مع سر کھائی۔

اور حتی اور إلی میں فرق یہ ہے کہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، ضمیر پر داخل نہیں ہوتا اور إلی: اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، جیسے إلی البیت اور إلیه اور حتی الصباح ـــــ البتہ مبرد کہتے ہیں کہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں، ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے، جیسے حَتَّاه۔

(۴) فی: ظرفیت کے لئے ہے یعنی اس کے مابعد کا اس کے ماقبل کے لئے زمانہ یا جگہ ہونا بتانے کے لئے ہے، جیسے زید فی الدار اور صمتُ فی رمضان ـــــ اور کبھی علی کے معنی میں آتا ہے، جیسے ﴿لَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ أی علی جذوع النخل: میں تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دونگا۔

ترجمہ: حرف: وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے علاوہ میں ہیں۔ اور اس جگہ سے محتاج ہے حرف اس کے کلام کا جزء بننے کے لئے کسی اسم یا کسی فعل کی

طرف ـــــ (۱)حرف جر: وہ حرف ہے جو وضع کیا گیا ہو کسی فعل یا اس کے معنی کو پہنچانے کے لئے اس کی طرف جو اس سے متصل ہے، اور حروف جر: من اور إلى اور حتى اور في اور باء اور لام اور ربّ اور اس کا واو یعنی واو بمعنی ربّ اور قسم کا واو اور اس کی باء اور اس کی تاء الخ ہیں ـــــ (۱) پس مِن: ابتدائیہ، تبیین اور تبعیض کے لئے ہے اور کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے۔ برخلاف کوفیوں اور اخفش کے اور قد کان من مطر اور اس کے مشابہ جملے تاویل کئے ہوئے ہیں ـــــ (۲) اور إلى: انتہائے غایت کے لئے ہے اور کبھی مع کے معنی میں آتا ہے ـــــ (۳) اور حتى: اسی طرح ہے اور بکثرت بمعنی مع آتا ہے اور اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، برخلاف مبرد کے ـــــ (۴) اور في: ظرفیت کے لئے ہے اور کبھی بمعنی على آتا ہے۔

[٥-] والباء: للإلصاق، والاستعانة، والمصاحبة، والمقابلة، والتعدية، والظرفية، وزائدةٌ في الخبر: في الاستفهام والنفي قياساً؛ وفي غيره سَمَاعًا نحوُ: بِحَسْبِكَ زيدٌ، وألْقىٰ بيده.(١)

[٦-] واللام: للاختصاص، والتعليل، وبمعنى "عن" مع القول، وزائدةٌ، وبمعنى "الواو" في القسم للتعجب.(٢)

[٧-] ورب: للتقليل.(٣)

[قاعدة] ولها صدرُ الكلام، مختصَّة بنكرة موصوفة، على الأصح، وفعلُها ماضٍ محذوفٌ غالباً.(٤)

[قاعدة] وقد تدخُلُ على مُضْمَرٍ مبهمٍ مُمَيَّزٍ بنكرةٍ منصوبةٍ، والضميرُ مفردٌ مذكرٌ، خلافاً للكوفيين في مطابقة التمييز.(٥)

[قاعدة] وتلحقُها "ما" فتدخل على الجُمَلِ.(٦)

(۱) ب کے سات معنی ہیں: (۱) الصاق کے لئے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے

ملانے کے لئے، خواہ حقیقۃً ملنا ہو یا حکماً، جیسے به داءٌ: اس کے ساتھ بیماری ہے (یہ حقیقۃً ملنا ہے) اور مررتُ بزید (یہ حکماً ملنا ہے) (۲) استعانت کے لئے یعنی مدد چاہنے کے لئے، جیسے کتبتُ بالقلم: میں نے قلم کی مدد سے لکھا (۳) مصاحبت کے لئے یعنی ساتھ ہونا بتانے کے لئے، جیسے خرج زید بأُسْرَتِه: زید اپنے خاندان کے ساتھ نکلا (۴) مقابلہ کے لئے یعنی بدلہ ہونا بتانے کے لئے، جیسے بعتُ الثوب بدرهم: میں نے ایک درہم کے مقابلہ میں (بدلہ میں) کپڑا بیچا (۵) تعدیہ کے لئے یعنی لازم کو متعدی بنانے کے لئے جیسے ذهبتُ بزید: میں زید کو لے گیا۔ ذَهَبَ: گیا: لازم تھا، باء کی وجہ سے متعدی ہوگیا (۶) ظرفیت کے لئے یعنی جگہ ہونا بتانے کے لئے، جیسے جلستُ بالمسجد: میں مسجد میں بیٹھا (۷) زائدہ: یعنی اس کے کچھ معنی نہیں ہوتے، جیسے ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً﴾ أی کفی الله شهيداً: اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہیں۔

قاعدہ: باء: مبتدا کی خبر میں زائد ہوتی ہے، خواہ وہ فی الحال خبر ہو یا دراصل خبر ہو، اور جب هَلْ کے ذریعہ سوال کیا جائے یا لیس اور ما کے ذریعہ کلام منفی ہو تو قاعدہ کے مطابق باء زائد ہوتی ہے اور ان کے علاوہ جگہوں میں سماع پر موقوف ہے، جیسے هل زید بقائم؟ لیس زید بقائم، مازید براکب۔

سماعی کی مثالیں: (۱) بِحَسْبِكَ زيد: أی حسبُك زيد: زید آپ کے لئے کافی ہے، مبتدا پر باء زائد ہے۔ اور ألقى بيده: اپنے ہاتھ ڈالے أی ألقى يدَه: اس میں مفعول پر باء زائد ہے۔

فائدہ: باء کے دو مشہور معنی اور بھی ہیں: (۱) قسم کے لئے، جیسے بالله لأفعلنَّ كذا: بخدا میں ایسا ضرور کرونگا (۲) تعلیل کے لئے یعنی علت بیان کرنے کے لئے، جیسے ﴿إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ بے شک تم نے اپنی ذاتوں پر ظلم کیا تمہارے بچھڑا بنانے کی وجہ سے۔

(۲) لام کے تین معنی ہیں: (۱) اختصاص کے لئے یعنی ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص ہونا بتلانے کے لئے، جیسے الجُلُّ للفرس: جھول گھوڑے کے لئے ہے (۲) تعلیل کے لئے یعنی علت بیان کرنے کے لئے، جیسے ضربتُه للتأديب: میں نے اس کو سلیقہ سکھانے کے لئے مارا۔ اس میں ضرب کی علت تادیب ہے (۳) زائدہ یعنی اس کے کچھ معنی نہیں ہوتے، جیسے رَدِفَ لكم: تمہارا ردیف یعنی سواری پر تمہارے پیچھے بیٹھنے والا۔ اس میں لام زائد ہے ـــــ ان کے علاوہ لام کے دو معنی اور ہیں: ایک: بمعنی عن۔ اور یہ معنی اس وقت ہوتے ہیں جب لام کا استعمال قول کے ساتھ ہو، جیسے قلت لزيدٍ: إنه لم يفعل الشر أى عن زيد: میں نے زید کے بارے میں کہا کہ اس نے برا کام نہیں کیا۔ دوسرے: بمعنی واو۔ اور یہ معنی اس قسم میں ہوتے ہیں جو تعجب کے لئے ہو اور قسم سے مراد یہاں مقسم بہ ہے یعنی جس کی قسم کھائی جائے، جیسے لِلّٰهِ لايُؤخَّرُ الأَجلُ أى والله: بخدا! موت ٹلتی نہیں!

(۳) رُبَّ: تقلیل کے لئے ہے یعنی کسی چیز کی کمی بیان کرنے کے لئے ہے، جیسے رُبَّ رجلٍ كريمٍ لقيتُه: چند ہی سخی آدمیوں سے میں نے ملاقات کی۔

(۴) فائدہ: رُبَّ: صدارتِ کلام کو چاہتا ہے یعنی کلام کے شروع میں آتا ہے۔ اور اصح مذہب کے مطابق اس کے بعد نکرہ موصوفہ آتا ہے یعنی ایسا نکرہ آتا ہے جو موصوف ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کی صفت آتی ہے۔ مذکورہ مثال میں رُبَّ کے بعد رجلٍ كريمٍ آیا ہے، اور بعض لوگوں کے نزدیک: نکرہ غیر موصوفہ بھی آسکتا ہے۔

اور رُبَّ: جس فعل سے متعلق ہوتا ہے وہ فعل ماضی ہوتا ہے، جیسے مذکورہ مثال میں لقيتُه فعل ماضی ہے اور اکثر استعمالات میں قرائن کی موجودگی میں یہ فعل محذوف ہوتا ہے، جیسے شریف لوگوں کا تذکرہ چل رہا ہو تو صرف ربَّ رجل كريم بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۵) قاعدہ: رُبَّ: کبھی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے، جس کا کوئی مرجع نہیں ہوتا اور

اس کی تمیز نکرہ آتی ہے جو بر بنائے تمیز منصوب ہوتی ہے۔اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز تثنیہ، جمع اور مؤنث ہو۔ جیسے رُبَّهُ رجلاً/ رجلين/ رجالاً/ امرأة/ نساء اورکوفی نحات کہتے ہیں: ضمیر: تمیز کے مطابق ہوتی ہے۔ جیسے ربه رجلا، ربهما رجلين، ربهم رجالاً إلخ۔

(٦) قاعدہ: جب رُبَّ کے ساتھ ما کافّہ ملے تو وہ ربَّ کو عمل سے روک دیتا ہے، اور اس صورت میں ربما جملوں پر داخل ہوسکتا ہے، جیسے ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کبھی کفار تمنا کریں گے۔ رُبَّ اور رُبَ (باء کی تشدید وتخفیف کے ساتھ) ایک ہی لفظ ہے

ترجمہ: (۵) اور باء: الصاق، استعانت، مصاحبت، مقابلہ، تعدیہ اور ظرفیت کے لئے ہے اور مبتدا کی خبر میں زائد ہوتی ہے: استفہام اور نفی میں قاعدے کے مطابق، اور غیر خبر میں سماع پر موقوف ہے............(٦) اور لام: اختصاص اور تعلیل کے لئے ہے اور قول کے ساتھ بمعنی عن ہوتا ہے اور زائدہ ہوتا ہے اور اس قسم میں جو تعجب کے لئے ہو بمعنی واو ہوتا ہے ——— (٧) اور رُبَّ تقلیل کے لئے ہے ——— (قاعدہ) اور اس کے لئے شروع کلام ہے اور اصح قول پر نکرہ موصوفہ کے ساتھ خاص ہے اور اس کا فعل ماضی ہوتا ہے جو عام طور پر محذوف ہوتا ہے ——— (قاعدہ) اور کبھی رب ایسی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ آتی ہے اور ضمیر مفرد مذکر ہوتی ہے، برخلاف کوفیوں کے تمیز کی مطابقت میں ——— (قاعدہ) اور رب کے آخر میں ما لاحق ہوتا ہے اس وقت وہ جملوں پر داخل ہوتا ہے۔

[٨-] وواوُها: تدخل على نكرةٍ موصوفة.

وواو القسم: إنما تكون عند حذف الفعلِ لغير السؤال، مختصةٌ بالظاهر.

[٩-] والتاء: مثلُها، مختصة باسم الله تعالىٰ.

والباء: أَعَمُّ منهما فى الجميع.
ويُتَلَقّٰى القسمُ باللام، وإِنَّ، وحرف النفى.
وقد يُحذف جوابُه إذا اعْتَرَضَ، أو تقدَّمه ما يدلُّ عليه.
[١٠و١١] وعن: للمُجازاة، وعلى: للاستعلاء.
[قاعدة] وقد تكونان اسمَين بدخول: "مِنْ"
[١٢-] والكاف: للتشبيه، وزائدةٌ، وقد تكون اسماً، وتختص بالظاهر.
[١٣و١٤] ومُذْ ومُنْذ: للزمان: للابتداء فى الماضى، والظرفية فى الحاضر، نحوُ: ما رأيتُه مُذْ شهرنا، ومُنْذُ يومنا.
[١٥-١٧] وحاشا، وعَدَا، وخلاَ: للاستثناء.

(۸) واو کبھی بمعنی رُبَّ ہوتا ہے اور کبھی قسمیہ۔ جب وہ بمعنی ربّ ہوتو نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ رب کے معنی میں ہونے کی وجہ سے رب کے حکم میں ہوتا ہے اور اس کا تعلق فعل ماضی سے ہوگا جو اکثر محذوف ہوگا (البتہ واو بمعنی ربّ ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتا) جیسے وَبلدةٍ ليس بها أنيس: کچھ شہر جہاں کوئی دوست نہیں!

اور واو قسمیہ: حذفِ فعل کے وقت مستعمل ہے، اور سوال کے ساتھ نہیں لایا جاتا، اور ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے یعنی ضمیر پر داخل نہیں ہوتا، جیسے واللہ لأفعلنَّ كذا أى أقسِم باللہ۔

(۹) ت بھی قسم کے لئے ہے، مگر نام پاک اللہ کے ساتھ خاص ہے، باقی اسمائے حسنی پر داخل نہیں ہوتا، جیسے ﴿ تَاللّٰهِ لَأَكِيْدَنَّ أَصْنَامَكُمْ﴾ بخدا! میں تمہاری مورتیوں کی گت بناؤنگا۔

اور باءِ قسمیہ: واو قسمیہ اور تا قسمیہ سے عام ہے یعنی اس میں فعل قسم مذکور بھی ہوتا ہے

اور محذوف بھی، سوال کے ساتھ بھی آتا ہے اور بغیر سوال کے بھی۔ اور اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتا ہے اور ضمیر پر بھی جیسے أقسِم باللّٰہ/ بك لأفعلن كذا۔

اور جواب قسم پر لام تاکید، إنَّ (مکسورہ) اور حرف نفی ما و لا کو داخل کیا جاتا ہے۔ یہ حروف قسم کا استقبال کرتے ہیں، جیسے واللّٰہ لزید قائم، واللّٰہ إِنَّ زیداً قائم، واللّٰہ مازید بقائم، واللّٰہ لایقوم زید۔

اور جواب قسم کو اس وقت حذف کرتے ہیں جب جملہ کے درمیان یا بعد میں کوئی قرینہ ہو جو جواب پر دلالت کرتا ہو۔ جیسے زید واللّٰہ قائم اور زید قائم واللّٰہ! (یہ دونوں جملے اگر چہ حقیقت میں جواب قسم ہیں، مگر لفظاً جواب قسم نہیں ہیں جواب قسم محذوف ہے)

(۱۰) عن: مجازات یعنی آگے بڑھ جانا بتانے کے لئے ہے، جیسے رمَیتُ السهمَ عن القوس: میں نے کمان سے تیر پھینکا یعنی تیر کمان سے دور ہوا اور آگے بڑھ گیا۔

(۱۱) علی: استعلاء یعنی بلندی بتانے کے لئے ہے خواہ بلندی حقیقی ہو یا مجازی۔ جیسے زید علی السطح اور علیه دَین: اس پر قرض ہے۔

فائدہ: علی: کبھی بمعنی باء بھی آتا ہے، جیسے مررتُ علیه أی به اور کبھی بمعنی فی بھی آتا ہے، جیسے ﴿إِنْ کُنْتَ عَلٰی سَفَرٍ﴾ أی فی سفر۔

قاعدہ: کبھی عن اور علی: اسم ہوتے ہیں، اس وقت ان پر مِنْ داخل ہوتا ہے، جیسے من عن یمینی: میری دائیں جانب سے، اور مِنْ علیه: اس کے اوپر سے۔

(۱۲) ك تین معنی کے لئے ہے: (۱) تشبیہ کے لئے جیسے زید کالأسد (۲) زائد جیسے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْئٌ﴾ أی لیس مثله شیئ (۳) کاف اسمیہ بمعنی مِثْل جیسے یَضْحَکْنَ عن کالبَرَدِ أی عن أسنانٍ مثلَ البرد: اولے جیسے دانتوں سے ہنستی ہیں۔ کاف اسمیہ: اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔

(۱۳و۱۴) مذ اور منذ دو معنی کے لئے ہیں: (۱) زمانۂ ماضی میں ابتدائے غایت

بتانے کے لئے، جیسے ما رأیتُه مذ/ منذ یومِ الجمعة: میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا(۲) زمانۂ حاضر میں ظرفیت کے لئے یعنی کسی کام کی پوری مدت بتانے کے لئے، جیسے ما رأیتُه مذ/ منذ یومین: میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا یعنی میرے نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہے۔

(۱۵-۱۷) حَاشَا، خَلَاَ اور عَدَا: استثناء کے لئے ہیں، جیسے جاء القوم حاشا/ خلا/ عَدَا زیدٍ: زید کے علاوہ قوم آئی (اور جب یہ تینوں لفظ فعل ہوتے ہیں تو مابعد کو نصب دیتے ہیں اور اس وقت بھی وہ استثناء کے معنی دیتے ہیں، جیسے قام القوم حاشا/ خلا/ عدا زیداً: اس کا ترجمہ بھی وہی ہے یعنی زید کے علاوہ قوم آئی —— اور جب خلا اور عدا پر ما داخل ہو تو اس وقت وہ صرف فعل ہوتے ہیں، حرف جر نہیں ہوتے)

ترجمہ: (۸) اور ربّ کا واو: نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے —— اور قسم کا واو: حذفِ فعل کے وقت ہی ہوتا ہے، غیر سوال کے لئے اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے —— (۹) اور تاء: واو قسم کی طرح ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ مختص ہے —— اور باء دونوں میں سب باتوں میں عام ہے —— اور استقبال کی جاتی ہے قسم لام اور إِنَّ اور حرف نفی کے ذریعہ —— اور کبھی قسم کا جواب حذف کیا جاتا ہے جب درمیان میں آئے یا اس سے پہلے آئے وہ چیز جو جواب پر دلالت کرے —— (۱۰ و ۱۱) عن: آگے بڑھ جانے کے لئے ہے اور علی: بلندی بتانے کے لئے ہے —— (قاعدہ) اور کبھی دونوں اسم ہوتے ہیں مِن کے داخل ہونے کی وجہ سے —— (۱۲) اور کاف: تشبیہ کے لئے ہے اور زائدہ ہوتا ہے اور کبھی کاف اسم ہوتا ہے اور اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہوتا ہے —— (۱۳ و ۱۴) اور مذ اور منذ: زمانے کے لئے ہیں۔ ابتداء کے لئے ہیں ماضی میں اور ظرفیت کے لئے ہیں حاضر میں............ (۱۵-۱۷) اور حاشا اور عدا اور خلا استثناء کے لئے ہیں۔

[۲-] الحروفُ المُشَبَّهَةُ بالفعل:

وهی: إِنَّ، وأَنَّ، وكأنَّ، ولكنَّ، وليتَ، ولعلَّ.

[قاعدة] ولها صدرُ الكلام، سِوىٰ "أَنَّ" فهی بعكسها.(۱)

[قاعدة] وتَلحقُها "ما" فَتُلْغٰی علی الأفصح؛ وتدخُلُ حينئذ علی الأفعال.(۲)

[۱و۲] فإنّ: لاتغيِّرُ معنی الجملة، و"أَنَّ" مع جملتِها فی حكم المفرد.

ومن ثَمَّ:وجب الكسرُ فی موضِعِ الجُمَلِ، والفتح فی مَوْضِعِ المفرد:

فكُسِرَتْ: ابتداءً، وبعدَ القول، والموصولِ.

وفتِحتْ: فاعلةً، ومفعولةً، ومبتدأً، ومضافاً إليها.

[فائدة] وقالوا: "لولا أنك" لأنه مبتداٌ، و:" لو أنك" لأنه فاعل.(۳)

حروف مشبّہ بالفعل کا بیان

حروف عاملہ میں حروف مشبہ بالفعل بھی ہیں۔ یہ چھ حروف ہیں: إِنَّ، أَنَّ، كأَنَّ، ليتَ، لكنَّ، لعلَّ. ان کو حروف مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لفظاً اور معنیً فعل کے مشابہ ہیں۔ لفظاً دو طرح سے: (۱) جس طرح فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتا ہے یہ بھی مبنی برفتحہ ہیں (۲) جس طرح فعل ثلاثی، رباعی اور خماسی ہوتا ہے یہ بھی تین حرفی، چار حرفی اور پانچ حرفی ہیں۔ اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ یہ سب فعل کے معنی دیتے ہیں۔ پہلے دو بمعنی حَقَّقْتُ ہیں، كأن بمعنی شَبَّهْتُ ہے، لكنَّ بمعنی اِسْتَدْرَكْتُ ہے، ليت بمعنی تَمَنَّيْتُ ہے اور لعلَّ بمعنی تَرَجَّيْتُ ہے ــــــ یہ حروف جملہ اسمیہ خبریہ پر

داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو اپنی خبر بناتے ہیں۔ اور اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔

(۱) قاعدہ: یہ سب حروف شروع کلام میں آتے ہیں، سوائے أَنَّ (مفتوحہ) کے وہ درجِ کلام میں آتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوکر کلام کا جزء بنتا ہے، جیسے علمتُ أنك قائم: جملہ أنك قائم مفعول بہ ہے۔

(۲) قاعدہ: جب حروف مشبہ بالفعل کے بعد ما کافہ آئے تو فصیح ترین استعمال کے مطابق ان کا عمل ختم ہوجاتا ہے، اور اس وقت وہ فعل پر بھی داخل ہوسکتے ہیں، جیسے ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ﴾ (جملہ اسمیہ کی مثال) ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ﴾ (جملہ فعلیہ کی مثال)

حروف مشبہ بالفعل کی تفصیل: (۱و۲) إِنَّ (مکسورہ) جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا، بلکہ اس میں تاکید وتحقیق کے معنی کا اضافہ کرتا ہے۔ اور أَنَّ (مفتوحہ) جملہ کے معنی کو بدل دیتا ہے۔ اس کو بتاویل مفرد کردیتا ہے (اور تاکید وتحقیق کے معنی بھی اس میں باقی رہتے ہیں، ختم نہیں ہوتے) چنانچہ جملوں کے شروع میں إِنَّ (مکسورہ) لانا ضروری ہے اور جب کسی جملہ کو بتاویل مفرد کرنا ہو تو أَنَّ (مفتوحہ) لانا ضروری ہے۔ پس تین جگہ إِنَّ آئے گا: (۱) شروع کلام میں، جیسے إِن ربك يعلم (۲) قول اور اس کے مشتقات کے بعد، جیسے قلتُ: إنه قائم، کیونکہ مقولہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے (۳) اسم موصول کے بعد، کیونکہ اسم موصول کے بعد صلہ آتا ہے اور وہ جملہ ہوتا ہے، جیسے جاء نی الذی إِنَّ أباه قائم ـــــ اور چار جگہ أَنَّ (مفتوحہ) آئے گا: (۱) جب جملہ بتاویل مفرد ہوکر فاعل بنے، جیسے بلغنی أنك منطلق (۲) یا مفعول بنے جیسے سمعتُ أنك ذاهب (۳) یا مبتدا بنے، جیسے عندی أنك قادر (۴) یا مضاف الیہ بنے۔ جیسے أعجبنی أنك قائل. یہ چاروں جگہیں مفرد کی جگہیں ہیں۔ اس لئے ان صورتوں میں أَنَّ (مفتوحہ) لائیں گے۔

(۳) فائدہ: لولا کے بعد مبتدا آتا ہے اور لو شرطیہ کے بعد فعل آتا ہے، اس لئے اگر ان دونوں کے بعد أنْ آئے تو اس کو مفتوح پڑھیں گے، تاکہ جملہ بتاویل مفرد ہوکر مبتدا اور فعلِ محذوف کا فاعل بنے، جیسے **لو أنك منطلق انطلقتُ/ ما انطلقتُ** اور **لو أنك قائم أی لو وقع قیامك**۔

ترجمہ: وہ حروف جو فعل کے مشابہ قرار دیئے گئے ہیں: اور وہ **إنَّ الخ** ہیں ـــــ (قاعدہ) اور ان کے لئے شروع کلام ہے سوائے أنَّ کے، پس وہ ان کے برعکس ہے ـــــ (قاعدہ) اور ان کے ساتھ ما ملتا ہے، پس لغو کردیئے جاتے ہیں فصیح ترین استعمال میں، اور اس وقت وہ حروف افعال پر داخل ہوتے ہیں ـــــ (او۲) پس إنَّ: جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔ اور أنَّ اپنے جملہ کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے ـــــ اور اس جگہ سے واجب ہوا ہے کسرہ جملوں کی جگہ میں، اور فتح مفرد کی جگہ میں: پس کسرہ دیا جائے گا شروع کلام میں اور قول کے بعد اور اسم موصول کے بعد۔ اور فتح دیا جائے گا فاعل ہونے کی حالت میں اور مفعول ہونے کی حالت میں اور مبتدا ہونے کی حالت میں یا اس کی طرف اضافت کی صورت میں ـــــ (فائدہ) اور کہا عربوں نے **لولا أنك**: اس لئے کہ وہ مبتدا ہے اور **لو أنك**: اس لئے کہ وہ فاعل ہے۔

[قاعدة] وإن جاز التقديرانِ: جاز الأمرانِ، نحوُ:" من يُكْرِمُنِيْ فَإِنّي أُكْرِمه، و ع:

إذا إِنَّه عبدُ القَفَا واللَّهَازِمِ

وشِبْهِهِ.(۱)

[تفريع – ۱]

ولذلك: جاز العطفُ على اسمِ المسكورة: لفظاً أو حكماً بالرفع، دون المفتوحة، ويشترطُ مُضِيُّ الخبر لفظاً أو تقديراً،

خلافاً للكوفيين، ولاأثر لكونه مَبْنِيًّا، خلافاً للمبرِّدِ والكسائى، فى مثلِ:"أنك وزيدٌ ذاهبانِ"؛ و"لكنَّ" كذلك.

(۱) **قاعدہ**: اگر کسی جگہ مفرد اور جملہ دونوں بن سکتے ہوں تو إِنَّ (مکسورہ اور مفتوحہ) دونوں جائز ہونگے۔ مثلاً فاء جزائیہ کے بعد أَنَّ آئے تو دونوں ہو سکتے ہیں، جیسے من يُكرِمْنِيْ فَإنِّيْ أُكْرِمُه۔ اس کی دو تقدیریں ہوسکتی ہیں:(۱) فجزاء ہ أني أكرمه اس وقت أَنْ کو مفتوح پڑھیں گے (۲) من يكرمني فإنَّا أكرمه: اس وقت إِنَّ مکسورہ ہوگا۔ پہلی صورت میں أَن مفرد کی جگہ آیا ہے (مبتدا کی خبر واقع ہوا ہے) اور دوسری جگہ جملہ کی جگہ آیا ہے۔

اسی طرح جب إن مع اسم وخبر إذا مفاجاتیہ کے بعد آئے تو فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

وكنتُ أرى زيداً كما قيل: سيِّدًا ۞ إذا أنه عبدُ القَفَا واللَّهازِمِ

(میں زید کو جیسا کہ لوگ کہتے ہیں سردار سمجھتا تھا ÷ (مگر) اچانک وہ گدّی اور جبڑوں کا غلام نکلا)

اس میں بھی دو تقدیریں ہوسکتی ہیں:(۱) إذا هو إنه إلخ اس تقدیر میں إن اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ ہوگا اور مبتدا کی خبر بنے کا (۲) إذا عبوديتُه للقفا واللهازم ثابتة: اس صورت میں أن مع اسم وخبر بتاویل مفرد ہوکر مبتدا بنے گا۔

قوله: وشبهه: یعنی مصرع مذکور کے مثل یعنی جہاں بھی مفرد اور جملہ کی دونوں تقدیریں ہوسکتی ہوں وہاں ہمزہ کا کسرہ اور فتح دونوں جائز ہیں۔

پہلی تفریع: یہ اُس قاعدہ پر تفریع ہے جو پہلے گذر چکا ہے کہ إِنَّ (مکسورہ) جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔ اور أَن (مفتوحہ) جملہ کو بحکم مفرد کر دیتا ہے۔ فرماتے ہیں:

إن (مکسورہ) کے اسم کے محل پر کسی اسم کا رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ دراصل مبتدا ہوتا ہے اور محلاً مرفوع ہوتا ہے اور إن جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔ اور أنَّ (مفتوحہ) کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ جملہ میں تبدیلی کر دیتا ہے اور اس کو بحکم مفرد کر دیتا ہے، اس لئے اس کا اسم محلاً مرفوع نہیں رہتا۔ پس إن زیداً ظریفٌ وعمرٌو کہنا درست ہے۔ اس میں عمرٌو کا عطف زیداً کے محل پر کیا گیا ہے۔

اس قاعدہ میں دو باتیں اور بھی جان لینی چاہئیں:

(۱) إن: عام ہے خواہ لفظاً مکسور ہو یا حکماً جیسے إن زیداً قاعد وعمرٌو قاعد اور حکماً مکسور، جیسے علمتُ أن زیداً قائم وعمرو قائم، اس میں أن اگرچہ لفظاً مفتوح ہے مگر حکماً مکسور ہے۔ کیونکہ علم یا اس کے مشتقات کے بعد جو أن آتا ہے وہ جملہ کی تاویل میں ہوتا ہے، مفرد کی تاویل میں نہیں ہوتا اس لئے وہ حقیقت میں مبتدا ہوتا ہے۔

(۲) إن مکسورہ کے اسم کے محل پر عطف اس وقت جائز ہوگا جبکہ معطوف سے پہلے إن کی خبر آ چکی ہو خواہ لفظاً آئی ہو جیسے إن زیداً قائم وعمرٌو قائم یا تقدیراً آئی ہو، جیسے إن زیداً وعمرو قاعد۔ یہاں معطوف علیہ کی خبر پہلے ضمناً آ چکی ہے کیونکہ معطوف کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر إن کی خبر نہ پہلے لفظاً آئی ہو نہ تقدیراً تو رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز نہیں۔ جیسے إن زیداً وعمرٌو ذاهبانِ کہنا جائز نہیں، کیونکہ دونوں کی خبر بعد میں ایک ساتھ آ رہی ہے اسی طرح إنك وزید ذاهبان کہنا بھی درست نہیں۔ ان مثالوں میں اگر عطف کو جائز رکھیں گے تو ایک معمول پر دو عاملوں کا اجتماع لازم آئے گا جو درست نہیں۔

اور یہ بصری نحات کی رائے ہے، کوفہ کے نحویوں کے نزدیک إن کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنے کے لئے خبر کا پہلے آنا شرط نہیں، ان کے نزدیک إن

زيداً وعمرٌو ذاهبان کہنا درست ہے۔

اس کے بعد یہ بات جان لینی چاہئے کہ جمہور کے نزدیک عطف مذکور کے جواز کے لئے جو شرط ہے کہ معطوف سے پہلے خبر آ چکی ہو یہ حکم بہر حال ہے خواہ إن کا اسم معرب ہو یا مبنی۔ مبنی ہونے کو اس میں کچھ دخل نہیں اور مبرد اور کسائی کہتے ہیں کہ خبر کا پہلے آنا صرف اس صورت میں شرط ہے کہ إن کا اسم معرب ہو، اگر وہ مبنی ہو تو پھر یہ شرط نہیں۔ پس ان کے نزدیک إنك وزيد ذاهبانِ کہنا درست ہے۔ کیونکہ إن کا اسم ضمیر ہے جو مبنی ہے۔

نوٹ: حروف مشبہ بالفعل میں سے لکنّ: إن مکسورہ کی طرح ہے یعنی لکنّ کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے جبکہ معطوف سے پہلے خبر آ چکی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لکنّ بھی جملہ کے معنی میں تبدیلی نہیں کرتا۔ لکن کی مثال: لم یرکب زید لکنّ عمراً خارج وبکرٌ. بکر کا عطف عمراً کے محل پر ہے۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور جب جائز ہوں دونوں تقدیریں تو جائز ہیں دونوں باتیں، ....(اللِّهْزِمَة: جبڑے کی ابھری ہوئی ہڈی۔ یہ دو ہوتی ہیں ج لَهَازِم) ——— (پہلی تفریع) اور اسی وجہ سے إنَّ مکسورہ کے اسم پر لفظاً یا محلاً: رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے نہ کہ مفتوحہ کے اسم پر۔ اور خبر کا لفظاً یا تقدیراً گذرنا شرط ہے، برخلاف کوفیوں کے، اور کوئی اثر نہیں ہے اسم کے مبنی ہونے کے لئے، برخلاف مبرد اور کسائی کے أنك وزيد ذاهبان جیسی مثال میں ——— اور لکن اسی طرح ہے۔

[تفريع – ۲]

ولذلك: دخلتِ اللامُ مع المكسورة، دونها على الخبر؛ أو الاسم: إذا فَصَلَ بينه وبينها، أو على ما بينهما؛ وفي "لكنَّ" ضعيف.

[قاعدة] وتخفَّفُ المكسورة فيلزَمها اللام، ويجوز إلغاءُ ها، ويجوز

دخولُها على فعلٍ من أفعالِ المبتدأ، خلافاً للكوفيين في التعميم.[۱]
[قاعدة] وتُخفَّفُ المفتوحة: فَتَعْمَلُ في ضمير شانٍ مقدَّرٍ، فتدخُلُ على الجُمَلِ مطلقاً، وشَذَّ إعمالُها في غيره؛ ويلزَمُها مع الفعل السينُ، أو سوفَ، أو قَدْ، أو حرفُ النفي.[۲]

دوسری تفریع: یہ بھی مذکورہ قاعدہ پر کہ إِن جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا اور أَنَّ مفہوم بدل دیتا ہے: دوسری تفریع ہے فرماتے ہیں: إن (مکسورہ) کی خبر پر لام تاکید لانا درست ہے اور أن (مفتوحہ) کی خبر پر لام تاکید لانا درست نہیں۔ کیونکہ لام تاکید جملہ کے معنی کی تاکید کے لئے ہوتا ہے، پس وہ اس إن کی خبر پر آسکتا ہے جو جملہ کی حیثیت کو برقرار رکھے، اور اس أن کی خبر پر نہیں آسکتا جو جملہ کو بتاویل مفرد کردے ـــــ اسی طرح لام تاکید إن (مکسورہ) کے اسم پر بھی آتا ہے جبکہ إن اور اس کے اسم کے درمیان فصل ہوجائے، اور أن (مفتوحہ) کے اسم پر داخل نہیں ہوتا ـــــ اسی طرح لام تاکید اس چیز پر بھی داخل ہوتا ہے جو إن (مکسورہ) کے اسم وخبر کے درمیان متعلقاتِ جملہ میں سے آتی ہے ـــــ مثالیں: إن زيداً لقائم، إن في الدار لزيداً، إن زيداً لَطَعَامَك آكلٌ: زید یقیناً تیرا کھانا کھانے والا ہے۔

اور لکنَّ میں ان تینوں جگہوں میں لام تاکید کا لانا ضعیف ہے، کیونکہ اس کی لام تاکید کے ساتھ وہ مشابہت نہیں جو إن کی ہے۔

(۱) قاعدہ: جب إن (مکسورہ) کو مخفف کردیں یعنی نون کی تشدید ہٹادیں تو اس وقت لام تاکید لانا ضروری ہوجاتا ہے تاکہ إِنْ مخففہ اور إِنْ نافیہ کے درمیان امتیاز ہوجائے، جیسے إنْ زيد قائم میں إنْ نافیہ ہے یعنی زید کھڑا نہیں اور إنْ زيد لقائم میں إنْ مخففہ ہے ـــــ نیز تخفیف کی صورت میں عامل کا الغاء یعنی اس کے عمل کو باطل

کرنا بھی جائز ہے، اور اب وہ ان افعال پر داخل ہوسکتا ہے جو مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے افعال ناقصہ اور افعالِ قلوب وغیرہ جیسے ﴿وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً﴾، اور ﴿وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ﴾ اور کوفی نحوی کہتے ہیں کہ ہر قسم کے افعال پر داخل ہوسکتا ہے، ان افعال کی کچھ تخصیص نہیں جو مبتدا وخبر پر داخل ہوتے ہیں۔ إن قتلتَ لمسلماً کہہ سکتے ہیں۔ بصریوں کے نزدیک یہ استعمال ضعیف ہے۔

(۲) قاعدہ: جب أن (مفتوحہ) کو مخفف کردیں تو اس وقت اس کا اسم ضمیر شان ہوتی ہے جو مان لی جاتی ہے۔ اور اس وقت وہ ہر قسم کے جملوں پر داخل ہوسکتا ہے، خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ اور فعلیہ بمعنی عام ہے خواہ اس میں ایسا فعل ہو جو کہ جملہ اسمیہ پر ہی داخل ہوتا ہے یا ایسا فعل نہ ہو۔ البتہ اس وقت فعل پر سین، سوف، قد یا حرف نفی کا آنا ضروری ہے۔ مثالیں: ﴿عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى﴾ أن سوف يأتى كلُّ ما قُدِّر ﴿أَنْ قَدْ أَبْلَغُوْا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ﴾ ﴿أَوَلَا يَرَوْنَ أَنْ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ﴾ ـــــ اور أن (مفتوحہ) کا عمل تخفیف کے بعد ضمیر شان کے علاوہ میں شاذ ہے۔

ترجمہ: (دوسری تفریع) اور اسی وجہ سے لام داخل ہوتا ہے مکسورہ کے ساتھ، نہ کہ مفتوحہ کے ساتھ خبر پر یا اسم پر جبکہ اسم اور إن کے درمیان فصل واقع ہو، یا اس چیز پر جو دونوں (إن اور اس کے اسم) کے درمیان آئے ـــــ اور لکنّ میں ضعیف ہے ـــــ (قاعدہ) اور إنّ مکسورہ مخففہ کیا جاتا ہے پس اس کے لئے لام لازم ہے اور اس کا الغاء بھی جائز ہے اور اس کا مبتدا کے افعال میں سے کسی فعل پر داخل ہونا جائز ہے، برخلاف کوفیوں کے تعمیم میں یعنی ان کے نزدیک ہر قسم کے افعال پر داخل وسکتا ہے ـــــ (قاعدہ) اور أن مفتوحہ مخففہ کیا جاتا ہے، پس وہ ضمیر شان مقدر میں عمل کرتا ہے، پس وہ ہر طرح کے جملوں پر داخل ہوتا ہے اور نادر ہے اس کو عامل بنانا ضمیر شان کے علاوہ میں۔ اور اس کے لئے فعل کے ساتھ سین، سوف، قد یا حرف نفی لازم ہوتا ہے۔

[٣-] وكأنَّ: للتشبيه، وتخفَّف فَتُلْغٰى على الأفصح.(١)
[٤-] ولكنَّ: للاستدراك: تتوسَّطُ بين كلامَين متغايرَينِ معنىً، وتخفَّف فَتُلغى، ويجوز معها الواو.(٢)
[٥-] وليت: للتمَنِّي، وأجاز الفَرَّاءُ: "ليتَ زيداً قائماً" (٣)
[٦-] ولعلَّ: للتَّرَجِّي؛ وشَذَّ الجر بها.(٤)

(۱) تیسرا حرفِ مشبہ بالفعل کأن ہے۔ کأن کی خبر اگر اسم جامد ہوتو وہ تشبیہ کے لئے ہوتا ہے، جیسے کأن زیداً أسد: زید گویا شیر ہے یعنی شیر جیسا بہادر ہے۔ اور جب اس کی خبر فعل، اسم مشتق، ظرف یا جار مجرور ہوتو شک وگمان کے لئے ہوتا ہے، جیسے کأن زیداً یقوم/ قائم/ عندك/ في البیت یعنی ایسا گمان ہے ـــــ اور کبھی کأن میں تخفیف کرلی جاتی ہے، اس وقت فصیح ترین استعمال کے مطابق اس کا عمل باطل ہوجاتا ہے، کیونکہ اب فعل کے ساتھ اس کی مشابہت باقی نہیں رہتی۔

(۲) چوتھا حرفِ مشبہ بالفعل لکنّ ہے۔ لکنَّ: استدراک کے لئے ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کے لئے ہے، جیسے غاب القومُ لکنَّ عمراً حاضر ـــــ اور لکنّ: ایسے دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنی کے اعتبار سے متغائر ہوں۔ ایک منفی ہوتو دوسرا مثبت، خواہ لفظاً تغایر ہو یا معنیً۔ جیسے جاء زید لکنَّ عمراً لم یجيء (تغائر لفظی) زید حاضر لکنّ عمراً غائب (معنوی تغایر کیونکہ لفظاً دونوں مثبت ہیں، البتہ معنیً تغایر ہے ایک حاضر ہے دوسرا غیر حاضر) ـــــ اور کبھی لکنَّ میں تخفیف کی جاتی ہے یعنی نون کی تشدید ہٹادی جاتی ہے اس وقت اس کا عمل باطل ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کی فعل سے مشابہت کمزور پڑجاتی ہے ـــــ اور لکنّ کے ساتھ واو کو بھی ذکر کرتے ہیں خواہ لکنّ مشددہ ہو یا مخففہ جیسے جاء زید ولکنّ/ ولکنْ عمراً لم یجيء۔

(۳) پانچواں حرف مشبہ بالفعل لیت ہے۔ لیت: ناممکن بات کی تمنا کرنے کے لئے ہے، جیسے لیت الشباب یعود: کاش جوانی لوٹتی! ـــــ اور فراء یہ کہتے ہیں کہ لیت کے بعد دونوں جزوں کو نصب دینا جائز ہے، اس لئے کہ لیت بمعنی أَتَمَنّٰی ہے پس اس کے بعد دونوں جزء مفعولیت کی بنا پر منصوب ہونگے، جیسے لیتَ زیداً قائما کہنا ان کے نزدیک صحیح ہے۔

(۴) چھٹا حرف مشبہ بالفعل لعل ہے۔ لعلَّ: ایسے کام کی امید کرنے کے لئے ہے جو ہو سکتا ہو، جیسے لعل المسافر قادم: شاید مسافر آنے والا ہے ـــــ اور لعلَّ کے ذریعہ مابعد کو جر دینا شاذ ہے۔ جیسے شاعر نے کہا ہے: لعلَّ أبی المِغْوَاءِ منك قریب۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہ اعراب حکائی ہو یعنی ابوالمغواء: ابی المغواء ہی سے مشہور ہو۔

ترجمہ: (۳) اور کأن: تشبیہ کے لئے ہے، اور مخففہ کیا جاتا ہے پس بے عمل کر دیا جاتا ہے فصیح ترین استعمال میں ـــــ (۴) اور لکن: استدراک کے لئے ہے، دو معنیً متغائر کلاموں کے درمیان آتا ہے۔ اور مخففہ کیا جاتا ہے پس بے عمل کر دیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ واو جائز ہے ـــــ (۵) اور لیت تمنی کے لئے ہے اور فراء نے لیت زیداً قائما کو جائز رکھا ہے ـــــ (٦) اور لعل: ترجّی کے لئے ہے اور اس کے ذریعہ جر دینا نادر ہے۔

[۳-] الحروف العاطِفة:

وهی: الواو، والفاء، وثم، وحتی، وأو، وإِمَّا، وأَمْ، ولا، وبل، ولكنْ.

[۱-٤] فالأربعةُ الأُوَلُ للجمع: فالواو: للجمع مطلقاً، لا ترتیب فیها، والفاءُ: للترتیب، وثم: مثلُها بِمُهْلَةٍ؛ وحتی: مثلُها؛ ومعطوفُها جزءٌ من متبوعه، لیفید قوةً أو ضعفاً.

[۵-۷] وأو، وإمَّا، وأم: لأحدِ الأمرين مُبْهَمًا.

[قاعدة][1] وأَمِ المتصلَّةُ: لازمةٌ لهمزةِ الاستفهام: يَلِيْهَا أحد المستَوِيَيْنِ والآخرُ الهمزةَ: بعد ثبوتِ أحدِهما لطلب التعيين:

[الف] ومن ثَمَّ: لم يَجُزْ: " أرأيتَ زيداً أم عَمْراً؟"

[ب] ومن ثَمَّ: كان جوابُها بالتعيين، دون نعم، أولا.

[قاعدة] والمنقطعة: كبَلْ، والهمزة، مثلُ: "إنها لأبلٌ أو شاة" [2]

[قاعدة] و"إِمَّا": قبلَ المعطوف عليه لازمة مع إِمَّا، جائزة مع أو.[3]

[۸-۱۰] ولا، وبل، ولكنْ: لأحدهما مُعَيَّنًا؛ ولكنْ: لازمة للنفي.

حروف عاطفہ کا بیان

حروف غیر عاملہ میں حروف عاطفہ ہیں۔حروف عاطفہ دس ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں۔

(۱-۴) ان میں سے پہلے چار معطوف معطوف علیہ کو حکم واحد میں جمع کرنے کے لئے ہیں ـــــ پھر واو: مطلق جمع کے لئے ہے جیسے جاء نی زید وعمرٌو یعنی زید اور عمرو دونوں آئے۔مگر یہ نہیں بتایا کہ ساتھ آئے یا آگے پیچھے، مہلت کے ساتھ آئے یا بغیر مہلت کے، نہ یہ بتایا کہ پہلے کون آیا؟ اور فاء اور ثم میں ترتیب ہوتی ہے پھر فاء میں صرف ترتیب ہوتی ہے اور ثم میں مہلت بھی ہوتی ہے، جیسے جاء نی زید فعمرٌو یعنی زید کے بعد فوراً عمرو آیا اور جاء نی زید ثم عمرٌو یعنی زید کے کچھ دیر کے بعد عمرو آیا۔

اور ترتیب ومہلت کا فائدہ دینے میں حتی: ثم کی طرح ہے (مگر فرق یہ ہے کہ حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں زیادہ) اور حتی میں معطوف: معطوف علیہ کا

جزء ہوتا ہے اور ثم میں یہ بات نہیں ہوتی۔ پھر جزء خواہ جزِ ضعیف ہو یا جزِ قوی، جیسے قَدِمَ الحاجُّ حتی المُشاةُ اور مات الناس حتی الأنبیاءُ اور جزء ہونے کی وجہ یہ ہے کہ معطوف میں قوت یا ضعف کا فائدہ حاصل ہو۔ یعنی پتہ چل جائے کہ معطوف: معطوف علیہ سے قوی ہے یا ضعیف۔ (تیسرا فرق یہ ہے کہ حتی میں مہلت ذہنی ہوتی ہے اور ثم میں خارجی)

(۵-۷) اور أو، إما اور أم: دو امروں میں سے کسی ایک امر مبہم کے لئے ہیں یعنی وہ متکلم کے نزدیک متعین نہیں ہوتا۔ جیسے جاء زید أو/ إما/ أم عمرٌو یعنی لاعلی التعیین کوئی ایک آیا۔

(۱) قاعدہ: أم کی دو قسمیں ہیں: متصلہ اور منقطعہ۔ ام متصلہ کو ہمزۂ استفہام لازم ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کا اتصال أم کے ساتھ ہو اور دوسرے کا ہمزۂ استفہام کے ساتھ، جیسے أزیدٌ عندك أم عمرٌو؟ یعنی لاعلی التعیین ایک مخاطب کے پاس ہے۔ متکلم تعیین چاہتا ہے کہ وہ زید ہے یا عمرو؟ (الف) چنانچہ أرأیتَ زیداً أم عمراً کہنا صحیح نہیں، کیونکہ زیداً: ہمزہ کے ساتھ متصل نہیں (ب) اور اسی وجہ سے جواب میں صرف نعم یا لا کہنا کافی نہیں، دونوں میں سے ایک کی تعیین ضروری ہے۔

(۲) قاعدہ: أم کی دوسری قسم أم منقطعہ ہے۔ یہ أم: بل اور ہمزہ کے معنی میں ہوتا ہے یعنی أم منقطعہ میں پہلے والے کلام سے اعراض اور بعد والے کلام میں استفہام ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے دور سے جانوروں کا گلہ دیکھا اور کہا: إنما لأبلٌ أم شاةٌ؟ یعنی وہ اونٹ ہیں نہیں بلکہ کیا وہ بکریاں ہیں؟ یعنی اونٹ تو بالیقین نہیں، پس کیا وہ بکریاں ہیں؟

(۳) قاعدہ: جب کسی چیز پر إما کے ذریعہ عطف کیا جائے تو ضروری ہے کہ معطوف علیہ سے پہلے ایک اور إما ہو، أو کے ذریعہ عطف کرنے میں یہ بات ضروری

نہیں جیسے جاء نی إما زید وإما عمرٌو۔اور یہ بات اس لئے ضروری ہے کہ سامع کو شروع ہی سے معلوم ہو جائے کہ کلام شک پر مبنی ہے۔

(۸-۱۰)لا، بل اور لکنْ کے ذریعہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک معین پر حکم لگایا جاتا ہے۔جیسے جاء نی زید لا/ بل عمروٌ یعنی صرف عمرو آیا۔ما قام زید لکنْ عمرٌو اور لکنْ کے لئے نفی لازم ہے،خواہ نفی لکنْ سے پہلے ہو یا بعد میں جیسے قام زید لکنْ عمرو لم یقم۔

ترجمہ:حروف عاطفہ:اور وہ واو اور فاء الخ ہیں ــــ (۱-۴)پس پہلے چار جمع کے لئے ہیں۔پس واو مطلق جمع کے لئے ہے اس میں کوئی ترتیب نہیں ہوتی۔اور فاء ترتیب کے لئے ہے اور ثم اس کے مانند ہے مہلت کے ساتھ اور حتی اس کے مانند ہے اور اس کا معطوف اس کے متبوع کا جزء ہوتا ہے،تا کہ وہ قوت یا ضعف کا فائدہ دے ــــ (۵-۷)اور أو، إما اور أم:مبہم طور پر دو چیزوں میں سے ایک کے لئے ہیں ــــ (قاعدہ)اور أم متصلہ:ہمزہ استفہام کے لئے لازم ہے،اس سے متصل آتی ہے دو مساوی چیزوں میں سے ایک چیز اور دوسری چیز ہمزہ سے متصل آتی ہے ان میں سے ایک کے ثبوت کے بعد تعیین طلب کرنے کے لئے ــــ (الف)اور اسی جگہ سے جائز نہیں أرأیت إلخ اور اسی جگہ سے اس کا جواب تعیین کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ ہاں!نا!کے ساتھ ــــ (قاعدہ)اور أم منقطعہ بل اور ہمزہ کی طرح ہے ــــ (قاعدہ)اور معطوف علیہ سے پہلے إما،دوسرے إما کے ساتھ لازم ہے اور أو کے ساتھ جائز ہے ــــ (۸-۱۰)اور لا اور بل اور لکنْ:دو چیزوں میں سے ایک معین چیز کے لئے ہیں اور لکنْ:نفی کے لئے لازم ہے۔

[٤-] حروف التنبیه:

ألاَ، وأَمَا، وهَا.

[٥-]حروف النداء:

يَا: أَعَمُّهَا؛ وأيا، وهَيَا: للبعيد؛ وأَىْ، والهمزةُ: للقريب.

[٦-] حروف الإيجاب:

نَعَمْ، وبَلٰى، وإِىْ، وأَجَلْ، وجَيْرِ، وإِنَّ.

فنعم: مقرِّرَةٌ لما سَبَقَها؛ وبلى: مختصة بإيجاب النفى؛ وإِىْ: للإثبات بعدَ الاستفهام؛ ويلزمها القَسَم، وأجل، وجَيْرِ، وإِنَّ: تصديق للمخْبِرِ.

(۴)حروف تنبیہ کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف تنبیہ ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو مخاطب کی غفلت دور کرتے ہیں تا کہ وہ بات اچھی طرح سنے۔ یہ تین حروف ہیں: ألاَ، أَمَا اورهَا۔ پہلے دو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر آتے ہیں، جیسے ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ سنو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔﴿أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ﴾ سنو! وہی لوگ فساد مچانے والے ہیں۔أَمَا لا تفعل الشر: سن! برا کام مت کر۔أما إن زيداً لقائم: سن! بیشک زید کھڑا ہے۔

اور هَا جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور مفرد پر بھی، جیسے هَا هذا الكتاب سهلٌ جدًّا: سنو یہ کتاب بہت ہی آسان ہے۔اس میں هَا حرف تنبیہ ہے جو جملہ اسمیہ پر آیا ہے اور دوسرا هَا اسم اشارہ ذا پر آیا ہے وہ بھی حرف تنبیہ ہے جو مفرد پر آیا ہے۔

(۵)حروف ندا کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف ندا ہیں۔ یہ حروف مخاطب کو متوجہ کرنے کے

لئے ہیں۔حروف ندا پانچ ہیں: یا، أَیَا، هَیَا، أَيْ اور ہمزہ ـــــ ان میں سے یا سب سے عام ہے یعنی وہ ندائے قریب وبعید دونوں میں مستعمل ہے نیز وہ ندبہ اور استغاثہ میں بھی مستعمل ہے ـــــ اور أیا اور هَیَا: ندائے بعید کے لئے ہیں ـــــ اور أيْ اور ہمزہ ندائے قریب کے لئے ہیں۔

(٦) حروف ایجاب کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروفِ ایجاب ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ جواب دیا جاتا ہے۔ یہ چھ حروف ہیں: (۱) نَعَم: کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔ جیسے أجاء زید؟ یا أما جاء زید؟ کے جواب میں نعم کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہاں بیشک زید آیا/نہیں آیا ـــــ (۲) بَلٰی: کلام منفی کے جواب میں آکر اس کو مثبت کرتا ہے وہ اس کے ساتھ خاص ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟﴾ لوگوں نے جواب دیا: ﴿بَلٰی:﴾ کیوں نہیں! یعنی آپ ہی ہمارے رب ہیں ـــــ (۳) إِيْ: استفہام کے بعد اثبات کے لئے ہے اور اس کے ساتھ قسم ضروری ہے، جیسے ﴿أَحَقٌّ هُوَ؟﴾ جواب: ﴿إِيْ وَرَبِّيْ إِنَّهٗ لَحَقٌّ﴾ (کیا عذاب آخرت واقعی امر ہے؟ جواب: ہاں قسم میرے پروردگار کی! وہ واقعی امر ہے) ـــــ (۴-٦) أَجَلْ، جَيْرِ اور إِنَّ: خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے ہیں۔ جیسے أجاء ك زيد؟ جواب میں أَجَلْ یا جَيْرِ یا إِنَّ کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ صحیح کہتے ہیں زید میرے پاس آیا ہے۔

ترجمہ: حروفِ تنبیہ: ألا اور أما اور هَا ہیں ـــــ حروفِ ندا: یَا ان میں زیادہ عام ہے اور أیا اور هَیَا: بعید کے لئے ہیں اور أَيْ اور ہمزہ قریب کے لئے ہیں ـــــ حروفِ ایجاب: نعم الخ ہیں پس نعم: اس چیز کو ثابت کرنے والا ہے جو اس سے پہلے آئی ہے اور بلی: نفی کے کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور إِيْ: استفہام کے بعد

اثبات کے لئے ہے اور اس کے لئے قسم لازم ہے اور أجل، جَيْرِ اورأنَّ: خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے ہیں۔

[٧-] حروف الزيادة:

إنْ، وأَنْ، وما، ولا، ومِنْ، والباء، واللام.

[١-] فإنْ: مع ما النافية، وقَلَّتْ مع ما المصدرية، ولَمَّا.

[٢-] وأَنْ: مع لَمَّا، وبين لو والقَسَم، وقَلَّتْ مع الكاف.

[٣-] وما: مع إذا، ومتى، وأَيٍّ، وأين، وإِنْ: شرطاً؛ وبعضِ حروفِ الجَرِّ، وقلَّتْ مع المضاف.

[٤-] ولا: مع الواو بعدَ النفى، وأَنِ المصدرية، وقَلَّتْ قَبلَ أُقْسِمُ، وشَذَّتْ مع المضاف.

[٥-٧] ومِنْ، والباء، واللام: تقدَّم ذكرها.

(۷)حروف زیادت کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف زیادت ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی کچھ نہیں ہوتے، ان کو کلام میں زینت کے لئے لاتے ہیں۔ یہ آٹھ حروف ہیں: إنْ، أَنْ، مَا، لَا، مِنْ، ب، ل اور ك (مصنف رحمہ اللہ نے کاف کو چھوڑ دیا ہے)

(۱)إِنْ: تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) ما نافیہ کے بعد (۲) ما مصدریہ کے بعد (۳) لَمَّا کے بعد، جیسے ما إنْ زيد قائم: زید کھڑا نہیں۔ انتظِرْ ما إِنْ يجلس الأمير: امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر۔ لما إنْ جلستَ جلستُ: جب تک تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا ——— مگر ما مصدریہ اور لما کے ساتھ إِنْ زائدہ کا استعمال قلیل ہے۔

(۲)أنْ: تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) لَمَّا کے بعد جیسے ﴿فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ﴾

پس جب خوش خبری دینے والا آیا (۲) لو اور قسم کے درمیان، جیسے واللہ أن لو قام زید قمتُ: بخدا اگر زید کھڑا ہوگا تو میں کھڑا ہوؤنگا (۳) کاف جارہ کے ساتھ، مگر یہ استعمال قلیل ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے کَأَنْ ظَبْـيَةٍ تعطو إلى نَاضِرِ السَّلَمِ: گویا ہرن جوتر وتازہ درخت سلم کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۳) ما: تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) کلماتِ شرط إذا، متى، أيٌّ، أين اور إنْ شرطیہ کے بعد، جیسے إذا ما/ متى ما صمتَ صُمتُ ﴿أَيًّامَا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحَسْنىٰ﴾ أينما تجلس أجلس، إِمَّا تَقُمْ أَقُمْ۔ إمَّا دراصل إنْ مَا ہے نون کا میم میں ادغام کیا ہے۔ (۲) حروف جر: ب، عن، مِنْ اور ك کے بعد جیسے فبما رحمة من الله، عما قليل ليصبحن نادمين، مما خطيئاتهم أغرقوا، زيد صديقي كما أن عمراً أخي (۳) مضاف کے بعد جیسے غضبتَ من غيرِ ما جُرْمٍ: آپ بلاوجہ ناراض ہوئے۔ مگر یہ استعمال بہت کم ہے۔

(۴) لا: چار جگہ زائد آتا ہے: (۱) واو عاطفہ کے بعد جبکہ وہ نفی کے بعد آیا ہو، جیسے ماجاء نی زید ولا عمرٌو (۲) أنْ مصدریہ کے بعد، جیسے ما منعك أن لا تسجد إذ أمر تك: تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟! (۳) قسم سے پہلے جیسے لا أقسم بهذا البلد: میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں ـــــ مگر یہ استعمال کم ہے (۴) مضاف کے بعد جیسے شاعر کہتا ہے: في بئرِ لاحُوْرٍ سَرىٰ وما شَعَرَ! ہلاکت کے کنویں میں گرا اور اس کو احساس بھی نہ ہوا۔ حور: حائر کی جمع ہے: ہلاکت اور لا زائدہ ہے۔ مگر یہ استعمال شاذ ہے۔

(۵-۷) مِنْ، ب اور ل کا بیان حروف جر کے بیان میں گذر چکا (اسی طرح ك کا بیان بھی گذر چکا)

ترجمہ: حروف زیادت: إن الخ ہیں ـــــ (۱) پس إن: ما نافیہ کے ساتھ، اور بہت کم ما مصدریہ اور لما کے ساتھ ـــــ (۲) اور أن: لما کے ساتھ اور لو اور قسم

کے درمیان اور بہت کم کاف کے ساتھ ـــــ (۳) اور ما: إذا، متى، أىّ، أين اور إن کے ساتھ درانحالیکہ وہ شرط کے لئے ہوں۔ اور بعض حروف جر کے ساتھ اور بہت کم مضاف کے ساتھ ـــــ (۴) اور لا: واو کے ساتھ نفی کے بعد اور أن مصدریہ کے ساتھ اور بہت کم أقسم سے پہلے اور نادر ہے مضاف کے ساتھ ـــــ (۵-۷) اور مِنْ اور باء اور لام کا تذکرہ پہلے آچکا۔

[-۸] حرفَا التفسير

أىْ، وأَنْ: فأَنْ مختصةٌ بما فى معنى القول.

[-۹] حروف المصدر

ما؛ وأَنْ، وأَنَّ: فالأولان: للفعلية، وأَنَّ: للاسمية.

[-۱۰] حروف التحضيض

هَلَّا، وألَّا، ولولا، ولوما: لها صدر الكلام، ويَلْزَمها الفعل لفظاً أو تقديراً.

[-۱۱] حرفُ التوقُّع

قَدْ: وهى فى المضارع للتقليل.

(۸) حروف تفسیر کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف تفسیر بھی ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو اجمال کی وضاحت کے لئے لائے جاتے ہیں۔ یہ دو حروف ہیں: أَیْ اور أَنْ ـــــ أَیْ: جملہ اور مفرد دونوں کی تفسیر کے لئے آتا ہے جیسے قتل زيد بكراً: أى ضربه ضربا شديداً اور

الغضنفر أی الأسد ـــــ اورأَنْ: ایسے فعل کی تفسیر کرتا ہے جو بمعنی قول ہو، جیسے ﴿نَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمَ﴾ اس میں نادینا بمعنی قلنا ہے اور أن یا إبراھیم اسکی تفسیر ہے۔

(۹) حروف مصدریہ کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف مصدریہ بھی ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو فعل کو مصدری معنی میں یا جملہ کو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں۔ یہ تین حروف ہیں: مَا، أَنْ اور أَنَّ۔ اول دو جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کے معنی میں کرتے ہیں۔ اور أَنَّ: جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کو بتاویل مصدر کرتا ہے، جیسے ﴿ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ زمین ان پر باوجود کشادگی کے تنگ ہوگئی ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوْا﴾ پس نہیں تھا ان کی قوم کا جواب مگر یہ کہ کہا انھوں نے۔ علمتُ أنك قائم: میں نے آپ کا کھڑا ہونا جانا۔

(۱۰) حروف تحضیض کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف تحضیض ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ مخاطب کو کسی کام پر ابھارا جاتا ہے یہ چار حروف ہیں: هَلَّا، أَلَّا، لَوْلَا اور لَوْمَا۔ یہ چاروں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں اور فعل پر داخل ہوتے ہیں، خواہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً اور خواہ فعل مضارع ہو یا فعل ماضی، جیسے ھلا/ ألا/ لولا/ لَوما ضربتَ/ تَضْرِبُ زیداً: تو نے زید کو کیوں نہیں مارا/ مارتے (مگر جب فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو واقعۃً ابھارنا مقصود ہوتا ہے۔ اور جب ماضی پر داخل ہوتے ہیں تو ملامت کرنا اور شرمندہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے هَلَّا تضرب زیداً: زید کو آپ کیوں نہیں مارتے؟ یعنی مارنا چاہئے اور ھلا أکرمتَ زیداً: آپ نے زید کا اکرام کیوں نہیں کیا؟ یعنی آپ کا یہ عمل قابل افسوس ہے)

(۱۱)حروف توقّع کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حرف توقع ہے۔ یہ وہ حرف ہے جس کے ذریعہ ایسی بات کی خبر دی جاتی ہے جس کی امید ہوتی ہے۔ یہ صرف ایک حرف قد ہے۔ جیسے قد یقدَم المسافر الیومَ: آج امید ہے مسافر آئے گا۔ اور فعل مضارع پر قد کبھی تقلیل کے لئے بھی آتا ہے، جیسے قد یصدُقُ الکذُوْبُ: بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے (اور جب قد ماضی پر آتا ہے تو کبھی تقریب کے لئے اور کبھی تحقیق کے لئے ہوتا ہے، جیسے قد رکب: ابھی سوار ہوا۔ قد أفلح المؤمنون: مؤمنین یقیناً کامیاب ہوگئے)

ترجمہ: تفسیر کے دو حرف: أيْ اور أنْ ہیں۔ پس أن خاص ہے اس فعل کے ساتھ جو بمعنی قول ہو ـــــ حروف مصدر: ما، أَنْ اور أَنَّ ہیں۔ پس پہلے دو جملہ فعلیہ کے لئے ہیں اور أَنَّ: جملہ اسمیہ کے لئے ـــــ حروف تحضیض: هلاَّ إلخ ہیں ان کے لئے کلام کا شروع ہے اور ان کے لئے فعل لازم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ـــــ حرف توقع: قد ہے اور وہ مضارع میں تقلیل کے لئے ہے۔

[-۱۲] حرفاَ الاستفهام

الهمزةُ، وهل: لهما صدرُ الكلام، تقول: " أزيدٌ قائمٌ؟ و: " أقام زيد؟" ـــــ وكذلك هل.

[قاعدة] والهمزةُ: أَعَمُّ تصرفاً، تقول: " أزيداً ضربت؟" و: "أتضربُ زيداً وهو أخوك؟" و: "أزيدٌ عندك أم عَمْرٌو؟" و: ﴿ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ﴾ و: ﴿ أَفَمَنْ كَانَ﴾ و: ﴿أَوَمَنْ كَانَ﴾

(۱۲)استفہام کے دو حرفوں کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف استفہام ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ

کوئی بات دریافت کی جاتی ہے۔ یہ دس حروف ہیں: أَ (ہمزۂ مفتوحہ) هل، ما، مَن، ماذا، أيٌّ، متی، أيَّان، أنّٰی اور أين۔ مصنف رحمہ اللہ نے ان میں سے صرف اول دو کو بیان کیا ہے ـــــ ہمزہ اور هل دونوں جملہ کے شروع میں آتے ہیں، جیسے أ/هل زيد قائم؟۔ اور أ/ هل قام زيد؟

قاعدہ: ہمزہ کا استعمال هل سے زیادہ ہے۔ یعنی ہمزہ ایسی جگہ بھی آتا ہے جہاں هل نہیں آسکتا۔ مثلاً: (۱) ہمزہ کے بعد فعل آنا ضروری نہیں اور هل فعل لفظی کو چاہتا ہے پس أزيداً ضربت؟ کہنا صحیح ہے مگر هل زيداً ضربتَ؟ کہنا صحیح نہیں۔ (۲) استفہام انکاری کے لئے صرف ہمزہ مستعمل ہے، هل استعمال نہیں کیا جاتا، جیسے أتضرب زيداً وهو أخوك؟! کہنا صحیح ہے۔ مگر یہاں هل استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ (۳) أم کے ساتھ بھی صرف ہمزہ آتا ہے هل نہیں آتا۔ پس أزيد عندك أم عمرو؟ کہنا درست ہے، هل اس جگہ استعمال نہیں کیا جاسکتا (۴) حروف عاطفہ پر بھی صرف ہمزہ داخل ہوتا ہے، جیسے أثم إذا وقع إلخ أفمن كان إلخ، أو من كان إلخ۔

فائدہ: مصنف رحمہ اللہ نے صرف دو حرف استفہام بیان کئے ہیں، باقی کا بیان درج ذیل ہے:

(۳) **ما:** غیر ذوی العقول کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے کے لئے ہے، جیسے ما في يدك؟

(۴) **مَن:** ذوی العقول کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے کے لئے ہے، جیسے من في الدار؟

(۵) **ماذا:** بھی کسی چیز کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے کے لئے ہے، جیسے ماذا تريد؟

(۶) **أيٌّ** اور اس کا مؤنث أية ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے ہیں، جیسے أيكم أقرأ؟ تم میں سے کون شاندار قرآن پڑھتا ہے؟ أي البلاد أحسن؟

أيتُهما أفضل منكن؟ بأى أرض تموت۔

(۷و۸) متی اور أيَّانَ: زمانہ دریافت کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے متى تذهب؟ أيان يوم الدين؟

(۹و۱۰) أنّٰى اورأين: جگہ دریافت کرنے کے لئے ہیں، جیسے أنّٰى لك هذا ؟ تیرے پاس یہ پھل کہاں سے آئے؟ أين بيتك: تیرا گھر کہاں ہے؟

ترجمہ: (۱۲) استفہام کے دو حرف: ہمزہ اور هل ہیں، دونوں کے لئے کلام کا شروع ہے، کہیں آپ: أزيد قائم اور أقام زيد ـــــ اور اسی طرح هل ـــــ (قاعد) اور ہمزہ زیادہ عام ہے استعمال کے اعتبار سے۔

[-۱۳]حروف الشرط

إِنْ: ولو، وأَمَّا: لها صدرُ الكلام.

[۱و۲] فإِنْ للاستقبال، وإن دخل على الماضى، ولو: عكسُه، وتَلْزَمَانِ الفعلَ: لفظاً أو تقديراً.

ومن ثَمَّ: قيل: "لو أنكَ" بالفتح، لأنه فاعل؛ وانطلقتُ: بالفعل، موضِعَ منطَلِق، ليكون بالعِوَضِ؛ فإن كان جامداً جاز لتعذُّره.[1]

(۱۳)حروف شرط کا بیان

حروف عاملہ میں سے حروف شرط ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو کسی چیز کا دوسری چیز کے لئے شرط وسبب ہونا بتاتے ہیں۔ یہ تین حروف ہیں: إنْ، لو اور أَمَّا۔ یہ تینوں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں یعنی کلام کے شروع میں آتے ہیں۔

(۱و۲) إنْ: استقبال کے لئے ہے چاہے ماضی پر داخل ہو، جیسے إن تكرمنى أكرمك اور إن أكرمتنى أكرمتك: دونوں کا مطلب ہے اگر تو میرا اکرام کرے گا

تو میں تیرا اکرام کرونگا ـــــ اور لواس کے برعکس ہے یعنی وہ زمانۂ ماضی کے لئے ہے چاہے مضارع پر داخل ہو، جیسے لو ضربتَ ضربتُ اورلو تضرب أضرب: دونوں کا مطلب ہے: اگر تو نے مارا ہوتا تو میں مارتا ـــــ اور دونوں کے لئے فعل لازم ہے یعنی دونوں کے بعد فعل آنا ضروری ہے، خواہ لفظاً آئے یا تقدیراً۔ فعل لفظی کی مثالیں اوپر آگئیں۔ اور فعل تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ وہاں فعل مقدر مانا جاسکتا ہو، جیسے﴿ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ﴾ یہاں أحد سے پہلے استجارك مقدر ہے اور﴿ وَلَوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ﴾ یہاں أنتم درحقیقت بعد میں ہے۔

(۱) یہ ایک اعتراض کا جواب ہے: عرب کہتے ہیں:لو أنك انطلقتَ: انطلقتُ: اگر آپ چلیں گے تو میں چلونگا۔ اس پر تین سوال ہیں: پہلا سوال یہ ہے کہ لو کے بعد فعل لازم ہے جیسا کہ ابھی بیان کیا، اوراس مقولہ میں لو کے بعد فعل نہیں ہے۔ دوسرا سوال: أن (مفتوحہ) کیوں ہے إن مکسور کیوں نہیں ہے؟ تیسرا سوال: إنَّ اور أنَّ کی خبر مشتق ہوتی ہے، اصل یہی ہے، پھر اس مقولہ میں خبر فعل انطلقتَ کیوں ہے؟

مصنف رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ لو کے بعد فعل انطلق مقدر ہے اور جملہ أنك انطلقتَ بتاویل مفرد ہوکر اس کا فاعل ہے، اس لئے أنك کہتے ہیں۔ إنك نہیں کہتے، کیونکہ إن خود صدارتِ کلام کو چاہتا ہے، پھر وہ مفرد بن کر فاعل نہیں بن سکتا۔ اور أن کی خبر مشتق منطلق کے بجائے انطلقتَ اس لئے لاتے ہیں کہ وہ فعل مقدر کا عوض اور یادگار بن جائے ـــــ ہاں اگر خبر کوئی اسم جامد ہو تو مجبوری ہے جیسے﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ﴾ اس میں اقلام اسم جامد ہے اور وہ أن کی خبر ہے یہ تو مجبوری کی بات ہے، ورنہ أن کی خبر بجائے اسم مشتق کے فعل لاتے ہیں تا کہ وہ فعل مقدر کی یاد تازہ کرے۔

ترجمہ: (۱۳) حروف شرط: إن، لو اور أمّا ہیں، ان کے لئے کلام کا شروع ہے ـــــ (۱و۲) پس إنْ: استقبال کے لئے ہے اگرچہ وہ ماضی پر داخل ہو، اور لو اس کے برعکس ہے اور دونوں کے لئے فعل لازم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ـــــ اور اس جگہ سے کہا گیا: لو أنك فتح کے ساتھ اس لئے کہ وہ فاعل ہے اور کہتے ہیں انطلقتُ فعل کے ساتھ منطلق کی جگہ میں تا کہ ہو وہ عوض (بدلہ) میں۔ پس اگر خبر اسم جامد ہو تو جائز ہے، فعل کے دشوار ہونے کی وجہ سے۔

[قاعدة][1] وإذا تقدَّم القَسَمُ أولَ الكلام على الشرط: لَزِمَه الماضى لفظاً أو معنىً، فيطابقُ فيه؛ وكان الجوابُ للقَسَم لفظاً، مثلُ: "واللّٰهِ! إِنْ أَتَيْتَنِيْ، أو: إن لم تأْتِنِيْ: لأكرمتُك"

وإن توسَّطَ بتقديم الشرط، أو غيره: جاز أن يُعتبر، وأن يُلْغٰى، كقولك: "أنا واللّٰهِ! إِنْ تَأْتِنِيْ آتِكَ" و:" إِنْ أَتَيْتَنِيْ واللّٰهِ! لآتِيَنَّكَ"

[قاعدة] وتقدير القَسَم كاللفظ، مثلُ: "﴿ لَئِنْ أُخْرِجُوْا لَايَخْرُجُوْنَ﴾ و:﴿ إِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ﴾[2]

(۱) قاعدہ: جب قسم شروع کلام میں حرف شرط سے پہلے آئے تو حرفِ شرط کے بعد فعل ماضی لانا ضروری ہے خواہ وہ لفظاً ماضی ہو یا معنیً، جیسے والله! إن أَتَيْتَنِيْ لأكرمتُك (لفظاً ماضی کی مثال) والله إن لم تأتنی لأكرمتك (معنیً ماضی کی مثال کیونکہ لم مضارع کو ماضی منفی کرتا ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرف شرط جواب قسم میں عمل نہیں کر رہا اس لئے وہ ماضی میں بھی عمل نہیں کرے گا۔ پس عدم عمل میں دونوں یکساں ہو جائیں گے اور اب آگے جو جواب آ رہا ہے وہ صرف لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا۔ حقیقت میں وہ نہ شرط کا جواب ہے نہ قسم کا۔ کیونکہ اگر وہ شرط کا جواب

ہوگا تو مجزوم ہوگا اور قسم کا جواب ہوگا تو غیر مجزوم ہوگا اور یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔البتہ وہ معنیً دونوں کا جواب ہے۔قسم کا اس اعتبار سے کہ قسم اس پر واقع ہے اور شرط کا اس اعتبار سے کہ وہ مشروط ہے۔

اور اگر قسم شروع کلام میں نہ آئے بلکہ حرف شرط پہلے آئے یا کوئی اور چیز پہلے آئے تو ایک کا اعتبار کرنا اور ایک کو ملغی کرنا جائز ہے۔جیسے أنا و اللہ! إن تَأْتِنِیْ آتِكَ: میں بخدا! اگر تو میرے پاس آیا تو میں تیرے پاس آؤنگا (اس میں غیر قسم پہلے آیا ہے اور قسم درمیان میں اور إن کے بعد فعل مضارع آیا ہے اس لئے شرط کو لغو کر دیا) إنْ أَتَيْتَنِیْ و اللہ! لآتِيَنَّكَ: اگر تو میرے پاس آئے گا بخدا! تو میں ضرور تیرے پاس آؤنگا (اس میں حرف شرط مع جملہ شرطیہ پہلے آیا ہے اور قسم درمیان میں اور إن کے بعد فعل ماضی آیا ہے اس لئے قسم کو لغو کر دیا اور حرف شرط کا اعتبار کیا)

(۲) قاعدہ: شروع کلام میں اگر قسم مقدر ہو تو اس کا حکم مثل قسم ملفوظ کے ہے یعنی حرف شرط کے بعد فعل ماضی آنا ضروری ہے اور آگے جو جواب قسم آئے گا وہ صرف لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، اور حقیقت میں وہ نہ شرط کا جواب ہوگا نہ قسم کا۔ جیسے ﴿لَئِنْ أُخْرِجُوْا لَایَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ﴾ یہاں قسم مقدر ہے ۔أی واللہ لئن أخرجوا۔دوسری مثال ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ یہاں بھی قسم مقدر ہے أی واللہ إن أطعتموهم: پس دونوں جگہ إن کے بعد فعل ماضی آیا ہے اور لایخرجون اور إنکم لمشرکون جواب قسم ہیں۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور جب قسم کلام کے شروع میں شرط سے پہلے آئے تو اس کے لئے ماضی لازم ہے خواہ لفظاً ہو یا معنیً پس شرط جواب کے مطابق ہو جائے گی اور ہوگا جواب: قسم کے لئے لفظی طور پر ——— اور اگر قسم درمیان میں آئے شرط یا غیر شرط کی تقدیم کی وجہ سے تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اور یہ کہ وہ بے عمل کر دی جائے، ....(قاعدہ) اور قسم کو مقدر ماننا مانند ملفوظ کے ہے، ....

[۳-] وأمَّا: للتفصيل:

والتُزِمَ حذفُ فعلها، وعُوِّضَ بينها وبين فائها جزءٌ مما في حَيِّزِها مطلقاً، وقيل: هو معمول المحذوف مطلقاً، مثلُ: أَمَّا يومَ الجمعة فزيدٌ منطلقٌ؛ وقيل: إن كان جائزَ التقديم: فمن الأول: وإلا فمن الثاني.

تیسرا حرفِ شرط أَمَّا ہے۔ یہ حرف: مجمل کی تفصیل کے لئے ہے، جیسے لقیتُ إخوتَك: فأما زید فأکرمنی، وأما عمروٌ فسَبَّنِیْ: میں آپ کے بھائیوں سے ملا: پس رہا زید تو اس نے میرا اکرام کیا، اور رہا عمرو تو اس نے مجھے گالی دی۔

اور إن اور لو کی طرح أَمَّا شرطیہ کے بعد بھی فعل آنا ضروری ہے، مگر کثرت استعمال کی وجہ سے ہمیشہ اس فعل کو حذف کردیتے ہیں۔ کہتے ہیں: أما زیدٌ فمنطلقٌ اس کی تقدیر عبارت ہے مهما یکن من شیئ فزید منطلق. مهما کو حذف کر کے اس کی جگہ أما لائے۔ پھر یکن من شیئ کو حذف کر کے اس کی جگہ زید کو لائے جو فاء جزائیہ کے ماتحت کی ایک چیز ہے۔ دوسرا استعمال ہے: أما یومَ الجمعة فزید منطلق۔ اس کی تقدیر عبارت ہے مهما یکن من شیئ یومَ الجمعة فزید منطلق ۔ مهما کو حذف کیا۔ اس کی جگہ أما کو لائے۔ پھر یکن من شیئ کو حذف کیا اور اس کی جگہ فعل شرط کے معمول یوم الجمعة کو رکھ دیا۔ اب نحویوں میں اختلاف ہوگیا۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ فعل شرط کو حذف کر کے اس کے عوض میں أما اور فاء جزائیہ کے درمیان اس چیز کا کچھ حصہ لاتے ہیں جو درحقیقت فاء کے تحت ہے۔ فاء کے تحت زید منطلق: مبتدا خبر ہیں۔ ان میں سے مبتدا کو أما کے بعد لے آتے ہیں اور مبرد کہتے ہیں کہ عوض میں لایا ہوا جزء فاء کا ماتحت نہیں ہوتا، بلکہ فعل محذوف (فعل شرط) کا معمول ہوتا ہے۔ جیسے مثال بالا میں یومَ الجمعة فعل شرط کا معمول ہے۔ اور مازنی

کہتے ہیں کہ اگر فاء کے بعد والے جزء کی تقدیم کے لئے فاء جزائیہ کے علاوہ کوئی چیز مانع نہ ہوتو سیبویہ کی بات ٹھیک ہے، اسی کو مقدم کریں گے۔ اور اگر وہ جزء جائز التقدیم نہ ہو یعنی فاء جزائیہ کے علاوہ اور بھی کوئی چیز مانع تقدیم ہوتو پھر مبرد کی رائے صحیح ہے کہ فعل محذوف کو درمیان میں لائیں گے (اور مطلقاً کا مطلب دونوں جگہ یہ ہے کہ خواہ فاء جزائیہ کے علاوہ کوئی اور چیز مانع تقدیم ہو یا نہ ہو)

ترجمہ: (۱۳) اور أما تفصیل کے لئے ہے —— اور اس کے فعل کے حذف کا التزام کیا گیا ہے۔ اور بدلہ میں لایا گیا ہے أما کے درمیان اور اس کے فاء کے درمیان کوئی جزء اس میں سے جو فاء کے حیز (ماتحت) میں ہے ہر حال میں یعنی کوئی اور چیز مانع تقدیم ہو یا نہ ہو اور کہا گیا: وہ محذوف کا معمول ہے ہر حال میں ....
اور کہا گیا: اگر وہ جائز التقدیم ہے تو اول سے ہے ورنہ پس ثانی سے ہے۔

[-١٤] حرفُ الرَّدْع

كَلَّا: وقد جاء بمعنى حَقًّا.

[-١٥] تاءُ التأنيث الساكنةُ

تَلْحَقُ الماضيَ لتأنيث المسند إليه، فإن كان ظاهراً غيرَ حقيقي: فمخيَّرٌ.

[تنبيه] وأما إلحاق علامة التثنية والجمعين: فضعيف.

[-١٦] التنوين:

نونٌ ساكنةٌ تَتْبَعُ حَرْكَةَ الآخِرِ، لا لتأكيد الفعل.

وهو: للتمكن، والتنكير، والعِوَض، والمقابلة، والترنُّم.

[قاعدة] ويُحذف من العَلَم، موصوفاً بابنٍ، مضافًا إلى عَلَمٍ آخر.[1]

(۱۴)حرف رَدع کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حرف رَدع ہے۔ یہ وہ حرف ہے جس کے ذریعہ کسی کو جھڑکا جاتا ہے۔ یہ صرف ایک حرف کَلَّا ہے۔ جیسے ﴿کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ہرگز نہیں! عنقریب جان لوگے ـــــــ اور کَلَّا کبھی حقًّا کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی مضمون جملہ کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے ﴿کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی﴾ بالتحقیق انسان یقیناً سرکشی کرتا ہے۔

فائدہ: کلا: چار طرح مستعمل ہے:(۱) ردع: جھڑکنے کے لئے (مثال گذر چکی) (۲) خبر کے بعد، جیسے ﴿یَقُوْلُ! رَبِّیْ اَھَانَنِ﴾ وہ کہتا ہے: میرے رب نے میری قدر گھٹادی ﴿کَلاَّ﴾ ہرگز نہیں (۳) امر کے بعد جیسے اِضْرِبْ زیداً کے جواب میں کلا کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کو ہرگز نہیں مارونگا (۴) جملہ کے مضمون کو مؤکد کرنے کے لئے (مثال گذر چکی)

(۱۵)تائے تانیث ساکنہ کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے تائے تانیث ساکنہ ہے۔ یہ وہ ساکن تاء ہے جو فعل ماضی کے صیغۂ واحد مؤنث غائب کے آخر میں لگتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اس کا فاعل یا نائب فاعل مؤنث آنا چاہئے، جیسے ضَرَبَتْ/ ضُربتْ فاطمۃُ ـــــــ پھر اگر مسند الیہ (فاعل یا نائب فاعل) اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں۔ جیسے طلعتْ/ طلع الشمس۔

تنبیہ: جب مسند الیہ (فاعل یا نائب فاعل) اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ تثنیہ وجمع کی علامت لاحق کرنا ضعیف ہے مثلاً ضربا الرجلان اور ضربوا الرجالُ کہنا صحیح نہیں۔ ایسی صورت میں فعل ہمیشہ واحد آئے گا صرف واحد مؤنث غائب کے

صیغہ کے ساتھ تائے تانیث لگانے کی گنجائش ہے۔

(۱۶)تنوین کا بیان

تنوین: وہ نون ساکن ہے جوکلمہ کی آخری حرکت کے تابع ہوتی ہے، جو فعل کی تاکید کے لئے نہیں ہوتی (اور تنوین کو نون کی صورت میں نہیں لکھتے، بلکہ کلمہ کی آخری حرکت کو دُوہرا کردیتے ہیں زیدُنْ، زیدَنْ، زیدِنْ کو زیدٌ، زیداً اور زیدٍ لکھتے ہیں)

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں: تنوینِ تمکُّن، تنوین تنکیر، تنوین عوض، تنوین مقابلہ اور تنوین ترنُّم:

(۱) تنوین تمکّن: وہ تنوین ہے جو اسم متمکن یعنی اسم غیر منصرف کے آخر میں آتی ہے، جو لفظ کے منصرف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے زیدٌ، کتابٌ، رجلٌ وغیرہ کی تنوین۔

(۲) تنوین تنکیر: وہ تنوین ہے جو کسی اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے صَہٍ (کسی وقت خاموش ہو) یہ نکرہ ہے اور صَہْ معرفہ ہے اور جزم پر مبنی ہے جس کے معنی ہیں ابھی خاموش ہو۔

(۳) تنوین عوض: وہ تنوین ہے جو مضاف پر مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے۔ جیسے حینئذ، یومئذ دونوں کا مضاف الیہ کان کذا محذوف ہے، اس کے بدل ذال پر تنوین آئی ہے۔

(۴) تنوین مقابلہ: وہ تنوین ہے جو مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے، جیسے مسلماتٌ۔ یہ تنوین جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں ہے۔

(۵) تنوین ترنّم: یہ وہ تنوین ہے جو شعر کے آخر میں یا مصرعہ کے آخر میں آواز میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے لائی جاتی ہے۔ جیسے:

أَقِلِّی اللَّوْمَ، عَاذِلَ! والعِتَابَنْ ۞ وقَوْلِیْ إِنْ أَصَبْتُ: لقد أَصَابَنْ

(اے ملامت کرنے والی! ملامت اور عتاب کم کر÷ اور کہہ تو ـــــ اگر میں نے درست کام کیا ہے ـــــ کہ درست کام کیا اس نے)

(۱) قاعدہ: وہ علم (نام) جس کی صفت ابن یا ابنة آئے اور وہ ابن/ابنة دوسرے علم (نام) کی طرف مضاف ہو تو موصوف پر سے تنوین کو تخفیف کے لئے حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے جاء نی زیدُ بنُ عمرَ (اور اگر موصوف علم نہ ہو یا ابن دوسرے علم کی طرف مضاف نہ ہو تو تنوین محذوف نہ ہوگی، جیسے جاء نی رجلٌ ابنُ زید، وجاء نی زیدٌ ابن عالم)

ترجمہ: حرف ردع: کلا ہے اور تحقیق وہ بمعنی حقًّا آیا ہے ـــــ (۱۵) تائے تانیث ساکنہ: ماضی کے ساتھ ملتی ہے مسند الیہ کے مؤنث ہونے کے وقت۔ پس اگر مسند الیہ (فاعل) اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو اختیار دیا ہوا ہے ـــــ (تنبیہ) رہا تثنیہ اور دو جمعوں کی علامت کا ملانا تو وہ ضعیف ہے ـــــ (۱۶) تنوین: نون ساکنہ ہے آخر کی حرکت کے پیچھے آتی ہے، فعل کی تاکید کے لئے نہیں ہوتی اور وہ تمکن الخ کے لئے ہے ـــــ (قاعدہ) اور حذف کی جاتی ہے نام سے درانحالیکہ وہ ابن کے ساتھ صفت لایا گیا ہو، درانحالیکہ وہ دوسرے نام کی طرف مضاف ہو۔

[-۱۷] نونُ التاکید:

خفیفة ساکنة، ومشدَّدَةٌ مفتوحة مع غیر الألف.

[قاعدة] تختصُّ بالفعل المستقبل: فی الأمر، والنهی، والاستفهام، والتمنی، والعرض، والقَسَم، وقلَّتْ فی النفی.(۱)

[قاعدة] ولَزِمَتْ فی مُثْبَتِ القسم، وكثرتْ فی مثل: "إمَّا تفعَلَنَّ"(۲)

[قاعدة] وما قبلَها مع ضمیر المذكرین مضموم، ومع المخاطبة مكسور، وفیما عدا ذلك مفتوح؛ وتقول فی التثنیة وجمع المؤنث:

اِضْرِبَانِّ، واضْرِبْنَانِّ؛ ولا تدخلهما الخفيفة، خلافاً ليونس. (۳)

[قاعدة] وهما في غيرهما: مع الضمير البارز كالمنفصل، فإن لم يكن فكالمتصِّلِ. (٤)

ومن ثَمَّ قيل: هل تَرَيَنَّ، وتَرَوُنَّ، وتَرَيِنَّ؛ واغْزُوَنَّ، واغْزُنَّ، واغْزِنَّ.

[قاعدة] والمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ للساكن وفي الوقف، فَيُرَدُّ ما حُذِفَ؛ والمفتوحُ ما قبلَها تُقْلَبُ أَلِفًا. (٥)

[تَمَّتْ]

نون تاکید کا بیان

نونِ تاکید: وہ نون ہے جو فعل مضارع کے آخر میں لگتا ہے اور فعل کے معنی میں تاکید پیدا کرتا ہے۔ جیسے یفعل: کرتا ہے یا کرے گا وہ ایک مرد اور لَیَفْعَلَنَّ: ضرور بالضرور کرے گا وہ ایک مرد۔ (نون تاکید لگنے کے بعد مضارع میں سے حال کے معنی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ استقبال کے ساتھ خاص ہوجاتا ہے) اس نون کی دو قسمیں ہیں: خفیفہ اور ثقیلہ (مشدّدہ) نون خفیفہ ساکن ہوتی ہے وہ جزم پر مبنی ہوتی ہے، کیونکہ مبنی میں اصل سکون ہے۔ اور نون ثقیلہ فتح پر مبنی ہوتی ہے، مگر تثنیہ کے چار صیغوں میں اور جمع مؤنث غائب وحاضر کے دو صیغوں میں جن میں نونِ فاعلی اور نونِ تاکید کے درمیان فصل کرنے کے لئے الف آتا ہے اس میں نونِ مشددہ مکسور ہوتا ہے۔

آگے مصنف رحمہ اللہ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ کے احکام بیان کریں گے، اس لئے ذیل میں دونوں کی گردانیں دی جاتی ہیں۔ طلبہ ان میں چار باتیں بغور دیکھ لیں: (۱) نون ثقیلہ کتنے صیغوں میں لگتا ہے اور نون خفیفہ کن صیغوں میں؟ (۲) اور نون ثقیلہ کہاں مبنی بر فتح ہوتا ہے اور کہاں اس پر کسرہ آتا ہے؟ (۳) اور نون سے پہلے والے حرف کی کیا حرکت ہوتی ہے؟ (۴) اور جمع کا واو، اور واحد مؤنث حاضر کی یاء کس طرح

حذف ہوتی ہے؟

لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ وخفیفہ کی گردانیں

لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ در فعل مضارع معروف	لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ در فعل مضارع مجہول	لام تاکید بانون تاکید خفیفہ در فعل مضارع معروف	لام تاکید بانون تاکید خفیفہ در فعل مضارع مجہول
لَيَفْعَلَنَّ (ضرور کریگا وہ ایک مرد)	لَيُفْعَلَنَّ (ضرور کیا جائیگا وہ ایک مرد)	لَيَفْعَلَنْ (ضرور کریگا وہ ایک مرد)	لَيُفْعَلَنْ (ضرور کیا جائیگا وہ ایک مرد)
لَيَفْعَلَانِّ	لَيُفْعَلَانِّ	....	....
لَيَفْعَلُنَّ	لَيُفْعَلُنَّ	لَيَفْعَلُنْ	لَيُفْعَلُنْ
لَتَفْعَلَنَّ	لَتُفْعَلَنَّ	لَتَفْعَلَنْ	لَتُفْعَلَنْ
لَتَفْعَلَانِّ	لَتُفْعَلَانِّ	....	....
لَيَفْعَلْنَانِّ	لَيُفْعَلْنَانِّ	....	....
لَتَفْعَلَنَّ	لَتُفْعَلَنَّ	لَتَفْعَلَنْ	لَتُفْعَلَنْ
لَتَفْعَلَانِّ	لَتُفْعَلَانِّ	....	....
لَتَفْعَلُنَّ	لَتُفْعَلُنَّ	لَتَفْعَلُنْ	لَتُفْعَلُنْ
لَتَفْعَلِنَّ	لَتُفْعَلِنَّ	لَتَفْعَلِنْ	لَتُفْعَلِنْ
لَتَفْعَلَانِّ	لَتُفْعَلَانِّ	....	....
لَتَفْعَلْنَانِّ	لَتُفْعَلْنَانِّ	....	....
لَاَفْعَلَنَّ	لَاُفْعَلَنَّ	لَاَفْعَلَنْ	لَاُفْعَلَنْ
لَنَفْعَلَنْ	لَنُفْعَلَنَّ	لَنَفْعَلَنْ	لَنُفْعَلَنْ

(۱) قاعدہ: نون خفیفہ اور ثقیلہ فعل مستقبل کے ساتھ خاص ہیں یعنی وہ فعل ماضی میں نہیں لگتے۔ مضارع میں لگتے ہیں۔ اور جب مضارع میں یہ نون آتے ہیں تو اس میں سے حال کے معنی ختم ہو جاتے ہیں۔ صرف استقبال کے معنی باقی رہتے ہیں اور یہ نون اس فعل مضارع میں بھی لگتے ہیں جو امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض اور قسم کے ضمن میں پایا جاتا ہے۔ البتہ فعل مضارع منفی میں بہت کم لگتا ہے۔ جیسے اِفْعَلْ سے إفعلَنَّ (امر حاضر معروف با نون ثقیلہ) لِتُفْعَلَنَّ (امر حاضر مجہول با نون ثقیلہ) إِفْعَلَنْ (امر حاضر معروف با نون خفیفہ) لِتُفْعَلَنْ (امر حاضر مجہول با نون خفیفہ)

نہی کی مثالیں: لا يَفْعَلْ سے لا يفعَلَنَّ، لا يُفْعَلَنَّ، لا يَفْعَلَنْ، لا يُفْعَلَنْ۔

استفہام کی مثالیں: يَقْتُلُ سے هل يَقْتُلَنَّ؟ هل يُقْتَلَنْ؟ هل يَقْتُلَنَّ هل يُقْتَلَنْ؟

تمنی کی مثالیں: تَأْكُلُ سے ليتك تَاكُلَنَّ! ليتك تُؤْكَلَنَّ! ليتك تأكُلَنْ! ليتك تؤكَلَنْ.

عرض کی مثالیں: تَنْزِلُ سے ألَا تَنْزِلَنَّ! ألا تُنْزَلَنَّ! ألا تنزلَنْ! ألا تُنْزَلَنْ!

قسم کی مثالیں: آكُلُ سے والله! لآكُلَنَّ/ لأوكَلَنَّ/ لآكُلَنْ/ لأوكَلنْ.

اور فعل مضارع منفی جیسے لا يفعلُ میں یہ نون بہت کم لگتے ہیں۔

اور جب فعل مضارع مذکورہ چھ امور کے ضمن میں پایا جاتا ہے تو ان میں نون تاکید اس لئے لگتے ہیں کہ ان میں بھی طلب کے معنی ہیں۔ اور نون تاکید طلبِ حصولِ شئ کی تاکید ہی کے لئے آتے ہیں۔ اسی لئے فعل ماضی پر اور اس فعل مضارع پر جو بمعنی حال ہوتا ہے یہ نون نہیں لگتے، کیونکہ وہ طلب کے معنی سے خالی ہوتے ہیں۔

(۲) قاعدہ: جوابِ قسم اگر مثبت ہو تو اس میں نون تاکید کا ہونا لازم ہے، جیسے والله لآكلنَّ۔ اسی طرح اس فعل شرط میں جس کے حرف شرط إن کے بعد تاکید کے لئے ما زائدہ لایا گیا ہو: نون تاکید بکثرت آتا ہے جیسے إما تفعلَنَّ اور ﴿فإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا﴾ (إِمَّا میں إِنْ کا نون مَا کی میم میں مدغم ہے)

(۳) قاعدہ: نون کا ماقبل دوصیغوں میں مضموم ہوتا ہے: جمع مذکر غائب اور جمع مذکر حاضر میں اور ایک صیغہ میں یعنی واحد مؤنث حاضر میں مکسور ہوتا ہے۔ اور باقی صیغوں میں مفتوح ہوتا ہے اور تثنیہ کے چار صیغوں میں چونکہ نون سے پہلے الف ہوتا ہے جو ساکن ہوتا ہے اس لئے الف کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے اسی طرح جمع مؤنث غائب وحاضر کے دوصیغوں میں بھی نون سے پہلے الف ہوتا ہے اس لئے وہاں بھی الف سے پہلے والا حرف مفتوح ہوگا۔ آپ امر کی گردان میں کہیں گے: اِضْرِبَانِّ اور اِضْرِبْنَانِّ۔ اور ان چھ صیغوں میں (تثنیہ کے چار صیغے اور دو جمع مؤنث غائب وحاضر کے) نون خفیفہ نہیں لگتا، کیونکہ دو ساکنوں کا جمع ہونا لازم آئے گا، باقی آٹھ صیغوں میں نونِ خفیفہ لگے گا البتہ یونس نحوی یہ کہتے ہیں کہ ان چھ صیغوں میں بھی لگتا ہے کیونکہ التقائے ساکنین علی غیر حدہ (یعنی کلمہ کے آخر میں) جائز ہے۔

(۴) قاعدہ: اگر فعل معتل الآخر ہو یعنی اس کے آخر میں حرف علت ہو، جیسے یرمِیْ، یَغْزُوْ تو تثنیہ کے چار صیغوں اور جمع مؤنث غائب وحاضر کے دوصیغوں کا حال تو صحیح جیسا ہوتا ہے۔ اور ان دو کے علاوہ میں جب ان کے ساتھ ضمیر بارز (واو جمع مذکر غائب وحاضر اور یاء واحد مؤنث حاضر) متصل ہو تو کلمہ منفصل جیسا ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح فعل معتل کے آخر میں کلمۂ منفصل لاحق ہوتے وقت کبھی واو اور یاء حذف ہو جاتے ہیں اور کبھی ان پر ضمہ یا کسرہ آتا ہے اسی طرح جب نون تاکید لاحق ہوتا ہے تو کہیں واو اور یاء گر جاتے ہیں اور کہیں ان پر ضمہ اور کسرہ آتا ہے۔

اور جب ضمیر بارز متصل نہ ہو بلکہ ضمیر مستتر ہو تو اس وقت نون تاکید کلمہ متصلہ جیسا ہوتا ہے۔ اور کلمہ متصلہ سے مراد تثنیہ کا الف ہے۔ پس جس طرح معتل کے آخر میں الف تثنیہ لاحق ہونے سے واو اور یاء کو مفتوح ذکر کرتے ہیں، اسی طرح حذف شدہ واو اور یاء کو لوٹائیں گے اور اس کو فتح دیں گے۔

مثالیں:

(۱)ھل تَریٰ؟ میں جب نون لگائیں گے تو کہیں گے:ھل تَرَیَنَّ؟ جیسے تثنیہ میں کہیں گے:ھل تَرَیَانِّ۔ کیونکہ تری میں ضمیر مستتر ہے پس نون تاکید کلمہ متصلہ (الف تثنیہ) کی طرح ہوگی۔

(۲)ھل تَرَوْنَ؟ میں جب نون لگائیں گے تو کہیں گے:ھل تَرَوُنَّ نون جمع کو ساقط کردیں گے اوراس کی جگہ نون تاکید لے آئیں گے اور واو کوضمہ دیں گے (اس مثال میں ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمۂ منفصلہ کی طرح ہوگیا ہے چنانچہ ضمیر بارز کونون کی وجہ سے ضمہ دیا گیا ہے)

(۳)اورھل تَرَیْنَ میں کہیں گے:ھل تَرَیِنَّ یعنی یاء کو باقی رکھیں گے اوراس کو کسرہ دیں گے۔اس مثال میں ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہے اس لئے نون کی وجہ سے یاء کو کسرہ دیا ہے۔

اور تین مثالیں ایسی ہیں جن پر ھل داخل نہیں ہوا:

(۱) أُغْزُ میں کہیں گے أُغْزُوَنَّ: اس میں ضمیر مستتر ہے اس لئے وہ کلمہ متصلہ کی طرح ہے پس جس طرح تثنیہ میں واو محذوف کولوٹا کر أُغْزُوَا کہتے ہیں، یہاں بھی واو محذوف کولوٹا کر أُغْزُوَنّ کہیں گے۔

(۲)أُغْزُوْا میں کہیں گے أُغْزُنَّ: واو کوحذف کردیں گے اوراس کے ماقبل کا ضمہ باقی رکھیں گے تاکہ واو پر دلالت کرے۔اس میں ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہوگیا ہے۔

(۳)أُغْزِیْ میں کہیں گے: أُغْزِنَّ یعنی یاء کوحذف کردیں گے اوراس کے ماقبل کسرہ باقی رکھیں گے۔اس میں بھی ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہوگیا ہے۔

(۵) قاعدہ:

(۱) نون خفیفہ کے بعد کوئی ساکن آئے تو نون خفیفہ بوجہ التقائے ساکنین گر جاتا ہے۔شاعر کہتا ہے:

لَاتُهِيْنَ الْفقيرَ عَلَّكَ أن ❁ تَرْكَعَ يَوماً والدَّهْرُ قد رَفَعَهْ

(ہر گز فقیر کو ذلیل مت کر، ہوسکتا ہے کہ تو کسی دن اپنے مرتبہ سے گر جائے اور زمانہ اس فقیر کو بلند مرتبہ کردے) اس میں لا تُهِيْنَ دراصل لا تُهِيْنَنْ تھا، آگے الفقیر کا لام ساکن آیا تو نون خفیفہ کو گرادیا۔

(۲) نون خفیفہ حالت وقف میں بھی گر جاتا ہے۔اور وہ حرف جو نون خفیفہ کے لاحق ہونے کے سبب سے حذف کیا گیا تھا لوٹ آتا ہے۔جیسے اُغْزُنْ پر وقف کریں گے تو کہیں گے:اُغْزُوْا اور اُغْزِنْ پر وقف کریں گے تو کہیں گے اُغْزِیْ۔

(۳) اور نون خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہو تو اس کو حالتِ وقف میں الف سے بدل دیں گے کیونکہ نون کو تنوین سے مشابہت ہے اور تنوین حالت وقف میں الف سے بدل جاتی ہے پس نون خفیفہ بھی بدل جائے گا۔جیسے اِضْرِبَنْ میں حالت وقف میں کہیں گے اِضْرِبَا:تنوین کی طرح نون الف سے بدل جائے گا۔

اور تنوین کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر اس کے ماقبل فتح ہو تو وہ الف سے بدل جاتی ہے، جیسے أصبتُ خیراً میں حالت وقف میں کہیں گے:أصبتُ خیرَا: اور اگر تنوین سے پہلے ضمہ یا کسرہ ہو تو وہ حالت وقف میں گر جاتی ہے، جیسے أصابنی خیرٌ میں بحالت وقف کہیں گے:أصابنی خَیْرُ/ خَیْرْ اور اِخْتِمْ لی بخیرٍ میں حالت وقف میں کہیں گے: اِخْتِمْ لی بخَیْرْ/ بخیر۔

ترجمہ:نون تاکید: خفیفہ ساکنہ ہے اور مشددہ مفتوحہ ہے غیر الف کے ساتھ ـــــ (قاعدہ) خاص ہوتی ہے فعل مستقبل کے ساتھ امر الخ میں اور بہت کم آتی ہے نفی میں ـــــ (قاعدہ) اور مثبت جواب قسم میں نون تاکید لازم ہے اور إما

تفعلن جیسی مثال میں بکثرت آتی ہے ـــــــ (قاعدہ) اورنون تاکید کا ماقبل مذکر کی ضمیروں کے ساتھ مضموم ہوتا ہے اور واحد مؤنث حاضر کے ساتھ مکسور ہوتا ہے اور ان کے علاوہ میں مفتوح ہوتا ہے، کہیں گے آپ تثنیہ (کے چار صیغوں) میں اور جمع مؤنث میں اِضْرِبَانِّ اور اِضْرِبْنَانِّ اوران دونوں میں خفیفہ داخل نہیں ہوتی، برخلاف یونس کے ـــــــ (قاعدہ) اوردونوں نون تاکید مذکورہ دو کے علاوہ میں ضمیر بارز کے ساتھ مانند منفصل کے ہیں۔ پس اگر ضمیر بارز نہ ہوتو وہ مانند متصل کے ہیں اسی جگہ سے کہا گیا ہے هل تَرَيِنَّ إلخ ـــــــ (قاعدہ) اورمخففہ حذف کی جاتی ہے ساکن اوروقف کے لئے پس لوٹایا جاتا ہے وہ حرف جوحذف کیا گیا ہے اور جس نون کا ماقبل مفتوح ہووہ الف سے پلٹ دی جاتی ہے۔

(اللهم اجعل خاتمةَ أمورنا خيراً برحمتك يا أرحم الراحمين
وصلى الله على النبى الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين)
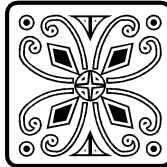
مشقی سوالات

(۱) حرف کی تعریف کرو اور بتاؤ حرف کلام کا جزء بننے کے لئے کسی اسم یا فعل کا محتاج کیوں ہے؟

(۲) حروف جر کی تعریف کرو۔ حروف جر کیا ہیں؟ شمار کرو

(۳) مِن کے معانی مع امثلہ بیان کرو۔ مِنْ: زائدہ کہاں ہوتا ہے؟ اس میں کوفیوں اور اخفش کا کیا اختلاف ہے؟ اور قد کان من مطر کی کیا تاویل ہے؟

(۴) إلی کے معانی مع امثلہ بیان کرو۔ حتی کے معانی بھی مع امثلہ بیان کرو، حتی کے اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہونے میں کس کا اختلاف ہے؟

(۵) فی کے معانی مع امثلہ بیان کرو

(۶) باء کے چھ معانی مع امثلہ بیان کرو، باء قیاساً اور سماعاً کہاں زائد ہوتی ہے؟

(۷) لام کے معانی مع امثلہ بیان کرو۔ لام بمعنی واو کہاں ہوتا ہے؟

(۸) رُبَّ کے معنی مع مثال بیان کرو، رب کی کیا خصوصیات ہیں؟

(۹) رب: جب ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے اس وقت اس کے کیا احکام ہیں؟

(۱۰) رب کے ساتھ ما کافہ ملے تو اس وقت اس کے کیا احکام ہیں؟

(۱۱) واوِ رب اور واو قسمیہ کے احوال بیان کرو اور تاء قسمیہ کی کیا خصوصیت ہے؟

(۱۲) باء، واو اور تا قسمیہ میں کون اعم ہے؟ جواب قسم میں کیا حروف آتے ہیں؟ اور جواب قسم حذف کب کیا جاتا ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۱۳) عن اور علی کے معانی مع امثلہ بیان کرو اور یہ دونوں کب اسم ہوتے ہیں؟

(۱۴) کاف کے معنی مع امثلہ بیان کرو

(۱۵) مذ اور منذ کے معانی مع امثلہ بیان کرو

(۱۶) حاشا، عدا اور خلا کے کیا معنی ہیں مع امثلہ بیان کرو

(۱۷) حروف مشبہ بالفعل کیا ہیں؟ اوران کا یہ نام کیوں ہے؟ اور یہ حروف جملہ میں کہاں آتے ہیں؟

(۱۸) جب حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ ما کافہ ملے تو کیا حکم ہے؟

(۱۹) إن اور أن کیا کام کرتے ہیں؟ اور کہاں إن ہوتا ہے اور کہاأن ؟ اور لو لا اور لو کے بعد کون آتا ہے؟

(۲۰) ایسی مثالیں دو جہاں إن اور أن دونوں ہو سکتے ہوں؟

(۲۱) إن اور أن کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے لئے کیا شرط ہے اور اس میں کس کا اختلاف ہے؟ اور کیا اسم کا مبنی ہونا ضروری ہے؟ اس میں کس کا اختلاف ہے؟ اور لکن کا کیا حکم ہے؟

(۲۲) إن اور أن میں سے کس کی خبر پر لام تاکید لانا جائز ہے؟ اور کس کے اسم پر لام تاکید آتا ہے؟ اور کہاں متعلقاتِ جملہ پر لام آتا ہے؟

(۲۳) جب إن کو مخففہ کردیں تو اس کے کیا احکام ہیں؟ اور اس میں کس کا اختلاف ہے؟

(۲۴) أن کو مخففہ کردیں تو اس کے کیا احکام ہیں؟

(۲۵) کأنّ کے معنی بیان کریں اور بتائیں کب اس کو بے عمل کیا جاتا ہے؟

(۲۶) لکنّ کے معنی اور اس کے احکام مع امثلہ بیان کریں

(۲۷) لیت کے کیا معنی ہیں؟ اور فراء کے نزدیک کیا بات جائز ہے؟

(۲۸) لعل کے معنی بیان کریں اور بتائیں کہ اس کے ذریعہ خبر دینا کیسا ہے؟

(۲۹) حروفِ عاطفہ کیا ہیں؟ واو، فاء، ثم اور حتی کے احکام بیان کرو

(۳۰) أو، إمّا اور أم کس غرض کے لئے ہیں؟

(۳۱) أم: متصلہ اور منقطعہ کے احکام بیان کریں

(۳۲) ْإما کے ذریعہ عطف کرنے کے لئے کیا چیز ضروری ہے؟

(۳۳) لا، بل اور لکنْ کس مقصد کے لئے ہیں؟ اور لکنْ کے لئے کیا چیز لازم ہے؟

(۳۴) حروف تنبیہ کیا ہیں۔ ہر ایک کی مثال دیں

(۳۵) حروف ندا کیا ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۳۶) حروف ایجاب کیا ہیں؟ نعم: کیا کام کرتا ہے؟ بلی کس لئے ہے؟ إی کے کیا معنی ہیں؟ اور اس کے لئے کیا چیز لازم ہے؟

(۳۷) أجل، جَیْرِ اور إن کس کام کے لئے ہیں؟

(۳۸) حروف زیادت کیا ہیں؟ إن کہاں زائد آتا ہے مع امثلہ بیان کریں

(۳۹) أن کہاں زائد ہوتا ہے مع امثلہ بیان کریں

(۴۰) ما کہاں زائد آتا ہے مع امثلہ بیان کریں

(۴۱) لا کہاں زائد آتا ہے مع امثلہ بیان کریں

(۴۲) تفسیر کے لئے دو حرف کیا ہیں اور أن کس کے ساتھ مختص ہے؟

(۴۳) حروف مصدر کتنے ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۴۴) حروف تحضیض کیا ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۴۵) حرف توقع کیا ہے اور مضارع میں اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟

(۴۶) استفہام کے لئے دو حرف کیا ہیں؟ اور ان کے احکام کیا ہیں؟ اور ہمزہ کہاں آتا ہے؟

(۴۷) حروف شرط کیا ہیں؟ اور ان کے لئے کیا بات ضروری ہے؟

(۴۸) إن اور لو کیا کام کرتے ہیں اور دونوں میں فرق کیا ہے؟ اور دونوں کے لئے کیا چیز لازم ہے؟

(۴۹) إن اور لو کے لئے فعل لازم ہے اس پر مصنفؒ نے کیا تفریع ذکر کی ہے؟

(۵۰) جب قسم شروع کلام میں حرف شرط سے پہلے آئے تو کیا احکام ہیں؟ مع امثلہ بیان کریں

(۵۱) اگر حرف شرط یا کوئی اور چیز پہلے آئے اور قسم بعد میں آئے تو کیا حکم ہے؟

(۵۲) شروع کلام میں اگر قسم مقدر ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ مع امثلہ بیان کریں

(۵۳) أما کس لئے ہے؟ اور اس کے بعد جو فعل ضروری ہے اس کو اکثر حذف کر کے اس کے عوض میں کیا لاتے ہیں؟ اس میں کیا اختلاف ہے؟

(۵۴) حرف ردع کیا ہے؟ اور اس کے دوسرے معنی کیا ہیں۔ مثال دیں

(۵۵) تائے تانیث ساکنہ کس فعل کے ساتھ ملتی ہے اور کب ملتی ہے؟ اگر مسند الیہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کیسا آئے گا؟

(۵۶) جب مسند الیہ اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ تثنیہ جمع کی علامات ملانا کیسا ہے؟

(۵۷) تنوین کی تعریف کریں اور اس کی پانچوں قسموں کی تعریفات مع امثلہ بیان کریں

(۵۸) علم سے تنوین کب حذف کی جاتی ہے؟

(۵۹) نون تاکید کی تعریف اور اس کی قسمیں بیان کریں اور بتائیں نون تاکید کس فعل میں آتی ہے؟

(۶۰) جواب قسم اگر مثبت ہو تو نون تاکید کا کیا حکم ہے؟ اور إما تفعلن جیسی مثال کا کیا حکم ہے؟

(۶۱) نون تاکید کے ماقبل کا اعراب بیان کریں

(۶۲) نون خفیفہ کے بعد کوئی ساکن حرف آئے تو نون خفیفہ کا کیا حکم ہے؟ اور حالتِ وقف میں نون خفیفہ کا کیا حکم ہے؟ اور نونِ خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہو تو کیا حکم ہے؟

رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ

﴿ایک عظیم تحفہ، ایک محیر العقول کارنامہ﴾

رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ —— حضرت الامام المجدد الشاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ عالم اسلام کی ان برگزیدہ علمی شخصیتوں میں سے ہیں جن کی شہرت زمان ومکان کی قیود میں محدود نہیں، وہ اگرچہ ہندوستان میں پیدا ہوئے مگر ان کی شخصیت تمام عالم اسلام کا سرمایہ ہے۔ ان کی کتابیں اور انکے علوم ومعارف اسلامی تاریخ کا انمول خزانہ ہیں۔ حضرت الامام کی بہت سی کتابیں مختلف موضوعات پر ہیں لیکن حکمت شرعیہ اور فلسفۂ اسلام پر ان کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' اپنی نظیر آپ ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے متعدد تراجم ہو چکے ہیں اور بعض بازار میں دستیاب بھی ہیں لیکن ان سے کتاب حل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کو جنھوں نے نہایت محنت کے ساتھ اس کتاب کی شرح لکھی۔ شرح سے علماء، طلباء اور پڑھے لکھے لوگ بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ شرح پانچ جلدوں میں اور تین ہزار چھ سو صفحات میں مکمل ہوئی ہے۔ ظاہری طور پر وہ تمام محاسن کتاب میں موجود ہیں جو ہونے چاہئیں، کتابت روشن اور واضح ہے، کمپیوٹر کتابت ہے، مگر جلی خط ہونے کی وجہ سے ضعیف نگاہ والے بھی بآسانی مطالعہ کر سکتے ہیں۔ کاغذ نہایت اعلی اور قیمتی ہے، طباعت بھی بہت عمدہ ہے، جلد مضبوط، دلکش اور خوب صورت ہے۔ اور قیمت اتنی کم ہے کہ اس ضخامت کی کتاب بازار میں اس قیمت پر دستیاب نہیں۔

نیز حضرت مفتی صاحب نے ایک احسان امت پر یہ بھی کیا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ پر عربی حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ جو دو جلدوں میں طبع ہو گیا ہے۔